

حسن الجردہ
فی
شرح القصیدۃ البردہ



ابوالبرکات محمد عبدالمالک "خان صاحب"

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

زاویہ پبلشرز

حسن الجردہ

فی

شرحِ القصیدۃِ البردہ

مُصنّفہ

ابو البرکات مُحمّد عبد المالک خان صاحب



زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون 042-7248657 فیکس 042-7112954
Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email:zaviapublishers@yahoo.com

2011ء

باراول.............................1000

ہدیہ 250

زیرِ اہتمام.........نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

رائے صلاح الدین کھرل ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5558320

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5552929

مکتبہ بابا فرید، چوک چٹی قبر، پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی 0213-4219324

مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی 0213-2216464

اقراء بک سیلرز، فیصل آباد 041-2626250

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاهد، بھیرہ شریف 048-6691763

کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، بوهر گیٹ ملتان 061-4545486

رانل بک کمپنی، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی 051-5541452

علامہ فضل حق پبلیکیشنز دربار مارکیٹ لاہور 0300-4798782

مکتبہ متینویہ، سیفیہ، بھاولپور 0301-7728754

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

الحمد لِلّٰہ الذی خلق الانسان ۝ وعلّمہ البیان ۝ واکرمہ بالنطق والتبیان ۝ لیظھر بہ سرائر الجنان ۝ من استار الکتمان ۝ علٰی شھود الاعیان ۝ وھدانا الٰی سواء السبیل واوضح مناھج الصدق بالبرھان والدلیل ۝ واعلٰی رایات معالم الدین ۝ ورفع اعلام الحق والیقین ۝ وجعل لنا التوفیق خیر رفیق ۝ وبحبلہ المتین الاعتصام یلیق ۝ وارسل رسولہ بالحق والھدٰی ۝ فمن تمسک بھدیہ فقد فاز واھتدٰی ۝ کلّت الالسن عن توصیف کمالہ ۝ وحارت العقول عن ادراک جمالہ ۝ اول شافعٍ ومشفّعٍ یوم الدین ۝ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ۝ منبع الرحمۃ ۝ معدن الکرامۃ قامع ابنیۃ الکفر ۝ قاطع اسباب الھجر ۝ کاشف ظلمت الضلالۃ ۝ ھادم بنیان الجھالۃ ۝ یعجز عن فھم حقیقۃ نبوتہ الادراک ۝ صاحب لولاک لما خلقت الافلاک ۝ مقاتل الکفار ۝ مجاھد الاشرار صلی اللہ علیہ وسلم ۝ واعزّہ اللہ وکرّم ۝ برقت العیون من ضیاء جمالہ ۝ عجزت العقول عن احاطۃ کمالہ ۝ وعلٰی اصحابہ الذین ھم الٰی سبیل الفلاح ھادون ۝ والٰی سنن النجاح داعون ۝ شاع الاسلام ببرکتھم من وادٍ غیر ذی زرعٍ الی الصین ۝ وفاح مسک خلقھم فی

الآفاقِ حیناً بعد حین ○ وعلیٰ اٰله الطاهرین ○ الذین هم عماد الملة والدین ○ اللّٰهمّ اغفر لی ولوالدیّ یوم لا ینفع مال ولا بنون ○ ولا تحفظ احداً بروج ولا حصون ○ الا من اتی الله بقلب سلیم ○ ویرجو رحمة ربه الکریم ○ حسبنا الله العلیم الخبیر ○ وهو نعم المولیٰ ونعم النّصیر ○

امّا بعد

قصیدہ بُردہ منظومہ امام شرف الدین محمدؒ بن سعید بوصیری علیہ الرحمۃ ایسا قصیدہ ہے، کہ فصاحت و بلاغت اور اخلاص و محبّت کے لحاظ سے حضور علیہ السّلام کی نعت میں آج تک اس شان کا کوئی قصیدہ نہیں لکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک لفظ میں تاثیر ہے۔ اور بعض شعروں کی تاثیر تو ایسی ثابت ہوئی ہے کہ بڑے بڑے صالحین اور عام لوگوں نے اس کے متعلق متواتر شہادت دی ہے۔ جس کی نسبت شک کرنا خلافِ اخلاص ہے۔ میرے خاندان میں ہمیشہ سے یہ قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔

اور مَیں نے بارہا آزمایا ہے کہ یہ حصولِ حاجات اور دفع مصائب کے لئے تیر بہدف ثابت ہوا ہے۔ زمانہ میں بھی اس کے برکات اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے اکثر لوگوں کے اعتقاد و اخلاص میں ضعف آ گیا ہے۔ اور وہ کلام الٰہی اور بزرگوں کے کلام کی تاثیر سے انکار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بزرگانِ دین کی اس شہادت کو۔ کہ اس کے پڑھنے سے ان کی حاجت بفضلِ خدا پوری ہو گئی۔ اتفاق پر محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن منکرین اتفاق کے معنے نہیں جانتے۔ جب ایسا ثابت ہے۔ کہ لاکھوں بلکہ کروڑوں کے حاجات حاصل ہوئے اور ہزاروں مصائب اس کے پڑھنے سے رفع ہوئے ہیں۔ تو اُن کو اتفاق پر محمول کرنا جہالت اور گمراہی ہے۔ مَیں نے قصیدہ غوثیہ کی شرح میں اس کے متعلق تسلّی بخش بحث کی ہے۔ اور اس دعویٰ کو کہ کلام میں کیوں تاثیر ہوتی ہے عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے جب کوئی شخص اس کو کسی بزرگ کی اجازت سے اُن شرائط کے ساتھ جن کو مَیں نے درج کیا ہے

اس کا وظیفہ کرے۔ تو ممکن نہیں کہ وہ کامیاب نہ ہو ؎

مرا باور نمے آید کہ گر کس این قصیدہ را بخواند از خلوص دل نیا شد حل مشکلہا

لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ حاجتیں جائز ہوں۔ نہ کہ ناجائز۔ اس کے منکر بن وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جن کو اسلام سے واسطہ نہیں ہے۔ یا جو اس کا تجربہ نہیں کرتے ؎

بعض امور ایسے مخفی اور دقیق ہوتے ہیں۔ کہ عام لوگ اُن کو بوجہ اس کے کہ ان کے ذہن مستعد نہیں ہوتے نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک کہ وہ اُسکے سمجھنے کی استعداد نہ پیدا کریں۔ یہی مثال کلام کی تاثیر کی ہے۔ دیکھو عام لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ مثلث کے تینوں زاویے ملکر دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں مسائل ریاضی کے سمجھنے کی استعداد نہیں ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو جس نے شہد کبھی نہ کھایا ہو۔ کہا جائے کہ شہد میٹھا ہوتا ہے! اور وہ اس کا منکر ہو۔ تو اُس کا انکار بے معنی ہے، اُس کو شہد کھانا چاہئے اگر میٹھا نہ ہو تو انکار کرے! اسی طرح منکرین کو چاہئے کہ وہ پہلے اس کا وظیفہ کریں۔ اگر تاثیر نہ ہو تو پھر وہ انکار کر سکتے ہیں۔ نہ کہ قبل از عمل و آزمائش ؎

ہاں کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں۔ اور وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شرائط کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ جب اُنہوں نے شرائط کی پابندی کی تو وہ کامیاب ہو گئے ؎

اِس کے شرائط مشکل نہیں ہیں۔ اور نہ اسکی تاثیر ایسے امور سے وابستہ ہے۔ جن کا مہیا کرنا ناممکن ہو۔ پس منکرین کو میں بجز اسکے کیا کہ سکتا ہوں کہ وہ آزمائیں۔ اور پھر انکار کریں۔ بعض دواؤں میں خدا تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے کہ اُن کے کھانے سے مریض اچھا ہو جاتا ہے لیکن جو مریض اس کا استعمال ہی نہ کرے! اور اس کی تاثیر سے منکر رہے۔ اس کا کیا علاج! افسوس تو یہ ہے کہ ہم روزمرہ مدرسوں میں دیکھتے ہیں۔ کہ سائنس کے تجربوں سے طلباء کو دعوے کی تصدیق کرائی جاتی ہے۔ اور اقلیدس کے دعوے شکلوں کی تشریح سے ثابت کئے جاتے ہیں لیکن جو طالب علم نہ تجربہ کرے اور نہ اشکال اقلیدس کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اُس کو ہم کس طرح سمجھا سکتے

ہیں۔ یہ ظاہر بین لوگ جو مادہ پرست ہیں۔ اُن کو یقین کرنا چاہیئے۔ کہ ایک عالم روحانی ہے جس کے واقعات روح کی ریاضت سے منکشف ہوتے ہیں۔ مگر جب ریاضت ہی نہ کی جائے۔ تو کس طرح واقعات روحانی کا کشف دل پر ہو سکتا ہے جیسطرح ریاضی اور ہندسہ کے مشکل سے مشکل مسائل مشق سے حل کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم روحانی کے واقعات بھی مشق و تفکر سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ انسان کی جسمی۔ روحانی۔ عقلی اور نظری شقوں کے اصول مقرر ہیں۔ جنکے نتائج مشق کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔

دہریت کیوں بڑھتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اکتساب کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ دنیا میں روحانی انکشاف کے کرشمے عام طور پر موجود ہیں۔ یہ تو بدیہی امر ہے کہ بعض امور شہادت سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور شہادت میں دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ گواہ کی کیا حیثیت ہے۔ ہزاروں پرہیزگار خدا پرست جن کے اخلاق پر کبھی دھبہ نہیں آیا۔ اور اُن کا تعلق خدا تعالےٰ اور اُس کے بندوں سے مخلصانہ ہے۔ اس پر شاہد ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کی شہادت کو نہ ماننا کس قدر تعصب ہے۔

اس زمانہ کے اکثر لوگوں میں یہ اعتقاد راسخ ہوتا جاتا ہے۔ کہ جس چیز کو نیچر اور فلسفہ ثابت نہ کرے اُس کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ لیکن وہ نیچر کو محدود اور فلسفہ کو مسلم الثبوت سمجھ کر ایسا کہتے ہیں۔ حالانکہ نیچر بہت وسیع اور فلسفہ نامکمل ہے۔ ہر ایک امر کے ثبوت کیلئے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ نافۂ مشک کو اندھا دیکھ نہیں سکتا۔ کہ اُس کی کیا شکل و ہیئت ہے۔ اور ایسا ہی وہ شخص جس کی قوت شامہ مفقود ہو چکی ہو۔ اس کی خوشبو کو محسوس نہیں کر سکتا۔ مگر آنکھوں والا اُسکی ہیئت کو بیان کر سکتا ہے۔ اور وہ شخص جس کی قوت شامہ بحال ہے۔ اسکی خوشبو کو سونگھ سکتا ہے۔ اور جس کے تمام حواس قائم ہیں۔ وہ اس کی ہیئت اور خوشبو کو دیکھ اور سونگھ سکتا ہے۔ پس ایک چیز کے اثبات کیلئے خدا تعالےٰ نے کئی ذریعے پیدا کر دئے ہیں۔ کوئی شریعت حقہ ہو۔ اس کے تمام احکام کو عقل دریافت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے خدا تعالےٰ ایک ایسی بلند ہستی کو جس کی زندگی پاک ہو۔ اور جس کے اخلاق حسنہ ہوں۔ انتخاب کرتا ہے۔ جو لوگوں کو اس کے احکام سناتا ہے۔ جن لوگوں میں استعداد اور قابلیت ہوتی ہے۔ وہ اُس کو قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح اس مسئلہ پر کہ کلام

میں تاثیر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن میں استعداد ہے۔ ایمان لاتے ہیں۔ دوسرے محروم رہتے ہیں۔
ہر چیز میں مشق درکار ہے۔ پہلوانوں کو دیکھو۔ کہ وہ ریاضت کرتے کرتے کس قدر توانا و تنومند
ہوجاتے ہیں۔ کہ معمولی آدمی سے اُن کا وزن چار پانچ گُنے سے زیادہ بڑھ جاتا ہے! ور انکی خوراک
دس آدمیوں کے برابر ہوجاتی ہے۔ یہ تجربے تو ہمارے سامنے ہر جگہ اور ہر وقت پائے جاتے ہیں ؂

بازیگر! ایک پتھر دس بارہ سیر کا اوپر پھینک کر پھر اپنے کاندھے یا ہاتھ پر لے لیتا ہے۔
اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ بچپن سے پہلے چھٹانک پھر پاؤ پھر سیر علیٰ ہذالقیاس
تھوڑا تھوڑا وزن بڑھاتا جاتا ہے۔ اور اس طرح دس بارہ سیر تک وزنی پتھر کی اُس کو
مشق ہوجاتی ہے ؎ رنداں کہ بر ندبرہوا سنگ

افزوں نکنند جز بپاء سنگ

جب یہ جسمانی ریاضت کے کرتب آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اور اُس کے حیرت انگیز کرشمے
اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے ؂

مشق کے شعبدے ہر ایک علم و فن میں پائے جاتے ہیں۔ ایک مشق کرتے کرتے خوشنویس
ہوجاتا ہے دوسرا جو مشق نہیں کرتا بدخط رہتا ہے۔ روحانی مشق بھی جسمانی مشق کی طرح ہے۔
قدیم زمانے میں حکما کے دو گروہ تھے۔ ایک مشائین جو اپنے استادوں کے پاس جاکر تعلیم پاتے تھے۔
دوسرے اشراقیین جو اپنی باطنی روشنی سے بذریعہ ریاضت اشیا کی حقیقت پر آگاہ ہوتے تھے۔
دونوں کے معلومات کا نتیجہ متحد ہوتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دل کی روشنی کو بہت کچھ
حقائق اشیا کے معلوم کرنے میں دخل ہے! اس زمانے میں روحانی اور وجدانی دعوت پر لوگوں کا
توجہ نہ کرنا۔ اور قبل از آزمائش اُس کو فضول سمجھنا! کسی حقیقت محققہ کو معدوم نہیں کرسکتا
جب اس کے ثابت کرنے والے اور اس کو عملی طور پر دکھلانے والے کثرت سے موجود ہوں۔ یہ تو
بدیہی امر ہے کہ اچھا کلام۔ شعر ہو یا نثر۔ کئی دنوں تک لوگوں کے دلوں پر اثر رکھتا ہے۔
کیا یہ کلام کی تاثیر نہیں؟ ایک حاکم کی سرزنش یا تحسین کے الفاظ! محکوم کے دل پر کس قدر

اثر کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ متکلم کی قوتِ کلام کا اثر اُن الفاظ و کلمات میں ہوتا ہے۔ اگر کلمات میں اثر نہیں ہے۔ تو پھر روزمرہ کے جلسوں میں تقریریں کرنا! ور مختلف ذرائع سے پروپگنڈا کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ کلام کے اثر سے انکار کرتے ہیں! اُن کا انکار اُس شخص کے انکار سے جو روز روشن میں آفتاب کا انکار کر رہا ہے زیادہ تعجب انگیز نہیں۔ کیا آپ روزمرہ اپنے دوستوں ورخویش واقارب کے خطوں سے اپنے دل میں تاثیر نہیں پاتے؟ قدیم سے یہ دعوائے مسلم الثبوت ہے، اِن من الشعر لحکمۃً و ان من البیان لسحرًا۔ ع سخن را ہست تاثیرے بہر مجلس کہ مے گوئی

ہاں آپ یہ کہینگے کہ انسانی کلام کو بارگاہ ایزدی میں کیا دخل ہے۔ کہ اس کے مقدّر کو تبدیل کردے ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے مقدرات اس کے قبضہ میں ہیں۔ اور دعا کے کلمات بھی اُس کے مقدرات میں سے ہیں۔ پس ایک مقدّر خاص صورتوں میں دوسرے مقدّر کو تبدیل کرسکتا ہے۔ یہ ثابت ہے کہ کلام کے الفاظ اور معنے ہوتے ہیں۔ جن کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ دل ایک اثر پذیر چیز ہے۔ اس پر تو ان کا اثر ہونا ضروری ہے۔ لیکن جسمانی صورتوں کو دیکھو۔ اُن کا بھی دل پر اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص کا دل شگفتہ پھول دیکھ کر ہشاش بشاش ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا کسی خوبصورت شکل کو دیکھ کر محو حیرت ہے۔ بعض انسانوں کی عجیب ہستی ہے۔ کہ اُن کا دل باوجودیکہ تاثیر کلام اور تصوّرات و تصدیق کا آئینہ ہے۔ اور وہ لحظہ بلحظہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ خارجی چیزوں کا اثر اُن کے دل پر یکے بعد دیگرے ہوتا جاتا ہے۔ مگر وہ ایسے غافل اور راندے ہیں۔ کہ جب اُن کو مقربانِ درگاہ سے روحانی کرشموں کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو وہ انکار کر دیتے ہیں ؞

یہ بحث بہت وسیع ہے۔ مَیں نے جستہ جستہ امور کا ذکر کیا ہے۔ اگر زیادہ فلسفی بحث کروں۔ تو اُس کو عام لوگ نہیں سمجھینگے۔ اور جو کچھ مَیں نے حسی اور بدیہی مثالیں پیش کرکے مختصر لکھا ہے! اس کا لطف بھی جاتا رہے گا۔ زیادہ توضیحات کے لئے میری شرح "الجواھر المضیۃ فی شرح القصیدۃ الغوثیۃ" کو دیکھنا چاہئے ؞

قصیدہ بُردہ کی برکت و کرامت سے انکار کرنا، بدیہات کا انکار ہے۔ ہر زمانے میں صالحین کی مختلف جماعتیں اس کو پڑھتی رہی ہیں۔ اور اب بھی پڑھتی ہیں۔ اور اس کی تاثیر ہر مخلص پابند شرائط پر اظہر من الشمس ہے ؂

بہت سال گذرے کہ میں نے اس کی شرح مسمّٰی بہ اَطْیَاقُ الثُّرْدَہ فِیْ شَرْحِ الْقَصِیْدَۃِ الْبُرْدَہ لکھی تھی۔ وہ بھی اس خیال سے لکھی تھی۔ کہ خود میں اور دوسرے لوگ جو اس کا ورد کرتے ہیں۔ اگر انہیں کسی لفظ کے معنے میں شک و شبہ ہو تو اس کو دیکھ لیا کریں کیونکہ میں نے ہر ایک شعر کے مشکل الفاظ کے عام فہم مختصر معنے لکھ دیے تھے۔ اور اسکے ساتھ ترجمہ اور تشریح بھی ہر شعر کی لکھی تھی۔ الحمدللہ وہ اس قدر مقبول ہوئی کہ لوگوں نے اس کو بڑے شوق سے تعویذ جان بنایا۔ مجھے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی۔ کہ بعض فضلائے نامدار تدریس کے وقت اس کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ میری تحقیقات اُن سے اعلیٰ ہے۔ بلکہ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کی شرح کی ترتیب میں نے اسطرح کی ہے کہ سرسری نظر میں ہر ایک شعر کے تمام الفاظ کے معانی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طویل شرحیں اور کتب لغات کے دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ میں نے الفاظ کے معنے کیلئے کتب لغات و شروح دیکھنے میں بہت محنت اٹھائی ہے۔ اور کافی وقت صرف کیا ہے۔ میری یہ ترتیب اور طریق علما و فضلا کو پسند آیا۔ اور انہوں نے درس کے وقت اس سے حسب ضرورت کام لیا ؂

اس کی مقبولیت طبقۂ علماء و عوام میں غیر متوقع ہے۔ اب بھی عام لوگوں کا شوق اس کی طرف بدستور ہے لیکن حالت یہ ہے کہ اب ایک نسخہ بھی اس کا نہیں ملتا۔ جس کے پاس اس کا نسخہ ہے۔ وہ کسی دوسرے کو نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ میرے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ نہ رہا۔ لوگوں کے تقاضے کی وجہ سے بہت مدت سے میں یہ خیال کرتا تھا۔ کہ اس کو پھر طبع کرایا جائے۔ مگر فرصت نہ ملی سالحمدللہ کہ خدا تعالےٰ نے فرصت دی۔ میں نے اپنی سابقہ شرح کو پھر دیکھا۔ اور اس پر بہت کچھ اضافے کئے۔ اور تلمیحات کو زیادہ تشریح

سے لکھا۔ جس جس شعر کی تاثیر بسند صحیح معلوم ہوئی۔ اُس کو درج کیا ؛

اس قصیدہ کے بعض اعراب کی نسبت بعض شارحین کا اختلاف ہے۔ مَیں نے وہ اعراب لگائے ہیں۔ جن پر اکثر شارحین کا اتفاق ہے۔ اور جن میں زیادہ تاویل اور تکلیف کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نیز جو شعار دوسرے نسخوں میں زائد ہیں۔ اور پہلی شرح میں رہ گئے تھے۔ ان کو بھی شامل کیا۔ الغرض پہلی شرح سے اس میں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے ؛

اس شرح میں مَیں نے ایک اور مفید اضافہ یہ کیا ہے۔ کہ ہر ایک شعر کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ اور اس میں یہ خیال رکھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اشعار کے الفاظ کا ترجمہ۔ اور شعر کا مضمون عام فہم ہو جائے۔ اِن اضافوں اور تشریحات کی وجہ سے میری یہ جدید تصنیف سمجھی جانی چاہئے۔ اسی وجہ سے مَیں نے اِس کا نام حُسْنَ الْجُرْدَۃُ فِی شَرْحِ الْقَصِیْدَۃِ الْبُرْدَہ رکھا ہے ؛

مَیں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ اس شرح کے لکھنے میں بجز اس کے کہ میں خدا تعالےٰ اور حضور صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رضا حاصل کروں۔ اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی برکت سے مَیں دنیاوی حاجات کا محتاج نہیں۔ پس میری شرح کی زیب و زینت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ مَیں اس شرح کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذاتِ اقدس سے انتساب کروں۔ جن کی نعت میں یہ قصیدہ لکھا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ عمل بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں مقبول اور میرے والدین علیہما الرحمۃ کے لئے وسیلۂ نجات و مغفرت ہو گا ؎

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَی الدَّارَیْنِ مِنْ یَدِہٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلِمٖ

اے میرے خدا میرا یہ عمل قبول اور مجھے دونوں جہان کے حسنات عطا فرما ؎

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را
من نیز حاضر مے شوم شرحِ قصیدہ در بغل

شُکریّہ

مَیں اپنے عزیز فرزند (برادرزادہ) مولوی حاجی احمد صاحب مولوی فاضل ومنشی فاضل پروفیسر صادق کالج بھاولپور کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس شرح کی ترتیب و ترمیم اور اضافوں میں علمی امداد دی۔ اور میرے ساتھ ہر ایک لفظ کی تحقیقات میں شریک رہے۔ اور مجھے اُن کی تحقیقات سے بہت فائدہ پہنچا۔

دُعاء

اے خدائے پاک اس قصیدہ کی برکت سے میری تمام تکلیفوں کو رفع کر۔ اور مجھے صراطِ مستقیم پہ چلنے کی توفیق دے۔ اور آخرت میں مجھے اور میرے والدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین ٭

مختصر حالات ناظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قصیدہ بُردہ کے ناظم علیہ الرحمۃ کا نام امام شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید بن عماد بن محسن بن عبداللہ بن منہاج بن بلال منہاجی ہے۔ آپ بوصیری کے لقب سے ملقب تھے۔ آپ کا حال کتب ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے:۔

فوات الوفیات مصنفہ ابن شاکر جلد دوم صفحہ ۲۰۵ ٭

حسن المحاضرہ مصنفہ سیوطی رح جلد اول صفحہ ۲۷۳ ٭

انسائیکلیو پیڈیا آف اسلام جلد اوّل صفحہ ۸۰۴ ٭

معجم البلدان جلد اول صفحہ ۶۰۳ مطبوعہ مصر ٭

آپ مغربی الاصل ہیں۔ دلاص میں پیدا ہوئے اور بوصیر میں جو ملک مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے، نشو و نما پائی۔ آپ شوال کے پہلے سہ شنبہ ۶۰۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۹۶ھ میں وفات پائی۔ حافظ فتح الدین ابن سیدالناس نے لکھا ہے۔ کہ آپ نظم میں جزار اور وراق سے (جو مشہور شاعر ہیں) فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے زیادہ فائق و افضل تھے۔ تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ بہاءالدین وزیر کے ہمعصر ہیں۔ جو ۵۸۱ھ بمقام وادی نخلہ (حوالی مکہ مکرمہ) میں پیدا اور ۶۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ ان دونوں کے شاعرانہ کلام میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہمعصر ہونے کے لئے یہ تشریح ضروری ہے۔ کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا جب تولد ہوا۔ تو اُس وقت بہاءالدین کی عمر ۲۷ سال کی تھی اور امام بوصیری رح بہاؤالدین وزیر کی وفات کے بعد ۴۰ سال زندہ رہے۔ امام بوصیریؒ کسی بادشاہ کے مشیر تھے۔ آپ نے بادشاہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے اور حضور علیہ السلام کی نعت میں اس قصیدہ کے علاوہ اُن کے اور قصائد بھی ہیں۔ اِس قصیدہ کی نسبت متواتر روایت ہے۔ کہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بادشاہ وقت کے حضور سے واپس آرہے تھے۔ کہ راستے میں شیخ ابوالرجاء رحمۃ اللہ علیہ جو ناظم علیہ الرحمۃ کے دوست اور ایک صالح متقی اور قطب وقت تھے، مل گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آج رات خواب میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں؟ آپ نے کہا۔ کہ اس رات تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ لیکن آپ کے فرمانے سے میرے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا ایک خاص جذبہ پیدا ہوا۔ ناظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں گھر آکر سو گیا تو خواب میں مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں چند قصائد پڑھے جن میں سے ایک قصیدہ مضریہ تھا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

يَا رَبِّ صَلِّ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرٍ
وَالْأَنْبِيَا وَجَمِيعِ الرُّسْلِ مَا ذُكِرُوا

اور دوسرا قصیدہ محمدیہ جس کا مطلع یہ ہے ؎

مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ الْاَعْرَابِ وَالْعَجَمِ
مُحَمَّدٌ خَیْرُ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی قَدَمِ

بعد ازیں جب میں مرض فالج میں مبتلا ہوُا۔ اور میرا نچلا حصہ بدن کا بالکل نکما ہوگیا۔ تو مَیں نے ارادہ کیا کہ اس مرض سے نجات پانا مشکل ہے۔ بجز اس کے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کروں۔ مَیں نے جب یہ قصیدہ ختم کیا۔ تو اُسی رات خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوُا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں یہ قصیدہ پڑھا جب مَیں قصیدہ پڑھ چکا۔ تو جناب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے تمام بدن پر پھیرا۔ جب مَیں صبح اُٹھا۔ تو بالکل اچھا تھا۔ لیکن یہ معاملہ مَیں نے کسی پر ظاہر نہ کیا۔ پھر ایک دن اتفاقاً شیخ ابوالرجاءؒ سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے۔ کہ آپ وہ قصیدہ مجھے دیں۔ جو آپ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں لکھا ہے۔ مَیں نے کہا۔ کہ کونسا قصیدہ؟ مَیں نے تو کئی قصیدے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں لکھے ہیں۔ فرمایا۔ وہ قصیدہ جو اَمِنْ تَذَکُّرِ الخ سے شروع ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوُا۔ فرمایا کہ مَیں نے گزشتہ رات آپ کو حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصیدہ پڑھتے دیکھا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت سُرور اس طرح ہل رہے تھے جس طرح پر ثمر شاخ ہوا کے جھونکوں سے ہلا کرتی ہے۔ جب مَیں نے یہ قصیدہ شیخ ابوالرجاءؒ کی خدمت میں پیش کیا تو پھر ہر طرف اس کی اشاعت ہوگئی۔

جب اس قصیدے سے بہاء الدین وزیر ظاہر باللہ مشرف ہوئے۔ تو آپ نے نہایت محبت و شوق سے سُنا۔ اور ایک نسخہ اپنے پاس رکھ لیا۔ اور نذر مانی کہ مَیں اس قصیدہ مبارکہ کو بشرائط مقررہ پڑھا کرونگا۔ الغرض یہ قصیدہ بلحاظ فصاحت و بلاغت اور اظہار کمالات نبویہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی مقبول و مطبوع ثابت ہوُا ہے۔ اور اکابر حضرات صوفیہؒ نے اس کو

ہمیشہ اپنا ورد بنایا ہے ؛

اِس قصیدہ کے تین نام ہیں۔ ایک بُردہ جو مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کے کئی وجوہ ہیں ایک یہ کہ بُردہ بروزن فُعلہ وہ شے جس کو ریتی سے چمکایا جائے۔ لُغت میں بَرَدْ ریتی سے رگڑنے کو اور مِبْرَد ریتی کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ زوائد و حشو اور تعقید سے پاک و صاف ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ یا برد معنی خُنکی (راحت و آرام) سے مشتق ہے۔ چونکہ اس قصیدہ کے پڑھنے اور سننے سے دل کو راحت اور آرام حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس نام سے موسوم ہوا۔ یا اِس لئے کہ ناظم رح کو شفاء کامل ہوگئی تھی۔ یا بُردہ بمعنے چادر ہے۔ چونکہ ناظم رح کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بارگاہ سے قصیدہ کے صلہ میں بحالت خواب چادر مبارک عطا ہوئی تھی۔ اِس لئے یہ قصیدہ اس نام سے مشہور رہا ؛

دوئم بعض نے لکھا ہے کہ اس کا نام بُرءۃ ہے۔ چونکہ ناظم رح کو اس کے پڑھنے سے بُرءت یعنی مرض سے شفا ہوئی تھی۔ اِس لئے یہ نام مناسب ہے ؛

سوم بعض کا خیال ہے کہ اس کا نام بردیہ منسوب به برد بمعنے چادر ہے۔ جس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بردہ اس چادر کو کہتے ہیں جس میں مختلف رنگ کی دھاریاں ہوں کوئی سُرخ۔ کوئی سفید۔ کوئی زرد۔ کوئی سبز اور کوئی سیاہ وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ اِس قصیدہ میں مختلف مضامین ہیں۔ مثلاً عشق کا تذکرہ۔ پھر اپنے قصور کا اعتراف کہ اس نوافل کا توشہ جمع نہیں کیا۔ پھر آیات قرآنی کی برکات کا بیان۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ولادت پُر سعادت اور معجزات کا ذکر۔ بعد ازاں حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مجاہدین کی شجاعت کی مدح۔ اس وجہ سے قصیدہ کو بردہ کہا گیا ؛

بعض شارحین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ در اصل قصیدہ بُردہ۔ یا نت سُعاد ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے ناظم علیہ الرحمۃ کو اپنی چادر عطا فرمائی تھی۔ تاریخ الخلفاء میں ہے :۔

فصل فی شان البردة النبویة التی تداولها الخلفاء الی اخر وقت

اخرج السلفی فی الطوریات بسنده الی الاصمعی عن ابن عمرو بن العلاء ان کعب بن زهیر رض لما انشد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قصیدته بانت سعاد رمی الیه ببردة کانت علیه فلما کان زمن معٰویة رض کتب الی کعب بعنا بردة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعشرة الاف درهم فابی علیه فلما مات کعب بعث معٰویة رض الی اولاده بعشرین الف درهم واخذ منهم البردة التی هی عند الخلفاء ال عباس رض و هکذا قاله خلائق اخرون رح اما الذهبی فقال فی تاریخه اما البردة التی عند الخلفاء ال عباس رض فقد قال یونس بن بکیر عن ابن اسحٰق فی قصة غزوة تبوک ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اعطی اهل ایلة بردة مع کتابه الذی کتب لهم امانا لهم فاشتراها ابو العباس السفاح بثلثمائة دینار قلت فکانت التی اشتراها معٰویة رض فقدت عند زوال دولة بنی امیة - واخرج الامام احمد حنبل رح فی الزهد عن عروة بن الزبیر رض - ان ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الذی کان یخرج فیه للوفد رداء حضرمی طوله اربعة اذرع وعرضه ذراعان وشبر فهو عند الخلفاء قد خلق وطووه بثیاب تلبس یوم الاضحیٰ والفطر فی اسناده ابن لهیعة - وقد کانت هذه البردة عند الخلفاء یتوارثونها ویطرحونها علی اکتافهم فی المواکب جلوسا ورکوبا وکانت علی المقتدر حین قتل وتلوثت بالدم واظن انها فقدت فی فتنة التتار فانا للہ وانا الیه راجعون ۔

ترجمہ - فصل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کے بیان میں جس کو خلفاء عظام اخیر زمانہ تک بطور تبرک زیب تن فرماتے رہے ۔

امام سلفی نے طوریات میں بسند اصمعی ابن عمرو بن العلاء سے روایت کی ہے - کہ جب کعب رض بن زہیر نے اپنا قصیدہ بانت سعاد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پڑھا - تو جو چادر حضور علیہ السلام

اُس وقت اوڑھے ہوئے تھے۔ کعبؓ کی طرف پھینک دی۔ یعنی بطور خلعت عطا فرمائی حضرت معاویہ رضؓ نے اپنے زمانہ حکومت میں کعبؓ کو لکھا کہ حضور علیہ السلام کی چادر مبارک دس ہزار درہم کے عوض ہمارے پاس فروخت کر دیں۔ مگر کعبؓ نے چادر فروخت کرنے سے انکار کیا۔ جب کعبؓ فوت ہوئے تو پھر معاویہؓ نے اُس کے وارثوں کو بیس ہزار روپیہ پیش کیا! در یہ چادر جو بعد میں خلفائے عباسیہ کے پاس بطور تبرک رہی، خرید لی۔ ایسا ہی دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے لیکن وہ بھی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ قصہ غزوہ تبوک کے ضمن میں یونس بن بکیر ابن اسحاق سے روایت کرتا ہے۔ کہ جو چادر خلفائے عباسیہ کے پاس تھی۔ وہ وہی تھی جو حضور علیہ السلام نے اہل ایلہ کو اُس فرمان کے ساتھ جس میں آپ نے اُن کو امان دی تھی۔ عطا کی۔ پھر اہل ایلہ سے خلیفہ ابوالسفاح نے تین سو دینار سے خرید لی۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ جو چادر معاویہ رضؓ نے کعبؓ کے وارثوں سے خریدی تھی۔ وہ تو خلفائے بنی اُمیہ کی زوال خلافت کے ساتھ ہی گم ہو گئی تھی۔

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "زھد" میں عروہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ چادر جس کو پہن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نمایندگانِ قوم سے ملاقات فرماتے تھے۔ وہ چادر حضرمی تھی (حضرم یمن میں ایک قصبہ ہے) اس کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ یہی چادر خلفاء کے پاس تھی۔ یہ جب کہنہ و دریدہ ہو گئی۔ تو خلفاء عظام عید اضحیٰ اور عید فطر کے موقع پر اس کو اپنے کپڑوں میں تبرکاً لپیٹ لیتے تھے! اور اُس کے اسناد میں ابن لہیعہ ہے (جو ضعیف راوی ہے) اور یہی چادر تھی جو خلفاء کو یکے بعد دیگرے ورثہ میں ملتی رہی! اور جب خلفاء اپنے لشکروں کا جائزہ لینے کے لئے بیٹھتے یا سوار ہوتے۔ تو تبرکاً اُس کو اپنے شانوں پر ڈال لیتے تھے۔

جب خلیفۃ المقتدر شہید ہوئے۔ تو آپ یہی چادر پہنے ہوئے تھے۔ جو خون سے لت پت ہو گئی۔ اور میرا خیال یہ ہے۔ کہ یہ تتار کے جنگ میں گم ہو گئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ انتہے۔

مَیں نے اِس کی تشریح اپنی شرح صَادِقُ الاِرْشَادِ فِی شَرْحِ بَانَتْ سُعَادُ میں مفصّل لکھی ہے۔

قصیدہ کا وزن

یہ قصیدہ مبارکہ بحر بسیط میں ہے۔ وزن مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو دفعہ۔ اور رکن چہارم اس کا ضروری مخبون ہے۔ اور رکن سوم ہر جگہ سالم۔ اور پہلا اور دوسرا رکن کسی جگہ سالم اور کہیں مخبون ہے۔ اور کسی جگہ پہلا مخبون اور دوسرا سالم۔ اور کہیں بالعکس۔ خبن اس حذف کا نام ہے۔ کہ رکن کے اوّل میں سبب خفیف کے ساکن حرف کو گرا دیا جائے۔ جس سے فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے مفاعلن رہ جائے گا۔ حرف روی میں بہت جگہ اشباع واقع ہوا۔ اور بعض جگہ نہیں۔ جیسا کہ حمی اور ظلمی میں۔

آداب تلاوت قصیدہ

شرح کے شروع کرنے سے پہلے چند ایک ضروری اُمور کا ذکر کرنا لازمی ہے حصول حاجات یا دفع بلیات یا رفع مشکلات کے لئے اس کا پڑھنا شرائط ذیل پر موقوف ہے:۔

(۱) جس دن اس کا وظیفہ شروع کرنا ہو۔ اُس دن حسب توفیق چند فقرا کو اچھا کھانا کھلایا جائے۔

(۲) غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہننا۔ اور خوشبو لگانا۔ اور پاک جگہ پر گوشۂ تنہائی میں رو بقبلہ ہو کر پڑھنا۔

(۳) صحت الفاظ و اعراب کو ملحوظ رکھنا۔ (جو لوگ کم قابلیت رکھتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ کسی عالم سے اس کو پڑھ لیں)۔

(۴) ہر ایک شعر کے معنے اور مفہوم کو سمجھنا۔ اگر عربی نہ جانتا ہو۔ تو اپنی زبان میں اس کے مطلب کو ملحوظ رکھے۔ جیسا کہ مَیں نے ہر ایک شعر کا مطلب اس شرح میں لکھ دیا ہے۔

(۵) اس کو نظم میں پڑھنا یعنی نظم کے طریق پر ہر ایک مصراع کو ادا کرنا۔ نہ کہ نثر کے طور پر۔

(۶) اگر یاد ہو تو زبانی پڑھے - ورنہ کتاب پر - اور پڑھنے کے دوران میں کوئی دنیاوی کام یا بات چیت نہ کرے: بجز اس کے کہ اس کو وضو کی ضرورت ہو ۔

(۷) کسی صحیح عقیدہ بزرگ سے جو اس کا مجاز ہو - اجازت حاصل کرنا ۔

(۸) ہر ایک شعر کے بعد بالتخصیص یہ درود شریف پڑھنا :-

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(۹) ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کا وظیفہ جاری رکھنا ۔

(۱۰) جن لوگوں کو یہ قصیدہ یاد ہو - ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ آدھی رات کو تاریکی میں نہایت خضوع و خشوع سے سر برہنہ کھڑے ہو کر باداب یالا پڑھیں ۔

(۱۱) اس کے بعد سجدہ میں جو حاجت ہو - اس کے لئے بارگاہ ایزدی میں بطفیل سید کونین احمد مختار محمدؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگے ۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کی برکت سے اُس کی حاجت پوری ہوگی ۔ اور اگر دفع مصیبت کے لئے پڑھے تو مصیبت سے نجات پائیگا اس بارہ میں لاکھوں شہادتیں اور روایات ہیں ۔ کہ گدا سے لے کر بادشاہ تک اسکی برکت سے فائز المرام ہوئے ۔

اس گنہگار نے تو کئی دفعہ آزمایا ہے ۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوا ۔ کہ میں نے اس کا ورد جائز حاجات کیلئے کیا - اور محروم رہا - وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء ۔

احقر العباد محمد عبد المالک عفی عنہ

شرحِ قصیدۂ بُردہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ فِیْ خِطَابِ النَّفْسِ

(۱) اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَۃٍ بِدَمٖ

یا ز یادِ اُلفتِ ہمسایگانِ ذی سلم
اشکہائے چشم آمیختی با خوں بہم؟

ہمزۂ استفہام بطریق تجاہل۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں کس لئے روتا ہوں۔ مِنْ سببیہ جار مجرور متعلق مَزَجْتَ تَذَکُّر مصدر۔ مادہ اس کا ذِکر بالکسر یا ذُکر بالضم۔ ذِکر بالکسر زبان سے یاد کرنا و بالضم دل سے یاد کرنا۔ تذکُّر مصدر مضاف۔ جیران مفعول مضاف الیہ فاعل اس کا کاف خطاب محذوف ہے۔ ای من تذکُّرک جیرانًا۔ تیرا ہمساؤں کو یاد کرنا۔ جیران جمع جار ہمسایہ مراد محبوب کا قبیلہ عرب خانہ بدوش جنگلوں میں کبھی

کسی جگہ کبھی کسی جگہ رہتے ہیں۔ اس لئے ایامِ گزشتہ مواصلت و موانست انسان کو یاد آتے ہیں اور وہ یادِ ایام سے متاثر ہوتا ہے۔ سلم درخت مغیل یعنی ببول۔ ذی سلم نام موضع جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے۔ بوجہ کثرت درختانِ مغیل اس نام سے مشہور ہوا۔ سلم وہ درخت خاص جس کے نیچے حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ کو تشریف لے جاتے وقت آرام فرمایا کرتے تھے۔ مزجت فعل ماضی مخاطب مزج ملانا۔ دمع آنسو جرٰی فعلِ ماضی جریان جاری ہونا۔ مِن متعلق جرٰی۔ مقلۃ حدقۂ چشم آنکھ کا ڈھیلا۔ مراد آنکھ با جارہ متعلق مزجت کے دم خون +

ترجمہ۔ کیا تُو نے مقام ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں آنسوؤں کو (جو تیری) آنکھ سے جاری ہیں خون سے ملا دیا ہے +

تشریح۔ آنسوؤں کو خون آلودہ کرنا مراد کثرت گریہ سے ہے۔ شاعر اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ شعراء عموماً قصیدے کے آغاز میں اپنے آپ کو ایک غیر شخص تصور کر کے خطاب کیا کرتے ہیں۔ اس کو اُن کی اصطلاح میں تجرید کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ۔۔۔ صد سال میتواں بتمنا گریستن

حاصل شعر یہ ہے کہ کیا مقام ذی سلم کے حبیبؐ کی فرقت میں تو رو رہا ہے +

(۲) اَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَآءِ كَاظِمَةٍ
اَوْ اَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَآءِ مِنْ اِضَمِ

یا وزید از کاظمہ بادِ نسیمِ صبحدم؟	یا درخشیدہ لشب برق از سر کوہِ اضم؟

اَم بمعنے یا۔ استفہام اور عطف کے معنی کا متضمن اور اکثر ہمزۂ استفہام کے مقابلے میں وسط کلام میں واقع ہوتا ہے۔ اور ہمزۂ استفہام ابتدائے کلام میں آتا ہے۔ اِس کا عطف پہلے شعر پر ہے یعنی امن تذکر جیران ام ھبت الریح۔ اور ایسا ہی اَو جو اس شعر کے دوسرے مصرع او اومض البرق الخ کے ابتدا میں ہے۔ ہمزۂ استفہام۔ اَم اور اَو ایک ہی سلسلے میں ہیں۔ اَم متصلہ و منقطعہ دونوں معنی میں آتا ہے۔ متصلہ کا تعلق کلام ماقبل سے ہوتا ہے اور منقطعہ کا اتصال ماقبل سے نہیں ہوتا۔ یہاں اَم متصلہ ہے۔ بعض شارحین نے اس کو منقطعہ لکھا ہے اور دونوں شعروں کو الگ الگ قرار دیا ہے۔ یہ فصاحت کے خلاف ہے۔ بعض نسخوں میں واو ہے۔ اِس صورت میں واو بمعنی اَو ہے۔ ھبت فعل ماضی۔ افادہ فعل حال کا دیتا ہے۔ ھبوب ہوا کا چلنا۔ ریح ہوا یا بوئے خوش مِن ابتدائیہ۔ تلقاء طرف۔ جانب۔ کاظمہ مدینہ منورہ کا نام ہے۔ اور نیز مدینہ منورہ کے نواح میں ایک بستی اور بصرہ کے قریب ایک جنگل ہے اور ایک معشوق کا نام بھی ہے۔ اَو حرف تردید اومض فعل ماضی۔ ایماض بجلی کا آہستہ آہستہ چمکنا۔ برق بجلی۔ فی الظلماء۔ فی جار ظلماء شب تاریک ہے مجرور متعلق اومض کے مِن جار اضم بکسر اول و فتح ثانی مدینہ منورہ کے پاس ایک پہاڑ ہے۔ مجرور متعلق اومض فعل کے ہے۔

ترجمہ۔ یا موضع کاظمہ کی طرف سے ہوا چل رہی ہے۔ یا شب تاریک میں کوہ اضم سے بجلی چمک رہی ہے۔

تشریح:۔ کیا تیرا رونا ذی سلم کے معشوق کی یاد میں ہے۔ یا موضع کاظمہ کی جانب سے جہاں تیرا معشوق رہتا ہے۔ ہوا چل رہی ہے اور وہ تیری آتش عشق کو

مشتغل کر رہی ہے۔ یا کوہِ اِضم سے جہاں تیرا معشوق مقیم ہے۔ بجلی کا چمکنا تیرے دل کو
دیوانہ اور شیفتہ بنا رہا ہے۔ جس سے بے اختیار تیری آنکھوں سے خون جاری ہے مختلف
مقامات کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ عرب خانہ بدوش مختلف موسموں میں مختلف مقامات میں
رہا کرتے ہیں! ور ہر ایک مقام اور اُس کے رہنے والوں سے خاص محبت رکھتے ہیں۔
اِس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ مختلف مقامات میں رہ چکا ہے۔

(۳) فَمَا لِعَیْنَیْکَ اِنْ قُلْتَ اکْفُفَا هَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِکَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ یَهِمِ

چیست قلبت را کہ گوئی باش افزا یدجنوں	چیست چشمت را چو گوئی ضبط کن ریزد ز دل

فَاءِ فصیحہ ہے جو شرط محذوف کو ظاہر کرتی ہے۔ شرط محذوف یہ ہے۔ ان لم یکن
مزجت الدمع بالدم من العشق۔ اگر تیرا گریہ خون آلود عشق کی باعث نہیں ہے
تو پھر تیری آنکھوں اور تیرے دل کو کیا ہوا کہ سنبھلتے نہیں۔ ما استفہامیہ۔ عینین تثنیہ
عین آنکھ۔ ان قلت اکففا۔ اِنْ شرطیہ۔ قلتَ فعل ماضی مخاطب۔ قول کہنا زبان سے
یا دل سے۔ اکففا صیغہ تثنیہ امر۔ کف روکنا۔ رکنا۔ لازم و متعدی ہے۔ ھمتا
صیغہ ماضی مونث از باب ہمی یہمی ہمیا و ہمیانا۔ پانی اور آنسو کا جاری ہونا۔ قلب
دل۔ استفق امر استفاقت سے۔ افاقہ ہوش میں آنا۔ ہشیار ہونا۔ یھم۔ ہام یہیم ہماد
ہیمانا سے۔ فعل مضارع ہے ھیمان حیران ہونا۔ پریشان و سرگشتہ ہونا۔ ان قلت
اکففا اور ان قلت استفق میں طھما اور لہ محذوف ہیں۔ اِنْ شرطیہ اس لئے لایا گیا ہے
کہ جب کوئی عاشق منع کرنے پر زیادہ اظہار محبت کرے تو اُس کا عشق ثابت سمجھا جاتا ہے۔ پہلے مصرع میں

ھمتا صیغۂ ماضی تثنیہ۔ اور دوسرے مصرع میں یھمِ مضارع استعمال کرنے میں عجیب نکتہ ہے یا ماضی ثابت شدہ امر کے لئے اور مضارع آیندہ آنے والی چیز کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ چونکہ آنکھوں کا گریہ نظر آتا ہے وہ ثابت شدہ امر ہے۔ اور دل کی حیرانگی پوشیدہ ہے اس پر لوگوں کو اطلاع کم ہوتی ہے +

ترجمہ:- پس اگر یہ نہیں تو تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا کہ اگر تو انہیں کہتا ہے کہ تھم جاؤ تو وہ اور بھی زیادہ بہنے لگتی ہیں۔ اور تیرے دل پر کونسی آفت آن پڑی کہ اگر تو اُسے کہے کہ سنبھل جا تو اُس کی سراسیمگی اور بڑھ جاتی ہے +

تشریح:- اگر تیرا گریہ معشوق کے فراق سے نہیں ہے تو تیری آنکھوں سے کیوں بے اختیار آنسو جاری ہیں۔ اور تیرا دل کیوں غمناک اور اندوہگین ہے؟

تاریخ فرشتہ نے اس شعر کی تاثیر کا ذکر کیا ہے (دیکھو جلد دوم مقالہ نہم ذکر سلطنت شاہ حسین ثانی لنگاہ) جب شاہ محمود لنگاہ فوت ہو گیا۔ اور ملتان کا محاصرہ مرزا شاہ حسین ارغون نے کیا۔ تو مولانا سعد الدین لاہوری جو اُس زمانے کے مشہور فاضل تھے۔ اس وقت جامع مسجد ملتان میں مسند آرائے تدریس علوم دینیہ تھے۔ آپ اپنے حالات میں لکھتے ہیں۔ کہ قلعۂ ملتان کا محاصرہ ایسا سخت تھا۔ کہ نہ کوئی آدمی باہر سے آسکتا تھا اور نہ قلعہ کے اندر سے باہر جا سکتا تھا۔ اذوقہ ختم ہو گیا تھا۔ لوگ کُتّے اور بِلّے تک کھانے لگے۔ آخر کار قلعہ فتح ہو گیا +

مرزا شاہ حسین کی فوج نے شہر کو لوٹنا شروع کیا۔ ہمارے مکان عالی نشان کو دیکھ کر سپاہی اندر گھس آئے۔ اور میرے والد ماجد مولانا ابراہیم جامع کو جنہوں نے ۶۵ سال خدمتِ تدریس تفاسیر و احادیث انجام دی تھی گرفتار کر کے لیگئے پھر

مجھے بھی قید کر لیا۔ ہماری یہ بند و حراست اس لئے تھی کہ ہم اپنا دفینہ اُن کے پیش کریں وہ ہمارا تمام اسباب لوٹ کر لے گئے۔ اور مجھے وزیر کے پاس حاضر کیا۔ اور کہا ان کے پاس بہت دولت مدفون ہے ان کے مکانات عالیشان اور ان کا رخت خانہ دلالت کرتا ہے کہ یہ بڑے خزانے کے مالک ہیں۔ وزیر نے مجھے ایک طویل زنجیر میں جکڑا اور زنجیر کا دوسرا سرا اپنے تختِ چوبیں سے جس پر وہ بیٹھا تھا باندھ دیا۔ میں زار زار روتا تھا۔ اور زیادہ میرا گریہ اپنے ضعیف العمر والد ماجد کی گرفتاری کی وجہ سے تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

وزیر نے خدمتگار کو حکم دیا کہ وہ قلم دوات اور کاغذ لائے۔ خدمتگار نے تعمیل کی۔ وزیر کسی ضرورت کے لئے اندر چلا گیا۔ میں نے جرأت کر کے ایک کوزہ لے کر جو پاس ہی تھا وضو کیا۔ اور وزیر کے تخت پر جو کاغذ رکھا تھا۔ اُس پر قصیدہ بُردہ کا یہ شعر ؎

فما لعينيك ان قلت اكففا همتا   وما لقلبك ان قلت استفق يهم

لکھا۔ جب وزیر آیا اور اُس نے یہ شعر لکھا ہوا دیکھا تو ادھر اُدھر نظر کی کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ متحیر ہو کر پُوچھا یہ کس نے لکھا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے لکھا ہے۔ میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اپنی تمام مصیبت اور حضرت والد ماجد کی گرفتاری کا حال بیان کیا۔ بے تابانہ اُٹھ کھڑا ہوا اور مجھے ایک عمدہ پوشاک پہنا کر مرزا شاہ حسین کی خدمت میں حاضر کیا۔ اور ہمارے خاندان کا حال عرض کیا۔ مرزا شاہ حسین ارغون لرزہ براندام ہو گیا۔ اور حکم دیا۔ کہ حضرت مولانا ابراہیم جامع جہاں کہیں اسیر ہیں۔ اُن کو باعزاز تمام لائیں۔ چنانچہ والد ماجد تشریف لائے۔ مرزا نے اُن کو تعظیم دی۔ اور اپنے

پاس بٹھایا اور ہمارا تمام اسباب واپس کیا جو نہ ملا اُس کی قیمت ادا کی۔ اور التماس کی کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ والد ماجد نے کہا کہ میں سفرِ آخرت پر آمادہ ہوں مجھے معاف کریں ۔ اس شعر کی یہ تاثیر ہے کہ اگر کوئی مصیبت زدہ اس کو پڑھے تو اُس کی مصیبت فوراً دُور ہو جاتی ہے ۔

صوفیوں نے لکھا ہے کہ اِن ہر سہ اشعار کا یہ خاصّہ ہے کہ اگر کوئی جانور سرکش جلانے سے رام و مرتاض نہ ہو تو ان شعروں کو چینی یا شیشے کے پیالے میں بارش کے پانی سے لکھ کر اُس کو پلایا جائے۔ تو وہ مطیع و فرمانبردار ہو جاتا ہے ۔ اور جس شخص کی زبان تقریر کرتے وقت رُکتی ہو۔ اِن اشعار کو ہرن کے چمڑے پر لکھ کر بازو پر باندھے۔ وہ تقریر میں نہیں رُکتا ۔

(۴) اَیَحسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الحُبَّ مُنکَتِمٌ
مَا بَینَ مُنسَجِمٍ مِّنہُ وَّمُضطَرِمٍ

عاشق انگارد کہ عشق او بماند در نہاں	درمیانِ چشمِ گریاں سینۂ آتش فشاں

ہمزۂ استفہامیہ بمعنی انکار۔ یحسب سین پر فتح و کسرہ پڑھنا دونوں درست ہیں فعل حال حسبان خیال کرنا۔ گمان کرنا سمجھنا۔ صب در اصل مصدر بمعنے بہنا ہے۔ چونکہ عاشق آنسو بہاتا ہے اِس لئے بطور مبالغہ عاشق کو کہتے ہیں۔ ان تحقیق و تاکید کے لئے آتا ہے یعنی عشق کے ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ حب محبت۔ منکتم پوشیدہ ہونے والا۔ اسم فاعل ہے ما بین میں ما زائد ہے۔ بین ظرف۔ درمیان منسجم اسم فاعل بہنے والا۔ اِنسجام پانی کا بہنا۔ منہ کی ضمیر مجرور حب

کی طرف ہے۔ واو عاطفہ مضطرم مشتعل مضطرما اور منسجم موصوف محذوف کی صفات ہیں۔ ای دمع منسجمٌ وقلبٌ مضطرمٌ ۔

ترجمہ:۔ کیا عاشق یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ راز محبت اس کے اشک رواں اور دل بریاں کے ہوتے ہوئے چھپ سکے گا؟ ہرگز نہیں۔

تشریح۔ عاشق یقیناً جانتا ہے۔ کہ جس حالت میں آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں اور دل سے آہ نکل رہی ہے اُس کا عشق کسی صورت میں چھپ نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ دونوں غماز ہیں۔ اور معتبر گواہ ہیں۔ ان کے ہوتے عشق کا پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے کہ عشق و مشک را نتواں نہفتن۔

(۵)

لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

گر نبودے عشق کے بگریستی بر شتہ ہا	چوں شدے از یاد بان و کوہ بے خوابی ترا

لولا چار طرح پر استعمال ہوتا ہے۔ اوّل جملہ اسمیہ پر اس کا داخل ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ جب کسی چیز کے مقابلے میں کوئی غیر چیز موجود ہے تو وہ چیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں اُس کی خبر واجب الحذف ہوتی ہے۔ دُوسرا تخصیص کیلئے جب یہ مضارع پر واقع ہو۔ تیسرا کسی کو تنبیہ اور شرمندہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں یہ ماضی کے لئے خاص ہے۔ چوتھا استفہام کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اس شعر میں لولا کا استعمال بمعنے اوّل ہوا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ لولا الهوىٰ موجود فيك گویا موجود فيك حذف کیا گیا ہے۔ هوىٰ محبت اور

هوٰی مصدر ہے۔ھوٰی بالعموم تین معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اوّل غیر مشروع امر کی خواہش دوم عشق و محبت۔ سوم محبوب۔ یہاں دوم و سوم کے معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی اگر تجھے عشق و محبت نہ ہوتا یا تیرا کوئی محبوب و معشوق نہ ہوتا۔ تو نہ آنسو بہاتا اور نہ جاگتا لیکن چونکہ تو آنسو بہاتا اور جاگتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ تو کسی کا گرویدۂ محبت ہے۔ لم ترق اصل میں لم ترِوق تھا۔ واو بوجہ کسرہ ماقبل کے یا ہوگیا اور یا التقائے ساکنین کے باعث گرگئی۔ لم ترق صیغۂ جحد بلم ماضی منفی اراقت بہانا۔ دمع آنسو۔ طلل منہدم مکان کے آثار اور نشان۔ اَرِقْتَ فعل ماضی از اَرِقَ یَارَقُ ارقاً۔ ارق بیخوابی۔ لذکر لام سببیہ جار مجرور متعلق اَرِقْتَ۔ ذکر یاد کرنا۔ بان سرو اور شمشاد کی طرح ایک سیدھا درخت عرب میں ہوتا ہے۔ جس سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں علم پہاڑ۔ اور مراد اس سے کوہ اضم ہو سکتا ہے۔

ترجمہ۔ اگر تجھے کسی کی محبت نہ ہوتی۔ تو کھنڈرات پر کیوں آنسو بہاتا۔ اور درخت بان اور کوہ اضم کی یاد میں کیوں راتوں جاگتا؟

تشریح۔ اشعار عرب میں اس قسم کے مضمون بکثرت پائے جاتے ہیں۔ کہ شاعر کھنڈرات۔ درختوں اور پہاڑوں کو دیکھ کر روتا ہے۔ اور اُن سے اپنے احباب کا پتہ دریافت کرتا ہے۔ اور اُس زمانے کی کیفیت کو دُہراتا ہے۔ جب اُس مقام پر اپنے دوستوں کے ساتھ رہتا تھا۔ صحرائے عرب میں عرب خانہ بدوشوں کی جابجا جھونپڑیوں اور چھولداریوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر موسم میں اپنے مقام کو بدلتے رہتے ہیں۔ یعنی معشوق کے مکانات کے کھنڈرات کو دیکھ کر رونا اور ان پہاڑوں اور درختوں کو یاد کرکے جاگتے رہنا جہاں تیرا معشوق رہتا تھا۔ تیرے عشق کا قطعی

ثبوت ہے جس سے تُو کسی صورت میں انکار نہیں کر سکتا۔ شاعر کو درختِ بان اور کوہِ اِضم سے درحقیقت کوئی تعلق نہیں۔ مگر ازبسکہ وہ معشوق کے مسکن سے تعلق رکھتے ہیں! اِس لئے اُن کو بھی بالعرض دوست رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک عاشق زار کہتا ہے ؎

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ　　وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

یعنی دیارِ محبوب کی محبت نے میرے دل کو مفتون نہیں بنا رکھا بلکہ اس اُجڑے دیار کے بسنے والوں کی یاد میں سراسیمہ ہو رہا ہوں۔ (۱۱ دفعہ ہر نماز کے بعد پڑھنا غم والم کو دُور کرتا ہے)+

(۶)	فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
چُوں کُنی انکار از عشقت کہ شُد بر تو گواہ	چشمِ گریان تو وُ بیمارئے جسمِ تباہ

فا جواب ہے شرطِ محذوف کا۔ کیف استفہام کے لئے ہے۔ تنکر صیغہ مضارع مخاطب۔ انکار مصدر منکر ہونا۔ حب دوستی۔ بعد ظرف مضاف ما مصدریہ مضاف الیہ شہدت صیغہ ماضی مؤنث غائبہ فاعل اس کا عُدُول ہے۔ شہادت مصدر گواہی دینا۔ بہٖ کی ضمیر حُب کی طرف راجع ہے۔ جار مجرور متعلق شَہِدَتْ۔ علیک میں علیٰ واسطے ضرر کے آیا ہے عاشق محبت مخفی رکھنا چاہتا ہے اور گواہان اُس کے خلاف محبت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ عُدول جمع عادل کی گواہانِ صادق۔ دمع آنسو۔ سقم بیماری ؛

ترجمہ:- بعد اس کے کہ دُو عادل گواہ آنسو اور بیماری۔ تیرے عشق پر شہادت دے رہے ہیں۔ تو کس طرح عشق سے انکار کر سکتا ہے؟

تشریح ۔ جب تجھ پر عشق کا الزام معتبر گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو چکا ہے تو ایسی حالت میں تیرا عشق سے انکار کرنا بے سود ہے ۔ یہ پہلا شعر ہے جس کی فصاحت و بلاغت پر (جب ناظم علیہ الرحمۃ عالم رویا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یہ قصیدہ سُنا رہا تھا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جھومنے لگے ۔ اِس شعر کو تین دفعہ پڑھنا اور حاجت کے لئے دُعا مانگنا چاہیئے ۔

اگرچہ بیانِ شعر تمہیدیہ بظاہر کسی دوسرے معشوق و عاشق کی نسبت معلوم ہوتے ہیں ۔ مگر حقیقت میں محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور عاشق بوصیری علیہ الرحمۃ کی محبت اور عشق کے دلکش اشارات میں ذی سلم کے ہمسایوں سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم ہیں ۔ کیونکہ سلم وہ درخت تھا جس کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کے وقت استراحت فرماتے تھے ۔ اور ناظم آپؐ ہی کے فراق میں خون کے آنسو بہاتا ہے یا اس سے مراد مدینہ منورہ ہے جس کو دار السلام کہا جاتا ہے یا روضۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے ۔ جو شرف و عزت میں دار السلام بہشت کا رتبہ رکھتا ہے ۔ کاظمہ مدینہ منورہ کے پاس ایک بستی ہے ۔ اِضم وہاں کے ایک پہاڑ کا نام ہے ۔ ناظمؒ محبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بادِ صبا کے جھونکوں اور بجلی کی کوند سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بُوئے مُشک سونگھتا اور انوارِ جمال دیکھ رہا ہے اور اپنی آنکھوں اور دل کو تسلی دیتا ہے ۔ اور کسی پر عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کرنا نہیں چاہتا ۔ تاکہ ریا نہ ہو ! اور لذّتِ سوز و گداز اپنے دل ہی دل میں چکھے ۔ گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ولولۂ عشق سے اپنی عالت کو بیان کر رہا ہے ! اِس صورت میں یہ اشعار تمہید اور تشبیب کے نہیں ۔ بلکہ صاف الفاظ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت

بلا کسی تمہید کے شروع کر دی ہے

شوق کہتا ہے جانے دو تمہید — حرفِ مطلب کہو جو کہنا ہے

میری اس توجیہ سے تمام اشعار کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات کو غیر قرار دے کر اس قسم کے مباحثے سے اپنے جذبۂ عشق کو دو گواہان عادل اشک خون اور آہ شرربار سے ثابت کر دیا۔

(۷) وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَةٍ وَّضَنًی
مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰی خَدَّیْكَ وَالْعَنَمِ

عشق بر روئے تو از اشک و مرض دو خط کشید	بر دو رخسارت چو گلنار و گلاب آمد پدید

واو عاطفہ یا حالیہ۔ اَثْبَتَ فعل ماضی۔ اثبات ثابت کرنا۔ وجد غم خطی تثنیہ خط لکیر۔ مراد علامت و نشان۔ عبرۃ آنسو و او عاطفہ ضنی بیماری و لاغری۔ مثل مصدر حال ہے خطی کا۔ بہار گلاب زرد۔ خدی تثنیہ خد۔ رخسار۔ عنم ایک درخت ہے جس کی شاخیں نازک اور سرخ ہوتی ہیں اور معشوق کی انگلیوں کو اُن سے تشبیہ دیتے ہیں یا ایک قسم کی سرخ گھاس ہوتی ہے۔ دو نشان سے مراد ایک تو عاشق کے خون آلود آنسو۔ دوسرا رنگ زرد ہے۔ جو علامتِ عشق و غم ہے۔

شعر ما سبق پر اس کا عطف ہے یعنی کَیْفَ تُنْکِرُ بَعْدَ مَا اَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَةٍ وَّضَنًی۔

ترجمہ:۔ اور تو عشق سے کس طرح انکار کر سکتا ہے۔ جب غم نے تیرے رخسار دو پر دو نشان آنسو اور لاغری کے مثل گلاب زرد اور درخت عنم کے نمایاں کر دیئے ہیں۔

تشریح ۔ آنسو اور لاغری کا رخساروں پر ظاہر ہونا عشق کو ثابت کرتا ہے۔ اور انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لاغری کو گلاب زرد سے اور اشک خون آلود کو درخت عنم سے تشبیہ دی۔ شاعر نے عشق کے علامات اور اس کی تاثیروں کو ثابت کر کے عاشق کو قائل کر دیا۔ اور اسے تسلیم کرا دیا۔ کہ واقعی وہ کسی کی محبت میں مبتلا ہے۔ جیسا کہ شعر مابعد میں آتا ہے :۔

(۸) نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

آرے آمد یاد معشوقم شب بیدار کرد	عشق لذت را مبدل میکند با رنج و درد

کلمہ نَعَمْ ایجاب کے لئے آتا ہے۔ سَرٰی رات کو چلنا۔ طَیْف خیال۔ مَنْ اسم موصول ہے ناظمؒ نے معشوق کا نام ظاہر نہیں کیا۔ تاکہ مخاطب کے دل میں شوق پیدا اور معشوق کی عظمت ثابت ہو۔ یا یہ کہ سب کو معلوم ہے کہ اس کا محبوب کون ہے۔ مَنْ اَھْوٰی جس کی میں محبت رکھتا ہوں۔ اَھْوٰی فعل مضارع متکلم۔ ھَوٰی محبت کرنا۔ فَاَرَّقَنِیْ میں فا علامت جزائے شرط محذوف کی ہے۔ ای لما جاء اِلَیَّ خیالہ۔ جب میرے پاس اس کا خیال آیا۔ تو میں بیدار ہو گیا۔ اَرَّقَنِیْ صیغہ واحد غائب فعل ماضی معلوم از باب تفعیل۔ نون وقایہ۔ یائے متکلم مشتق از تادیق بمعنے بیدار کرنا۔ واو حالیہ حُبّ دوستی۔ یَعْتَرِضُ فعل مضارع۔ اعتراض آگے آنا۔ مراد مانع ہونا۔ محاورہ عرب ہے اعترض لہٗ بسھم اذ اقبلہ بہٖ فرماہ فقتلہ۔ جب کوئی کسی کو سامنے سے تیر مار کر قتل کر دے۔ تو کہتے ہیں۔ اعترض لہٗ بسھم۔ یا یعترض کے معنے بحول کے ہیں

یعنی محبت لذات میں حائل ہوجاتی ہے۔ اور زندگانی کا مزہ چکھنے نہیں دیتی۔
مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق یا عشق الٰہی دنیا کی لذتوں کی ضد ہے اگر
کوئی چاہے کہ میں آخرت کے مراتب کو بدوں ترک دنیا کے حاصل کروں تو یہ ہو نہیں سکتا۔
روایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک دن خیال کیا کہ اچھا ہو کہ میں آخرت کے
مراتب کو بغیر ترک دنیا حاصل کروں یعنی دنیا میں جو عظمت مجھے حاصل ہے وہی عزت و عظمت
آخرت میں بھی حاصل ہو جائے۔ بہلول ولی اللہ نے مکاشفہ سے ہارون الرشید کا
خیال معلوم کیا۔ خلیفہ کے دربار کے سامنے ایک بڑا بھاری پتھر کا ستون تھا۔ جس کو
جماعت کثیر بھی مل کر نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ بہلول آیا اور اُس پتھر کی ایک جانب کو
اُٹھایا۔ پھر پتھر کو درمیان سے پکڑ کر اُٹھانے لگا تو اُس سے نہ اُٹھ سکا۔ خلیفہ رہ
دیکھ رہے تھے۔ بہلول سے دریافت کیا۔ بہلول علیہ الرحمۃ نے کہا۔ کہ جس طرح اس ستون
کو میں نے الگ الگ ایک ایک جانب سے اُٹھایا اور درمیان سے اُٹھ نہ سکا۔ اسی طرح
دنیا و آخرت کی مثال ہے۔ ایک ہی حاصل ہو سکتی ہے دونوں نہیں حاصل ہو سکتیں۔
خلیفہ بہت متاثر ہوا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   این خیال است و محال است و جنوں

لذات جمع لذت مراد عیش۔ راحت۔ فارغ البالی۔ الم نا ملائم امر کا محسوس کرنا۔
مراد اندوہ و غم۔

ترجمہ۔ ہاں! ناگہاں رات کو معشوق کا خیال میرے پاس آیا۔ اور اُس نے
مجھے بےخواب کر دیا۔ واقعی محبت لذات زندگی کو غم سے فنا کر دیتی ہے۔ یا ان میں
حائل ہو جاتی ہے۔

تشریح - جب معترض نے انکار کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اور بدیہی دلائل و علامات سے عشق ثابت کر دیا۔ تو مخاطب کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ اسے معشوق کے خیال و محبت نے اندوہگیں کر رکھا ہے۔ اور اس کی خوشی کو غم سے بدل ڈالا ہے۔ (اس شعر کو ۲۱ دفعہ ہر نماز کے بعد پڑھنے سے گم شدہ چیز مل جاتی ہے) ۔

(۹) يَا لَائِمِي فِي الْهَوَى الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً
مِنِّي إِلَيْكَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

اے ملامتگر بعشق عذریم عذرم پذیر	گر کنی انصاف اے لائم ملامت یاد گیر

یا لائمی میں پہلے یا حرف ندا۔ اور اخیر میں یائے متکلم ہے۔ لائم ملامت کرنے والا۔ ھوی محبت عذری بنی عذرہ کی طرف جو ایک قبیلہ ہے جس کے لوگ عشق میں مشہور ہیں منسوب ہے۔ اور وہ عشق کے مرض میں اکثر جوانی میں مرجاتے ہیں۔ یا ھوی عذری سے وہ عشق مراد ہے جس میں عاشق معذور اور بے اختیار ہو۔ اور شیفتگی و دیوانگی اس پر غالب آجائے۔ معذرۃ مفعول فعل محذوف کا ہے۔ یعنی اقبل معذرۃ منی یعنی میرا عذر قبول کر۔ منی متعلق اقبل محذوف کے یہ حال یا صفت ہے معذرۃ کی۔ لو حرف شرط انصفت فعل ماضی معلوم۔ اگر تو انصاف کرتا لم تلم ملامت نہ کرتا ۔

ترجمہ۔ اے میرے سرزنش کرنے والے۔ میرا عشق جس کی نسبت آپ مجھے ملامت کرتے ہیں۔ بنی عذرہ کے جوانوں کا عشق ہے۔ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتا۔ میرا عذر قبول کیجئے (کہ میں اس عشق میں مجبور رہوں۔ اس لئے ہٹ نہیں سکتا) اگر تو انصاف کرتا تو مجھے ملامت نہ کرتا ۔

تشریح: عاشق عشق کا اقرار کرکے معافی کا خواستگار ہے اور کہتا ہے کہ دل میرے قابو میں نہیں ہے۔ جو میری حالت ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ ایسی حالت میں طعن و ملامت قرین انصاف نہیں ہے۔

(۱۰)	عَدَتْكَ حَالِي لَا سِرِّي بِمُسْتَتِرٍ عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُنْحَسِمِ

حالتم را نیک دانی از سخن چیں از من	نیست پوشیدہ نہ درم میبرد از جان تن

عدتک میں عدت فعل ماضی کاف ضمیر خطاب۔ یعنی میرے عشق کا قصہ تجھ سے تجاوز کرکے اور لوگوں تک پہنچ گیا ہے۔ علاوہ یا عدوان دوڑنا۔ مراد تجاوز کرنا حال سرگذشت سر بھید۔ مستتر پوشیدہ ہونے والا۔ اسم فاعل۔ وشاۃ جمع واشی غماز۔ داء مرض۔ منحسم اسم فاعل ہے انحسام سے بمعنی انقطاع۔ منحسم منقطع کرنے والا۔

ترجمہ:۔ تمہارے سوا اور لوگوں تک بھی میرے عشق کا چرچا پہنچ چکا ہے۔ اب نہ تو میرا راز غمازوں سے پوشیدہ رہ سکتا ہے اور نہ میرا مرض دور ہو سکتا ہے۔

تشریح: اب ملامت کا وقت نہیں رہا۔ اگر میرے راز پر سوائے آپکے اور کوئی مطلع نہ ہوتا۔ تو ممکن تھا کہ آپ کی ملامت کارگر ہوتی۔ مگر اب معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ چغل خور اب میرے معاملے کو مخفی نہیں رہنے دینگے اور نہ میرا عشق زائل ہونے والا ہے۔ پس اب ملامت سے کیا فائدہ ؎

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ — پر یہ سمجھادے مجھے کوئی وہ سمجھائینگے کیا؟

اس شعر کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس میں ملامتگر کیلئے بد دعا ہے عدتک حالی

خدا کرے تیرا حال بھی میرے جیسا ہو جائے۔ تاکہ تجھے ملامت کا نتیجہ معلوم ہو۔ کہ عاشق کے لئے ملامت کا سُننا کس قدر ناگوار ہوتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس میں ملامتگر کیلئے دُعا ہے۔ خدا کرے میری بیماری (عشق) تجھ سے نکل جائے۔ تجھ پر ٹھہر نہ جائے۔ اور تو اُس سے محفوظ رہے۔ یہ دونوں معنے فصاحت کے منافی ہیں۔ اور تکلف سے خالی نہیں۔ معنی وہی درست ہیں جو راقم نے ترجمے میں لکھے ہیں۔ کہ جب میرے حال زار کی خبر تیرے سوا اور لوگوں نے سُن لی ہے۔ تو اب ملامت کا کچھ فائدہ نہیں عربی کا مقولہ ہے۔ السر اذا جاوز الاثنین شاع جب راز دو تک پہنچ جائے تو وہ جہان میں پھیل جاتا ہے۔ میری رائے میں عدت بمعنی جاوز تک میرا حال تجھ سے گزر کر اوروں تک پہنچ چکا ہے انہیں معنی کو میں نے فارسی میں نظم کیا ہے ؛

(۱۱)	مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِي صَمَمِ

ناصحا اکردی نصیحت گو شم آں را نشنود	از ملامت گر ہمیشہ گوش عاشق کر بود

محضتنی محض سے مشتق ہے۔ محض شیر خالص۔ امحاض خالص اور صاف کرنا۔ اس جگہ مراد اس نصیحت سے ہے۔ جو محض خیر خواہی سے کی جائے۔ اور کوئی غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔ النصح نصیحت کرنا۔ لکن حرف استدراک یعنی دفع توہم جو مخاطب کو کلام سابق محضتنی النصح سے پیدا ہوا۔ کہ عاشق نے اُس کی نصیحت مان لی ہے اُس کو لفظ لکن سے دفع کرتا ہے۔ اسمعہ میں اسمع صیغہ واحد متکلم۔ ہ ضمیر النصح کی

بعض نسخوں میں محضتنی من التفعیل ہے ؛

طرف راجع ہے۔ لست ماضی متکلم۔ لستُ اسمعہٗ کے معنے میں اسے سُننا بھی نہیں چاہتا
مُحب عاشق عذّال جمع عاذل۔ ملامت کرنے والے۔ صمم۔ بہراپن حدیث شریف میں آیا
ہے۔ حبك الشئ یعمی و یصم کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ عن
العذال ای عن عذل العذال۔ ان المحب عن العذال۔ اِنّ اس جگہ واسطے اثبات
حقیقت کے ہے کہ عاشق ملامتگروں کی ملامت سننے سے بہرا ہے۔

ترجمہ۔ ناصح تو بیشک مجھے خلوص دل سے نصیحت کرتا ہے لیکن (افسوس) کہ
میں اُس کو سُن نہیں سکتا۔ کیونکہ عاشق ملامت گروں کی ملامت سننے سے بہرا ہوتا ہے۔

تشریح۔ کہتا ہے کہ میں تیری مشفقانہ نصیحت کا تو معترف ہوں لیکن افسوس
کہ وہ میرے لئے مفید نہیں ہو سکتی عاشق جوش عشق میں اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ گویا
شاعر ایک اور عذر پیش کرتا ہے کہ میں عشق میں اس قدر دیوانہ اور سرگشتہ ہوں کہ مجھے تمہاری
ملامت اثر نہیں کر سکتی۔

اُو نصیحت می کند بہر کرم ۔۔۔ پنبہ ام در گوش کن تا نشنوم

اِس شعر کو سر کے اگلے حصہ پر پگڑی کے نیچے رکھنے سے شر اعدا سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۱۲)

اِنِّی اتَّھَمْتُ نَصِیحَ الشَّیْبِ فِی عَذَلِی
وَالشَّیْبُ اَبْعَدُ فِی نُصْحٍ مِّنَ التُّھَمِ

ورنہ وعظ و پند پیری فی تر از تہمت است	نفس من بر پند پیری تہمت باطل بست

اِنِّی اتھمت میں ان حرف تاکید۔ یائے متکلم۔ اتھمت صیغہ ماضی متکلم۔ نصیح
فعیل بمعنی فاعل نصیحت کرنے والا شیب پیری فی عذلی۔ فی جار۔ عذل مجرور متعلق

فعل اتہمتُ۔ عذل ملامت کرنا۔ ابعد بہت دُور۔ مراد پاک اور مُبرا۔ نصح نصیحت۔
تُھَمْ جمع تھمت کی ۔

ترجمہ۔ ہر چند کہ پیری اپنے ناصح ہونے میں (بوجہ قدرتی ناصح کے) نار استی کی تہمت سے پاک اور مبرّا ہے۔ لیکن مَیں اس کو اس ملامت میں جو وہ مجھ کو کرتی ہے متہم کرتا ہوں اُس کو سچّا نہیں جانتا۔

تشریح۔ بُڑھاپا ایک قدرتی امر ہے۔ سفید بال اَور خم پُشت یقیناً قربِ موت کے آثار ہیں ۔

مُوئے سفید از اجل آرد پیام پشتِ خم از مرگ رساند سلام

لیکن طبعاً انسان اس قدر غافل ہے کہ باوجود ظہور علامات قرب موت یہی تصور کرتا ہے کہ ابھی اس کے مرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور خیال کرتا ہے کہ سفید بال اَور خم پشت قبل از وقت کسی بیماری کی وجہ سے ہیں۔ وہ دنیا کے کاروبار میں برابر مستغرق رہتا ہے مکان پختہ تعمیر کرتا ہے۔ کہ اس میں ہمیشہ رہیگا۔ باغ لگاتا ہے کہ اس کا پھل کھائیگا۔ حالانکہ بُڑھاپا اس کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ آخرت کا انتظام کر۔ مگر انسان اُس کو سچا نہیں سمجھتا۔ پس جب انسان ایسے راستباز کی نصیحت کو سچّا نہیں سمجھتا۔ تو مَیں بھی انسانی فطرت رکھتا ہوں۔ جب مَیں نے بڑھاپے کی نصیحت کو ٹھکرا دیا جو حقیقت الامر پر مبنی ہے۔ تو آپ کی نصیحت اُس کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ع

مرد چوں پیر شود حرص جواں مے گردد

الفصل الثانی فی التحذیر من ہوی النفس

(۱۳) فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَھْلِھَا بِنَذِیْرِ الشَّیْبِ وَالْھَرَمِ

از علامت ہا پیری ز نصیحتہا پیر		از جہالت نفس امارہ نشد عبرت پذیر

فاء تعلیل اور اِنّ تاکید کے لئے ہے۔ اَمَّارۃ صیغہ مبالغہ مشتق امر سے مضاف بیاء متکلم سوء بدی امارۃ السوء بدی کا حکم دینے والا۔ مراد نفس سرکش۔ مَا اتعظت میں ما نافیہ فاعل امارۃ۔ اِتّعاظ وعظ قبول کرنا۔ جھل نادانی نذیر ڈرانے والا۔ یا بمعنے انذار جیسا کہ نکیر بمعنے انکار آتا ہے۔ شیب پیری۔ الھرم نہایت پیری ÷

ترجمہ۔ کیونکہ فی الحقیقت میرے نفس امارہ نے جو برائی کی طرف کھینچتا ہے۔ اپنی جہالت سے ڈرانیوالے بڑھاپے کے وعظ کو قبول نہ کیا ÷

تشریح۔ گویا نفس سرکش کا پیری کے وعظ اور دھمکی کو قبول نہ کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ پیری کو جو تہمت سے مبرا ہے۔ اس کو اس تہمت سے متہم کیا گیا۔ کہ اس کی نصیحت کسی غرض پر مبنی ہے ÷

(۱۴) وَلَا اَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِیْلِ قِرٰی
ضَیْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِیْ غَیْرَ مُحْتَشِمِ

دعوتِ مہماں نکردم از عملہائے نکو	آہ آمد بر سرم ناخواندہ و بے آبرو

لا اعدت کا عطف ما اتعظت پر ہے۔ اعدت مشتق اعداد سے تیار کرنا اعدت کا فاعل ضمیر راجع بسوئے نفس ہے۔ فعل جمیل نیک کام۔ قِری بکسر اول مہمانی۔ دعوت۔ ضیف مہمان۔ اَلَمَّ المام سے بمعنے اُترنا۔ نازل ہونا۔ رأس سر۔ غیر محتشم اگر غیر کی را پر کسرہ ہو تو ضیف کی صفت ہوگا۔ یعنی ضیفِ غیرِ محتشم (مہمانِ ناخواندہ) اگر غیر کی راء پر فتح پڑھی جائے۔ تو حال ہوگا ضمیر سے یعنی وہ مہمان ایسی حالت میں آیا کہ بے وقت و بیقدر ہے۔ احتشام تعظیم کرنا۔ غیر محتشم جس کی تعظیم نہ کی جائے۔ مُراد اُس مہمان سے جو بلا اطلاع و بلا طلب آئے۔ استعارہ ہے بڑھاپے سے جس کا آنا ہر ایک کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ پیری کو غیر محتشم بحالت موجودہ نتیجۃً کہا گیا ہے ورنہ حقیقت میں قابل تعظیم ہے۔ غیر محتشم کو اگر بصیغۂ اسم فاعل پڑھیں تو مراد ایسے مہمان سے جو بن بُلائے آموجود ہو۔ اور میزبان کا پاسِ ادب نہ کرے ÷

ترجمہ۔ اور اس مہمان کے لئے جو بے خبر اور بلا درخواست میرے سر پر آموجود ہوا میرے نفس امارہ نے اعمالِ حسنہ سے اُس کی کوئی آؤ بھگت نہیں کی ÷

تشریح۔ مجھ پر لازم تھا کہ بڑھاپے سے پہلے نیک عمل کرتا۔ اور نفس کو نیکی کا خوگیر بناتا۔ فطرتاً انسان بڑھاپے میں نیک عمل کرتا ہے۔ لیکن افسوس میں نے کوئی عمل نیک نہ کیا ÷

لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّیْ مَا اُوَقِّرُہٗ کَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِیْ مِنْہُ بِالْکَتَمِ	(۱۵)

کردمے رازیکہ ظاہر گشت از وسمہ نہاں	علم گر بودے مرا مشکل بود اکرام آں

لَوْ حرف شرط۔ کنت صیغہ ماضی متکلم۔ کان دلالت کرتا ہے زمانہ دراز وازل پر۔
کان اللہ عزیزاً حکیماً خدائے تعالیٰ ازل سے عزیز و حکیم ہے۔

اس جگہ ناظم نے اظہار کیا ہے کہ مجھے بہت زمانہ پہلے اس کا علم ہونا چاہئے تھا۔ اعلم مضارع واحد متکلم۔ علم جاننا۔ انی ما اوقر کا۔ ان مبنیہ ہے یعنی بیان کیلئے۔ یائے متکلم ما نافیہ۔ اوقر صیغہ مضارع واحد متکلم۔ ہ ضمیر مفعول راجع بطرف ضیف۔ توقیر تعظیم کرنا۔ کتمت کتم سے بمعنی پوشیدہ کرنا۔ سر راز۔ بدا مشتق بدو سے ظاہر ہونا۔

منہ کی ضمیر مجرور ضیف کی طرف راجع ہے۔ کتم وسمہ جو بالوں کو لگایا جاتا ہے۔ اصل میں کتم کے معنے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ وسمہ بالوں کی سفیدی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس واسطے اس کو کتم کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں اس مہمان کی عزت نہیں کرونگا۔ تو میں اس راز (موئے سفید) کو۔ جو اس مہمان کی باعث ظاہر ہوا۔ وسمہ سے چھپا لیتا۔

تشریح۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ تو بہتر یہ تھا کہ میں بالوں کو وسمہ لگا لیتا۔ تاکہ لوگ مجھ کو بایں ریش و فش طعن نہ کرتے۔ لیکن مجھ نا عاقبت اندیش سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

(۱۶)

مَنْ لِیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَایَتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

کیست تا ایں نفس سرکش را کند از بند رام	ہمچناں اسپ توسن را مگرد از لگام

مَنْ استفہامیہ متعلق اس کا محذوف ہے۔ ای من ھو ضامن لی و متکفل بی۔ کون میرا

ضامن اور کفیل ہو سکتا ہے۔ رد روکنا۔ جماح سرکشی۔ من جارا بتدائیہ۔ غوایتھا کی ضمیر نفس امّارہ کی طرف راجع ہے۔ غوایت ضلالت گمراہی۔ کما میں کاف تشبیہ و ما زائدہ۔ یرد عیغہ مضارع مجہول جماح جمع جموح بمعنے سرکش۔ الخیل گھوڑا۔ جماح الخیل سرکش گھوڑے۔ باللجم میں با استعانت کیلئے ہے۔ لجم جمع لجام (معرب لگام مفرد)

ترجمہ۔ کیا کوئی شخص میرے لئے اس امر کا ذمہ لیتا ہے کہ میرے نفس کی سرکشی کو جو گمراہی میں مبتلا ہے روک دے جس طرح سرکش گھوڑوں کو لگام سے روکا جاتا ہے۔

تشریح۔ اس شعر میں دو جگہ جماح آیا ہے۔ پہلے مصراع میں جماح حاصل مصدر ہے بمعنی سرکشی اور دوسرے مصراع میں جماح جمع جموح کی ہے۔ کیونکہ اس کی اضافت خیل کی طرف ہے۔ اور خیل جنس ہے۔ بعض شارحین نے اس شعر میں استفہام انکاری سمجھا ہے۔ کہ میرا دنیا میں کوئی مددگار نہیں ہے۔ جو مجھے گمراہی سے بچائے۔ اس میں سوء ادب بلکہ کفر ہے۔ خداتعالٰے الحیّ قیّوم ہادی واجب الوجود ہے۔ نعم المولیٰ و نعم الوکیل وہ ہر ایک گمراہ کو جسے چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔ بلکہ یہ استفہام بطور تمنی و استعطاف ہے یعنی عاشق رو رو کر کہتا ہے۔ کہ کوئی ہے جو برائے خدا میری دستگیری کرے اور مجھے ورطۂ ضلالت سے بچائے؟

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا اِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّیْ شَهْوَةَ النَّهِمِ	(۱۷)

می شود از خوردنِ بسیار افزوں اشتہا	ہاں مپنداری علاج شہوت از فرط گناہ

فا فصیحیہ جواب شرط محذوف کا ہے یعنی اذا اردت اصلاح النفس (جب تو نفس کی

نہیں چھوڑتا ۔

(۱۹) فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهُ
اِنَّ الْهَوٰى مَا تَوَلّٰى يُصْمِ اَوْ يَصِمِ

الحذر مے خود مکن ایں نفس سرکش را سوار	طاعتش قتلت کند یا می نماید عیب دار

فا نتیجہ کے لئے ہے۔ اصرف صیغہ امر۔ صرف پھیرنا۔ ھوی خواہش۔ ھا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے۔ اصرف ھواھا کے دو معنے ہیں۔ اصرف النفس عن ھواھا نفس کو اُس کی خواہش سے روک دے۔ یا اصرف عن النفس ھواھا۔ خواہش کو نفس سے روک دے۔ مطلب ایک ہی ہے۔ حاذر بمعنی احذر صیغۂ امر۔ باب مفاعلہ کا استعمال مبالغہ کے لئے ہے۔ حذر ڈرنا۔ تُوَلِّيَه مضارع مخاطب مذکر۔ ہ ضمیر ھوٰ کی طرف ہے۔ تولیۃ حاکم بنانا۔ ما موصولہ۔ تولّٰی ماضی واحد غائب۔ دراصل تولّاہ ضمیر مستتر ھوا کی طرف اور ضمیر محذوف ما کی طرف۔ تولّی مصدر حاکم بننا۔
یصم اول مشتق ہے اصمأ سے شکار کو تیر سے اس طرح مارنا کہ وہ اپنی جگہ سے ہلنے نہ پائے۔ یصم ثانی مشتق ہے وصم سے بیمار کرنا۔ عیب ناک کرنا۔ یُصْمِ اور یَصِمِ کی ضمیر ھوا کی طرف راجع ہے۔ (یُصْمِ اور یَصِمِ مجزوم ہیں۔ کیونکہ جملہ (ما تولّی متضمن معنی شرط ہیں) کا جواب ہیں ۔

ترجمہ ۔ نفس کو اپنی خواہش سے روک اور ڈر یعنی ہشیار رہ کہ کہیں تو اُس کو اپنا حاکم نہ بنا دے۔ کیونکہ ہوائے نفس جس پر غالب آجاتی ہے۔ اُسے یا تو مار ڈالتی ہے۔ یا نکما کر دیتی ہے ۔

تشریح ۔ جب تو جانتا ہے کہ نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے ۔ تو لازم ہے کہ اُس کو خواہشوں سے روک پا جائے ۔ کیونکہ اگر وہ رفتہ رفتہ گناہوں میں مبتلا ہو گیا ۔ تو علاج ناممکن ہوگا ؛

(۲۰)

وَرَاعِهَا وَهِيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ
وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعَى فَلَا تُسِمِ

در چراگاہِ عمل ہائے نکو اور اگزار	گر ور اشیریں بداند ازچریدن بازدار

واو عطف ۔ رَاعِ صیغہ امر از راعیٰ یراعی مراعاۃ ۔ رعی ۔ چرانا حفاظت کرنا ۔ ھا و ھی ضمائر جو نفس کی طرف راجع ہیں ۔ اعمال جمع عمل ۔ مراد نیک کام ۔ سَائِمَۃ ۔ سائم چرنے والا ۔ سوم چرنا ۔ واو استیناف کیلئے ہے اِن ھی ۔ اِن شرطیہ ۔ ھی ضمیر راجع نفس کی طرف ہے ۔ استحلت صیغہ ماضی واحدہ غائبہ مؤنث از باب استحلی یستحلی استحلاء اصل میں اِستَحلَیَت تھا تعلیل سے اِستَحلَت ہوا ۔ استحلاء شیریں سمجھنا ۔ مراد خوش گوار خیال کرنا ۔ مرعیٰ چراگاہ ۔ لا تسم صیغہ نہی حاضر ۔ اسامۃ چرانا ؛

ترجمہ ۔ جس حالت میں کہ نفس سرکش (چراگاہ) اعمال میں چر رہا ہو ۔ اُس کی پوری پوری حفاظت کر اور اگر وہ چراگاہ کو خوشگوار خیال کرنے لگے تو مت چرنے دے ؛

تشریح ۔ اگر نفس نیک عمل میں دلچسپی سے مشغول ہو تو بھی اُس کی حفاظت سے غافل نہیں رہنا چاہئے ۔ اور اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ یہ دلچسپی خالصًا لوجہ اللہ ہے یا ریا کے لئے ۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس فعل کو جو دلچسپی سے کرتا ہے ۔ اس میں ریاکاری ہو تو ایسی حالت میں فی الفور اُس کو روک دے ۔ ایسے ہی اوراد و وظائف کو جن سے ریا کی بو آئے ۔

چھوڑ دینا لازم ہے۔ اگر فرائض اور سنن مؤکدہ میں ریا پیدا ہو۔ تو ریا کا علاج کرنا چاہیئے نہ یہ کہ فرائض اور سنن کو چھوڑ دیا جائے۔ یا یہ معنے ہیں کہ جو عمل نیک عادتاً کیا جائے۔ وہ عبادت کا رتبہ نہیں رکھتا۔ اس لئے نیک کاموں کے کرنے میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ نہ بطورِ عبادت کئے جاتے ہیں۔ یا عادۃً۔ جب یہ معلوم ہو کہ یہ فعل عادۃً کئے جاتے ہیں۔ تو نفس کو اُن سے روک کر خالص عبادت کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔

(۲۱)

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً
مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ أَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

خوش نماید مرد را لذت کہ سوئش مائل است	او نداند در طعامِ چرب زہرِ قاتل است

کم۔ خبریہ۔ یہاں کثرت کے معنی دیتا ہے۔ مضاف الیہ اس کا محذوف ہے یعنی کم زمانٍ و کم مرّۃٍ و کم شہوۃٍ یعنی اکثر اوقات اور کئی خواہشیں حَسَّنَتْ صیغہ ماضی۔ تحسین۔ آراستن و بہ نیکوئی نسبت کردن۔ فاعل اس کا ضمیر راجع بجانب نفس۔ مرء مرد۔ قاتلۃ منصوب صفت لذّت۔ لم تدرِ بصیغہ مخاطب فعل جحد معروف۔ اگر لم یدرِ بصیغہ غائب ہو تو ضمیر مرء کی طرف راجع ہوگی۔ مصدر اس کی درایت جاننا۔ سم زہر۔ دسم چرب کھانا۔

ترجمہ۔ نفس کئی خواہشوں کو اس طرح بنا سنوار کر آدمی کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جو اُس کے لئے مہلک ہوتی ہیں۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ بعض دفعہ چرب لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوتا ہے۔

تشریح۔ نفس اکثر انسان کو دھوکہ دیتا ہے۔ اور مُہلک لذتوں کو مایۂ حیات

کی شکل میں دکھاتا ہے۔ اور اُس کے اِس فریب کھانے کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں یہ استعداد نہیں ہے کہ وہ زہر کی تمیز کر سکے۔ جب وہ کھانے میں ملا کر اُس کو دیجائے کیونکہ بسبب لذّت وہ زہر کو محسُوس نہیں کرسکتا۔ اسی طرح نفس غدّار انسان کو گناہ کی لذّت سے اپنے دامِ فریب میں پھانس لیتا ہے۔ نکتہ اس میں یہ ہے کہ لفظ سم نفظ دسم میں موجود ہے ؛

(۲۲)	وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شِبَعٍ فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

خوف کن از مکرہائے فاقہ وز سیری حذر	بارہا فاقہ بود بدتر ز تخمہ در ضرر

واو عطف۔ اِخش صیغہ امر از خَشِیَ یَخْشٰی۔ خَشْیَۃً ڈرنا۔ دسائس جمع دسیسہ بمعنی پوشیدہ مراد پوشیدہ مکر اور مخفی عیوب سے ہے۔ مِن بیانیہ۔ جوع بھوک۔ شبع سیری۔ رُبّ کثرت کے معنی میں مستعمل ہے۔ عند الاکثر۔ مخمصہ بھوک۔ شر بُرا۔ اصل اس کی اشرّ اسم تفضیل ہے۔ بعد ازاں عام شر ہُوا تخفیف کے لئے ہمزہ گرا یا گیا۔ تخم جمع تخمہ معدے کا فساد۔ اِس جُملے میں قلب ہے۔ کیونکہ اس کی اصل فرب تخم شر من المخمصہ ہے۔

ترجمہ۔ بھوک اور سیری کے اندرونی نقصانوں سے ڈرتا رہ کیونکہ بسا اوقات بھوک شکم سیری کی نسبت زیادہ بُری ثابت ہوتی ہے ؛

تشریح۔ اکثر دولتمندی جس کی خواہش میں لوگ مرتے ہیں مفلسی سے بدتر ہوتی ہے کیونکہ دولت سے بسا اوقات انسان گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر فقرہ اخیرہ کو اپنی حالت پر چھوڑا جائے۔ تو معنے یہ ہونگے کہ بسا اوقات بھوک فسادِ معدہ سے بدتر ہوتی ہے

(مثلاً ریا سے کم کھانا۔ یا بھوک کی حالت میں کلمۂ کفر کہنا اُس شکم پُری سے زیادہ بُرا ہے جس میں صرف موت کا اندیشہ ہو۔ مگر ایمان کا خطرہ نہ ہو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا۔ خلاصہ یہ کہ نفس مفلسی اور تونگری ہر صورت میں راہزنی کرسکتا ہے۔ پس انسان کو ہمیشہ اُس کی اندرونی چالوں سے آگاہ رہنا چاہئے۔ اور نیز بھوکے آدمی کو خیانت۔ چوری ور راہزنی کی عادت پڑجاتی ہے +

(۲۳) وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَیْنٍ قَدِ امْتَلَاَتْ
مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْیَةَ النَّدَمِ

از گناہاں پاک کن دل را بچشم اشکبار		از ندامت تا بیابی عفو از پروردگار

واوِ عطف۔ استفراغ خالی کرنا یعنی اجر جاری کرو ارق آنسو بہا۔ استخرج آنسو نکال۔ استفراغ قے کرانا۔ علاج ہے امتلاء معدہ کا۔ عرب کہتے ہیں۔ استفرغتُ الماءَ من الاناء میں نے برتن سے تمام پانی نکال دیا۔ دمع آنسو۔ عین آنکھ۔ امتلئت صیغہ ماضی معلوم مونث۔ امتلاء پُر ہونا۔ محارم جمع محرم بمعنی حرام۔ الزم امر لزوم بمعنے لازم پکڑنا ثابت قدم رہنا۔ حمیۃ پرہیز اور بچاؤ۔ ندم پشیمانی۔ حمیۃ الندم۔ توبۃ الندم۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الندم توبۃ یعنی گناہ سے پشیمان ہونا ہی توبہ ہے +

ترجمہ:- اپنی آنکھ سے جو از تکاب حرام کے گناہوں سے پُر ہے۔ رو رو کر آنسو بہا۔ اور اس توبہ پر جو ندامتِ گناہ کے بعد تو نے کی ہے ثابت قدم رہ +

تشریح:- اس قدر رو کہ آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہیں۔ اور پھر اس گریہ و ندامت کے بعد جو اتقا تیرے دل میں پیدا ہو اُس کو غنیمت سمجھ کلام اللہ شریف میں آیا ہے فَلْیَضْحَکُوْا!

قلیلاً و لیبکوا کثیراً۔ جس طرح جسمانی ناپاکی پانی سے دھوئی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی نجاست رونے سے دور ہو جاتی ہے۔ اس شعر کو ہر نماز کے بعد ۱۱ دفعہ پڑھنے سے علم اور تقریر کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا
وَإِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

نفس و شیطاں را مخالف باش و خود را دور دار	گر ترا گویند وعظ و پند بشناس شمار[1]

واو عاطفہ۔ خالف صیغہ امر حاضر مخالفت سے مشتق ہے جس میں معنی مبالغہ کے ہیں۔ النفس و الشیطان نفس سے مراد نفس امارہ۔ شیطان بروزن فیعال یعنی نون اصلی ہے شطن سے مشتق ہے۔ چونکہ شیطان رحمت سے دور ہوا اس لئے اس کو شیطان کہا یا فعلان کے وزن پر نون زائد مشتق شاطٍ سے شاط بمعنی هلكَ۔ ہلاک ہوا۔ یا اسرع فی السیر چلنے میں جلدی کی۔ شیطان انسان کے دل میں جلدی اثر کرتا ہے۔ اِعصِ صیغہ امر۔ عصیان سرکشی۔ اِن شرطیہ۔ هُمَا ضمیر نفس و شیطان کی طرف راجع ہے۔ محض خالص کرنا۔ نصح خیر خواہی۔ محضاك النصح اگر مشفقانہ طور پر تجھے نصیحت کریں۔ فاتهم فاء جزاء۔ اتهم صیغہ امر اس کو متہم کر۔ اتہام تہمت دینا۔

ترجمہ نفس اور شیطان کی پوری پوری مخالفت کر اور ان کا کہنا ہرگز نہ مان۔ اگر وہ کہیں کہ ہم محض خیر اندیشی سے یہ نصیحت کرتے ہیں تو بھی ان کو جھوٹا سمجھ۔

تشریح نفس اور شیطان کا کبھی کہا نہ مان اور اگر وہ بظاہر کوئی فائدے کی بات

[1] پند بمعنی مکر و حیلہ و فند مبدل بند است از بہار عجم۔

بھی کہیں تو ضرور اس میں تیرا نقصان ہوگا۔ کیونکہ وہ انسان کی کبھی بہتری نہیں چاہتے۔
ان ہر دو شعروں کو جمعہ کی نماز کے بعد ۱۱ دفعہ پڑھنے سے گناہوں سے حفاظت رہتی ہے۔

(۲۵)
وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

طاعت ہر دو بود قرات تو جور و ستم	خوب میدانی تو کید خصم ہم مکر حکم

واو عاطفہ۔ لا تطع صیغہ نہی۔ اطاعت فرمانبرداری۔ منھما کی ضمیر نفس و شیطان کی طرف راجع ہے۔ تعرف صیغہ مضارع مخاطب معرفت جاننا۔ کید مکر۔ بداندیشی۔ خصم بداندیش۔ بدخواہ۔ مخالف۔ حکم منصف یا وہ حاکم جو فریقین کا صلح پر فیصلہ کرے۔ الخصم اور الحکم میں الف لام عہد خارجی کا فائدہ دیتا ہے جس کو مخاطب اور متکلم جانتے ہیں۔

ترجمہ: نفس اور شیطان دونوں کی کسی حالت میں بھی اطاعت نہ کر۔ خواہ وہ بلباس مخالف ہوں یا بلباس حاکم عادل ایسے مخالف اور حاکم کے مکروں کو تو خوب جانتا ہے۔

تشریح: خصم سے مراد نفس ہے جس کی برائی بادی النظر میں ظاہر نہیں ہوتی۔ اور حکم سے مراد شیطان ہے۔ کیونکہ وہ انسان کو اس طرح دھوکا دیتا ہے کہ انسان کو سمجھ نہیں آتی۔ یا یہ معنے ہیں کہ جو خصم یا حاکم نفس و شیطان کی جانب سے ہوں۔ انکی اطاعت نہ کر۔ مراد یہ ہے کہ ہم نشینان بدکردار و مصاحبان فسق شعار سے کنارہ کشی کر۔

یہ شعر ذرہ مزید غور کے قابل ہے۔ ایک شارح لکھتا ہے کہ شیطان اور نفس کا خصم اور حکم ہونا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے ایک مکاشفہ میں جناب محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم قصیدہ کو دیکھا اور دریافت کیا کہ اس شعر کی ذرہ تفصیل فرمادیجئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ انسان

میں تین چیزیں ہیں جو منبع خواہش ہیں۔ قلب نفس شیطان۔ اگر قلب کوئی نیک کام کرنے لگتا ہے تو نفس اُسے روک دیتا ہے۔ پھر ہر دو میں جھگڑا ہوتا ہے۔ اور شیطان ہر دو میں حکم بن جاتا ہے۔ اور وہ نفس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ اسی طرح جب قلب اور شیطان میں جھگڑا ہوتا ہے تو نفس حکم بن کر شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے پس شیطان اور نفس میں سے ہر ایک من وجہ خصم بھی ہے اور من وجہ حکم بھی ہے۔ واللہ اعلم عند اللہ تعالے ؛

(۲۶) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِہٖ نَسْلًا لِّذِیْ عُقُمٍ

مغفرت خواہم زحق از قول ہائے بے عمل	سوئے نازانسبتے اولاد کردم بے محل

استغفار بخشش مانگنا۔ لقد نسبت جواب قسم محذوف ہے یعنی واللہ لقد نسبت خدا کی قسم میں نے منسوب کیا، بہ کی ضمیر راجع ہے قول بلا عمل کی طرف۔ نسل اولاد عُقُم عورت کا بانجھ ہونا۔ ذی عقم وہ مرد جس کی پشت میں نطفہ ہی نہ ہو۔ یا وہ عورت جس کا رحم نطفہ قبول نہ کرے ؛

ترجمہ۔ ایسے کلام سے جس پر میں خود کاربند نہیں ہوں میں خدا تعالےٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا کی قسم (میرا لوگوں کو نصیحت کرنا گویا بانجھ عورت کی طرف اولاد کو منسوب کرنا ہے ؛

تشریح۔ شاعر اپنے نفس بلا عمل کو ذی عقم مرد یا عورت کے ساتھ تشبیہ دیکر کہتا ہے کہ جس طرح ذی عقم مرد یا عورت سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح میرا نفس ہے میں خود گناہوں میں مبتلا ہوں اور دوسروں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں وارد ہے۔ اتامرون

النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ. یعنی تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کردیتے ہو۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح بانجھ عورت بچہ نہیں جنتی۔ اسی طرح میرے قول بلا عمل سے کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ یا نیک کاموں کو میرے خود سے وہی نسبت ہے جو اولاد کو بانجھ عورت سے ہوتی ہے۔

(۴۷) اَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَّا أْتَمَرْتُ بِهٖ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِیْ لَكَ اسْتَقِمْ

گوئیمت شو نیک خو لیکن نیم خود نیک خو	راست رو معنی چہ دارد چوں نیم من راست رو

اَمر حکم کرنا۔ خیر نیکی۔ نیک کام۔ لٰکِن استدراک کے لئے ہے۔ ما نافیہ۔ أْتَمَرْت أئتمار حکم ماننا۔ بہ کی ضمیر راجع ہے خیر کی طرف۔ وما استقمت۔ واو عاطفہ ہے عطف ائتمرت پر ہے۔ ما نافیہ۔ استقمت صیغہ ماضی متکلم۔ استقامۃ راستی پر قائم رہنا۔ استقم صیغہ امر مشتق استقامۃ سے فما قولی میں ما توبیخ اور طعن کے لئے ہے۔

ترجمہ۔ تجھ کو تو میں نیکی کا حکم دیتا ہوں لیکن میں خود اس حکم کی فرمانبرداری نہیں کرتا۔ جب میں خود سیدھے رستے پر نہیں چلتا۔ تو میرا تجھے یہ کہنا کہ سیدھے رستے پر چل بے معنے ہے۔ (یعنی شرم کی بات ہے) یا یہ کہ اس کی تاثیر درحقیقت کیا ہوسکتی ہے۔ ع

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار؟

تشریح۔ یہ بیت پہلے بیت کی تشریح ہے۔

(۲۸)

وَلَا تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَلَمْ اُصَلِّ سِوٰی فَرْضٍ وَلَمْ اَصُمِ

جز نماز و روزۂ فرضی نہ شد از من ادا	پیش از مرگم نہ کردم جمع توشہ حسرتا

ولا تزودت ۔ واو عاطفہ ۔ لا نافیہ ۔ تزودت فعل ماضی ۔ تزوّد توشہ مہیا کرنا ۔ اِس کا عطف ما استقمت پر ہے ۔ قبل لموت موت سے پہلے یعنی زندگی میں نافلۃ نفل ۔ مراد زائد عبادت ۔ لم اصل واحد متکلم فعل جحد معلوم ۔ صلوٰۃ دعا ۔ نماز ۔ فرض وہ حکم جو قطعی دلیل شرعی سے ثابت ہو ۔ لم اصم ایضاً فعل جحد ۔ صوم روزہ ۔ لَمْ اُصَلِّ صَلوٰۃً وَلَمْ اَصُمْ صَوْمًا ۔ غَیْرُ فَرْضٍ ۔ حدیث قدسی میں آیا ہے ۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے ۔ لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ ویدہ التی یبطش بھا ۔ فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش ؛

ترجمہ :۔ مَیں نے مرنے سے پہلے نوافل کا کچھ توشہ حاصل نہیں کیا ۔ نہ مَیں نے نماز فرض کے سوا نماز پڑھی اور نہ مَیں نے فرضی روزوں کے سوا کبھی روزے رکھے ؛

تشریح :۔ اگرچہ نفل میں کل نماز روزہ سوائے فرض کے داخل ہے ۔ اور حاجت تشریح ماسوائے فرض کے نہیں ہے ۔ مگر حسرتا اور تحریرتا مصراع اوّل کے مضمون کو دوسرے الفاظ میں دُہرایا گیا ہے ۔ اِس پر مندرجہ ذیل سوالات قابل حل ہیں :۔

(۱) فرائض کا ادا کرنا جب توشۂ عاقبت میں داخل ہے ۔ تو ناظم علیہ الرحمۃ کا لا تزودت کہنا کیا معنے رکھتا ہے ؟

(۲) یہ ظاہر کرنا کہ نماز روزہ ادا ہوتا رہا ایک گونہ فخر ہے ؏

پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ فرائض بمنزلہ قرض کے ہیں۔ ان کا ادا کرنا حق عبودیت کو ادا نہیں کرتا۔ اس لئے ناظم نے ادائے فریضہ کو کسی شمار میں نہیں سمجھا۔ اس کے نزدیک حق عبودیت تب ہی ادا ہوتا ہے جب نوافل کا بے انتہا توشہ جمع کیا جائے ؏

سوال دوم کا یہ جواب ہے۔ کہ فرضٍ کی تنوین تقلیل کے لئے ہے۔ یعنی اگر کچھ ادا بھی ہوا۔ تو فرائض کا کچھ حصہ ادا ہوا۔ گویا تمام فرائض بھی ادا نہیں ہوئے ؏

یا یوں کہو کہ حق عبودیت اسی صورت میں ادا ہوتا ہے۔ جب انسان اپنی عمر کو نوافل میں صرف کرے۔ میرے قصور ہمت کو دیکھو کہ میں نے صرف نماز روزہ فرضی پر کفایت کی۔ پس یہ اظہار فخر نہیں ہے۔ بلکہ انکسار ہے۔ یا فرض۔ واجب۔ سنت مؤکدہ کے ادا میں۔ جو نقصان واقع ہوتا ہے۔ نوافل اس کو پورا کرتے ہیں۔ پس جب میں نے نوافل کا توشہ جمع نہیں کیا تو میرے فرائض بھی کما حقہٗ ادا نہ ہوئے۔ سو اس پر مجھ کو حسرت اور افسوس ہے ؏

الفصل الثانی فی بیان مدائح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

(۲۹) ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيَا الظَّلَامَ اِلٰى
اَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمٖ

ترک کردم سنت آنکس کہ شب را زندہ کرد	در عبادت پائے پاکش اشد ز آماس درد

ظلمت فعل ماضی مشتق ظلم سے۔ ظلم کسی چیز کا غیر محل میں رکھنا۔ کسی کے حق میں

بلا اجازت تصرف کرنا۔ مجازاً بمعنے ترکت کے استعمال ہوا۔ سنۃ طریقہ۔ مراد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سنت پر ظلم کرنے سے مُراد ہے اُس کو چھوڑ دینا۔ اُس کی پیروی نہ کرنا۔ اُس کے حقوق کو پُورے طور پر ادا نہ کرنا۔ من موصولہ۔ نام مبارک کی جگہ مَن کی لفظ لانے میں۔ مخاطب کو شوق میں ڈالنا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تفخیم مطلوب ہے۔ احییٰ بالفتح ماضی از احیا بالکسر باب افعال سے بمعنی زندہ کیا۔ ظلام تاریکی شب۔ مراد مطلق شب۔ احیاء الظلام رات کا زندہ کرنا۔ تمام رات عبادت میں جاگتے رہنا۔ الیٰ انتہائے غایت کے لئے یعنی اس قدر رات کو کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ ان مصدریہ۔ اشتکت صیغہ واحدہ غائبہ فعل ماضی اشتکاء گلہ کرنا یا بیمار ہونا۔ عرب کا محاورہ ہے۔ اشتکیٰ فلانٌ ای مرض فلانٌ۔ فلاں آدمی بیمار ہوا۔ قدماہٗ تثنیہ قدم ہٗ ضمیر راجع ہے طرف من موصول کے۔ ضر تکلیف۔ سختی نقصان۔ ورم آماس۔ سوجن۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں مبارک کے شکایت کرنے سے یہ مراد ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک نماز میں کھڑے کھڑے سوج جایا کرتے تھے ؏

ترجمہ۔ (افسوس) میں نے اُس ذات اقدس کے طریقہ مسنونہ کی پیروی نہ کی۔ جو اندھیری رات کو زندہ رکھتے تھے۔ عبادت کیلئے کھڑے رہتے تھے) یہاں تک آپ کے دونوں قدم مبارک ورم سے بیمار ہو جاتے تھے۔ یا ورم کی شکایت کرتے تھے ؏

تشریح۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے نزول وحی میں تمام رات نوافل پڑھتے رہتے تھے۔ جس سے پاؤں مبارک سُوج جایا کرتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ تشق علیٰ نفسك وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر

فقال افلا اکون عبداً شکوراً (یعنی حضور نفس پر کیوں اس قدر تکلیف اُٹھاتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دئے ہیں ۔ فرمایا کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں یعنی انعاماتِ مغفرت کا حق نہ ادا کروں) پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ طٰہٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقیٰ (ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا ۔ کہ تم اُس کے باعث سے مشقت اُٹھاؤ) اس شعر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کی طرف گریز ہے ۔ اور اگر اشتکت سے مراد شکوہ لیا جائے ۔ تو اس کے یہ معنی ہونگے ۔ کہ پاؤں مبارک پر ورم ظاہر ہوا جس کا لازمی نتیجہ تکلیف تھی ۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس سے بعید ہے کہ وہ اِس تکلیف کی شکایت کرتے ۔ جو عبادت کی وجہ سے لاحق ہوئی ۔

(۳۰) وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهٗ وَطَوٰى
تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُّتْرَفَ الْاَدَمِ

پہلوئے جسمِ مبارک بود گل از گلستاں | بر شکم بست سنگ از فاقہ در دامن نہاں

واؤ عاطفہ احیا الظلام پر عطف ہے یعنی وہ ذاتِ اقدس جس نے رات کو زندہ رکھا ۔ اُس نے بھوک میں اپنے شکم پر پتھر باندھا ۔ شد مضبوط کرنا کس کے باندھنا سغب بھوک ۔ احشاء جمع حشا دل یا جو چیز شکم میں مثل دل ۔ جگر اور آنت وغیرہ کے پائی جاتی ہے ۔ عرب کہتے ہیں ۔ فلان لطیف الاحشاء طویٰ صیغہ ماضی مشتق طے سے لپیٹنا ۔ تحت زیر ۔ حجارہ پتھر ۔ کشح پہلو ۔ مترف نازک ۔ اِتراف نعمت سے پرورش کرنا ۔ مراد اس جگہ نزاکت و لطافت سے ہے ۔ آدم جمع ادیم ۔ کشحا مترف الادم

نازک و لطیف چمڑے والا پہلو ✽

ترجمہ۔ وہ ذاتِ اقدس جس نے بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ کو کسا اور

اپنے نازک پہلو پر پتھر باندھا ✽

تشریح۔ عطف اس کا احیا الظلام پر ہے۔ روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنے پیٹ اور پہلو پر بحالت شدت جوع پتھر باندھ لیتے۔ کیونکہ پیٹ پر کسی سخت چیز کا

باندھنا بھوک کی شدت کو کم کرتا ہے۔ یہ امر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالِ صبر اور

تحمل تکالیف پر دال ہے ✽

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

خدمت میں بھوک کی شکایت کی۔ اور ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پیٹ پر ایک

پتھر باندھا ہوا دکھایا۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا شکم مبارک ہم کو

دکھایا۔ جس پر دو پتھر بندھے تھے ✽

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطنِ مبارک پر پتھر اس لئے باندھا تھا تاکہ پتھر کی

برودت گرسنگی کی حرارت کو رفع کرے۔ اور نیز صحابہ علیہم الرضوان صبر و تحمل کی تعلیم حاصل کریں ✽

(۳۱) وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمِ

وانکردہ چشم ز استغنا سوئے کوہ گراں	کوہِ زر آمد بجالِ فاقہ اش بر آستاں

واؤ عاطفہ۔ اس شعر کا عطف شعر ماقبل پر ہے۔ راودت از مراودۃ آمد رغبت رکھنا۔ کسی

چیز کے حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا۔ راودہ عن نفسہ یعنی اس کو پھسلانا چاہا۔ قال

اللہ تعالیٰ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ جبال جمع جبل۔ پہاڑ۔ شمم بالضم جمع اشم نہایت بلند۔ الشم۔ الجبال کی صفت ہے یعنی الجبال الرفیعۃ۔ ذھب زر۔ من ذھب صفت ہے جبال کی۔ آراھا۔ فاعل اراد کی ضمیر راجع بحضور علیہ السلام۔ وضمیرھا راجع بجبال۔ آیما۔ ای کسی چیز کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ ما زائدہ۔ شمم بفتحتین بلندی بینی۔ مراد کمال استغناء ؕ

ترجمہ۔ سونے کے بلند پہاڑوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھسلانا چاہا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت استغنا ظاہر کیا۔ کچھ پروا نہ کی ؕ

تشریح۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف۔ ان جبریل ع نزل فقال ان اللہ یقرئك السلام ویقول لك اتحب ان اجعل ھذہ الجبال ذھبا وتکون معك اینما کنت فتوقف ساعۃ فقال یا جبرائیل ع ان الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ قد یجمعھا من لا عقل لہ فقال لہ جبرائیل ثبتك اللہ یا محمد بالقول الثابت ؕ

ترجمہ روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے اور کہا کہ خداوند تعالیٰ بعد تحفۂ سلام کے فرماتا ہے کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو میں آپ کے لئے پہاڑوں کو سونا کر دوں اور جہاں آپ جائیں یہ آپ کے ساتھ رہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد از تامل فرمایا۔ کہ اے جبرئیل دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا اور گھر نہیں ہے اور اس شخص کا مال ہے جس کا اور مال نہیں ہے اس کو بے وقوف آدمی اپنا ذخیرہ سمجھتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ خدا آپ کو اس پر ثابت قدم رکھے ؕ

پانچ پہاڑ تھے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ آرزو پیش کی تھی جبل ابو قبیس۔ جبل حرا۔ جبل ثور۔ جبل بطحا۔ جبل عرفات ؕ

(۳۲) وَاَکَّدَتْ زُھْدَہٗ فِیْھَا ضَرُوْرَتُہٗ
اِنَّ الضَّرُوْرَۃَ لَا تَعْدُوْ عَلَی الْعِصَمِ

زہد اور فاقہ او کرد مستحکم گراں	عصمت اثر کے شود مغلوب حاجتہا

واؤ عاطفہ یا ابتدائیہ۔ اکدت فعل ماضی۔ تاکید محکم کرنا۔ مضبوط کرنا۔ زھدا بے رغبتی۔ ترک دُنیا مفعول اکدت۔ فیھا کی ضمیر جبال کی طرف ہے یا دُنیا کی طرف جو ضمناً لفظ ذھب (جو شعر ماسبق میں ہے) سے سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ دُنیا زرو مال کا نام ہے۔ ضرورت سخت احتیاج۔ فاعل اکدت۔ زھدہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ لاتعدو صیغہ واحد مؤنث غائبہ معلوم فعل مضارع منفی۔ عدوان حد سے تجاوز کرنا۔ غالب آنا۔ عِصَم بکسر اول فتح ثانی جمع عصمۃ و عصمت بمعنی باز داشتن و نگاہ داشتن از گناہ۔ وھی لطف من اللہ تعالیٰ یحمل العبد علی فعل الخیر و یزجرہ عن الشر دیر خدائے تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ جو بندہ کو اچھے کام کی طرف رغبت دیتی ہے اور بُرے کاموں سے بچاتی ہے)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیوی حاجت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دیا۔ فی الحقیقت احتیاج دنیوی عصمت حقیقی پر غالب نہیں آسکتی ؎

تشریح۔ لوگوں کی دنیوی احتیاج اُن کی پرہیزگاری کو کمزور کرتی ہے۔ برخلاف اس کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس قدر دنیوی احتیاج زیادہ ہوتی اُسی قدر آپ کا زُہد زیادہ مستحکم ہوتا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم مایحتاج الیہ کی پروا تک نہ کرتے

تھے۔ کیونکہ آپ دنیا اور اس کی ضرورتوں کو ایک فریب سمجھتے تھے۔ گویا ضرورتوں کا پیش آنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کے انصرام میں کم توجہی فرمانا باعث استحکام زہد ہوتا تھا۔ رُوی ان رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان مضطجعًا علی سریر مفروش بشئ خفیف رطب اخضر و تحت رأسه وسادة من ادیم مملوة بلیف فدخل علیه عمرؓ مع جماعة من الصحابة فانحرف النبی صلی اللہ علیه وسلم فرای عمرؓ اثر الفراش علی جنبیه فبکی فقال ما یبکیک یا عمرؓ فقال کیف لا ابکی ان کسری وقیصر ینعمان فیما یتنعمان فیه من الدنیا وانت علی هذه الحالة فقال علیه السلام یا عمرؓ اما ترضی ان یکون لهم فی الدنیا ولنا فی الآخرة فقال بلی۔ فنزل جبرئیل علیه السلام وقال سنة اللہ قد جرت علی ان لذة الآخرة تنقص علی کل احد یحب ازدیاد لذة الدنیا فما کانت لذة الدنیا اکثر کانت لذة الآخرة اقل کما فی قوله تعالیٰ اذهبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا۔ لکن اللہ یقول قل لمحمدؐ خذ من عظائم الدنیا ما ترید و اطلب ما تشاء فانك مجاب لا تنقص من لذاتك فی الآخرة بسبب لذاتك فی الدنیا فقال علیه الصلوٰة والسلام واللہ خیر و ابقیٰ ٭

ترجمہ۔ روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چارپائی پر جس پر سبز کھجور کا بوریا بچھا ہوا تھا لیٹے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت صحابہؓ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اتفاقاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کروٹ لی تو حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر بوریا کے نشان دیکھتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ حضورؐ نے پوچھا۔ عمرؓ کیوں روتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میرے رونے کا یہ باعث ہے کہ کسریٰ و قیصر تو دنیا میں نہایت شان و شوکت اور عشرت سے زندگی بسر

کرتے ہیں۔ اور حضور اس حالت میں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ عمرؓ! کیا تو یہ نہیں چاہتا۔ کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بیشک میں یہی چاہتا ہوں۔ پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا۔ خدا تعالےٰ کا یہ قانون ہے کہ دنیا کی لذتیں جس قدر بڑھتی جاتیں اُسی قدر آخرت کی لذتیں کم ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ تم اپنی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں پا چکے ہو۔ لیکن خدا پاک فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہدو کہ تم دنیا کی نعمتوں سے جو تمہارا جی چاہے لو۔ آپ اس قاعدے سے مستثنےٰ ہیں۔ تمہاری لذاتِ آخرت لذاتِ دنیاوی کے حاصل کرنے سے کم نہ ہونگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ بہتر و باقی ہے +

(۳۳) وَكَيْفَ تَدْعُوْ اِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ
لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

اگر نبودے او نبودے کائناتِ دو جہاں	حبِ دنیا کے کشد او را ز راہِ استعال

واو استینافیہ۔ کیف کسی چیز کے حالات دریافت کرنے کیواسطے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں استفہام استبعادی ہے یعنی آپ کے شان سے بعید ہے۔ کہ دنیا کی احتیاج آپ کو اپنی طرف کھینچے۔ تدعو فعل مضارع واحدہ غائبہ مؤنث۔ دعا بلانا۔ کیف تدعو استفہام انکاری ہے۔ دنیا مشتق دنو سے بمعنے نزدیک ہونا۔ اس جہان کو دنیا اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ باعتبار زمان بہ نسبت آخرت کے انسان کی ذات سے قریب ہے۔ یا مشتق ہے دنایت بمعنی خست و کمینگی سے کیونکہ یہ تقرب الی اللہ کی مانع ہے۔ لولاہ ضمیرہ راجع بحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبتدا خبر جو موجود محذوف۔ لم تخرج صیغہ جحد۔ یا تو یہ صیغہ معلوم ہے از خروج بمعنے نکلنا سے یا مجہول از اخراج بمعنے نکالنا۔ اس جگہ دونوں صحیح ہیں۔ عدم نیستی +

ترجمہ۔ کس طرح ممکن ہے کہ ایسی ذاتِ اقدس کو اس کی ضرورت دنیا کی طرف

بلائے۔ کہ اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو دُنیا ہی عدم سے وجود میں نہ آتی ؞

تشریح ۔ پہلے شعر میں جو بظاہر تعجب پیدا ہوا تھا۔ اُس کو رفع کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں لولاک لما خلقت الافلاک آیا ہے۔ تو پھر ضرورتِ انسانی دنیائے دنی کی طرف کس طرح حضور کی توجہ کو پھیر سکتی ہے؞

(۳۴) **مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ**
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

نازشِ عُربؐ و عجم جن و بشر را پیشوا	نامِ پاک او محمد سید ہر دو سرا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مرفوع صیغہ اسم مفعول مبالغہ بہت تعریف کیا گیا۔ نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ خبر ہے مبتدائے محذوف کی۔ اے ھو محمدٌ۔ یا مبتدا اور خبر اُس کی سید الکونین۔ سید سردار کونین دو جہان دنیا و آخرت۔ الثقلین مراد انسان و جن۔ کیونکہ ان پر شرعی تکالیف کا بار رکھا گیا ہے۔ اس لئے ان کو ثقلین کہا گیا ہے۔ و ثقلین بمعنی دو گروہ گراں از روئے کثیر الخلقت اور ذوی العقول ہونے کے۔ فریقین دو گروہ۔ عَرَبٌ بفتحتین ملک ب عُرُبٌ بضم عین و سکون را[1]۔ ایسا ہی عَجَمٌ و عُجْمٌ ملک عرب و عجم کے رہنے والے۔ ماسوائے عرب باقی تمام ممالک عجم میں داخل ہیں۔ یہ نام عربوں نے رکھا۔ کیونکہ وہ اُن کو بمقابلہ اپنی فصاحت و بلاغت و وسعت زبان کے عجم یعنی گونگا کہتے تھے ؞

ترجمہ ۔ اوصاف مذکورہ بالا کے مصداق جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1] اس فارسی شعر میں عُرب بضم عین وسکون را پڑھو نہ کہ بفتحین۔ عُرب کے معنی اہل عرب ؞

وآلہ وسلم ہیں۔ جو دین اور دنیا جن و بشر اور دونوں فریق عرب و عجم کے سردار ہیں ۔

تشریح ۔ اشارہ ہے حدیث انا سید ولد آدم ولا فخر کی طرف۔ یعنی میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور میرا یہ کہنا بطور فخر نہیں۔ بلکہ امر واقعی ہے۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گروہ انسان اور گروہ جن ہر دو کی طرف مبعوث ہوئے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو نوع کے سردار ہیں ۔

(۴۵) نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاھِیْ فَلَآ اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلٍ لَا مِنْہُ وَلَا نَعَمٍ

صادق اندر قول خود ایجاب باشد یا نفی	آمر و ناہی نشد اندر جہاں مثلش نبی

نبی یا مشتق ہے نبا بمعنی خبر سے یا نبوت بمعنی رفعت سے۔ پس نبی بمعنی مخبر یا رفیع ہوا۔ اصطلاح میں نبی وہ شخص ہے جس پر وحی نازل ہو تاکہ لوگوں کو احکام الٰہی سکھلائے عام اس سے کہ کوئی صحیفہ اس پر نازل ہوا ہو یا نہ۔ اور رسول جس پر وحی کے ساتھ صحیفہ بھی نازل ہوا ہو۔ آمر نیک کام کا حکم دینے والا۔ ناھی برے کام سے روکنے والا۔ فلا احد ف جزا۔ یعنی اذا کان محمد سید الکونین۔ جب حضور دو جہان کے سردار اور نبی ہوں تو پھر کوئی آپ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ لا نفی مشبہ بہ لیس۔ احد بمعنی واحد انسانی افراد میں کوئی فرد۔ ابر صیغہ افعل التفضیل بہت سچ کہنے والا۔ بر انیکوکار۔ فی قول لا فی حرف جار۔ قول مصدر۔ لا کنایہ نفی سے۔ منہ ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ نعم کلمۂ ایجاب۔ لا اشارہ ہے محرمات کی طرف اور نعم مراد ہے بیان فرائض و واجبات وغیرہ سے یا مراد لا اور نعم سے نفی اور اثبات ہے جو کلمہ شریف

لا الٰہ الا اللہ میں ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وأمر بالمعروف و انہ عن المنکر ٭

ترجمہ۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھے کاموں کی ہدایت کرنے والے اور برے کاموں سے روکنے والے ہیں۔ پس کوئی امر و نہی کے بیان کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ راست گو نہیں ہے۔ یا کسی سوال کے جواب دینے میں آپ سے بڑھ کر کوئی اور صادق نہیں ہے۔ خواہ وہ جواب نفی میں ہو یا اثبات میں۔ کیونکہ جواب کی یہی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ٭

تشریح۔ لفظ نبینا کا مقدم کرنا خصوصیت پر دلالت کرتا ہے حالانکہ اور پیغمبر بھی آمر و ناہی گذرے ہیں۔ مطلوب یہ ہے کہ اس زمانہ میں اور آئندہ بوجہ خاتم النبیین ہونے کے ہمارے ہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام آمر و ناہی ہو سکتے ہیں۔ نہ کوئی اور پیغمبرؑ کیونکہ اور شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ ٭

(۳۶)

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ

آں حبیب حق زد انش ہست امید مدد	در حوادث وقت ہر فتنہ کہ بر سر می رسد

ھو ضمیر راجع طرف حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ ھو مبتدا۔ الحبیب خبر۔ الف لام جو حبیب پر لگایا گیا ہے واسطے قصر کے ہے یعنی وہی حبیب ہے اور کوئی نہیں۔ حبیب بروزن فعیل بمعنی مفعول دوست رکھا گیا۔ ترجیٰ صیغہ مضارع مجہول۔ رجا امید رکھنا۔ شفاعت طلب الخیر للغیر من الغیر کسی سے کسی کے لیے بہتری کی سفارش

کرنا۔ لکل ھول لام متعلق ترجے یا شفاعت کے ہے ۔ اور لام اس شعر میں فی کے معنے دیتا ہے ۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ یلیتنی قدمت لحیاتی کاش میں اپنی زندگی میں نیک عمال کر لیتا۔ یا لام توقیت کے لئے ہے یعنی خوف و خطر کے وقت جیسا کہ قولہ تعالےٰ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت پر۔ من الاھوال۔ من جارہ۔ اھوال جمع ہول مصیبت حادثہ خطرہ۔ مقتحم بصیغۂ فاعل یا مفعول ھول مقتحم وہ بلا جو انسان پر دفعۃً واقع ہو۔ یا انسان اس میں گرفتار ہو جائے۔ اقتحام دو چیزوں کے درمیان میں گھسنا۔ مراد اس جگہ اُن مصیبتوں سے ہے جو یکایک انسان پر آپڑتی ہیں۔ ہول سے ہول دوزخ بھی مراد ہو سکتا ہے جس میں آدمی قہراً اور جبراً داخل کئے جائینگے ۞

ترجمہ آپ خدا تعالیٰ کے وہ محبوب ہیں۔ کہ مصیبتوں میں ہر ایک سخت مصیبت میں آپ کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ انا حبیب اللّٰہ ولا فخر میں خدا کا دوست ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں ۞

دُعا

اے خدا بطفیل رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ کو اس دنیا کے مصائب سے محفوظ رکھ اور ہر ایک حادثہ میں میری امداد کر۔ اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت اور تیری رضا مجھ کو نصیب ہو۔ آمین ۞

تشریح مشائخ علیہم الرحمۃ سے روایت ہے کہ یہ شعر مقبول اور مستجاب ہے۔ جس کو حاجت دنیا و آخرت کی ہو۔ اس شعر کو ایک ہزار ایک دفعہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر پڑھے۔ اور درمیان میں بات چیت نہ کرے۔ انشاءاللہ تعالےٰ ضرور اُس کی مصیبت دور ہو جائیگی۔

اور یہ مشائخ کرام کے مجربات سے ہے ؛

(۳۷) دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٖ

خواند مارا سوئے حق ہر کس بکشش سر نہد	پنجہ زد در حبل مستحکم کہ از ہم نگسلد

دعا ۔ دعوۃ ۔ دعاء (بُلانا ۔ ہدایت کرنا) سے صیغہ ماضی معلوم واحد غائب ہے ۔ فاعل اس کا ضمیر راجع بحضور صلے اللہ علیہ وسلم ہے ۔ الی اللہ میں مضاف حذف ہے یعنی الی دین اللہ او عبادۃ اللہ یہاں الی کے معنے جانب ہیں ۔ فاء تفریعیہ یعنی دعوت الے اللہ کا نتیجہ یہ ہوا ۔ مستمسکون صیغہ جمع مذکر اسم فاعل ۔ استمساک کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا ۔ مراد پناہ لینا ۔ اطاعت کرنا ۔ بہ ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے ۔ مستمسکون دوبارہ لایا گیا واسطے افصاح کے ۔ حبل رسن ۔ منفصم صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ۔ فصم توڑنا ۔ انفصام انقطاع ۔ ٹوٹ جانا غیر منفصم نہ ٹوٹنے والا محکم مضبوط ۔ پائدار حبل غیر منفصم سے قرآن مجید مراد ہے ۔ غیر ایسا کلمہ ہے جو کسی کی صفت واقع ہوتا ہے ۔ یہاں حبل کی صفت ہے ؛

ترجمہ ۔ آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا ۔ پس جو لوگ آپ کے دامان عالی سے وابستہ ہیں ۔ وہ (درحقیقت) ایسی مضبوط رسی پکڑے ہوئے ہیں ۔ جو ٹوٹنے والی نہیں ؛

تشریح ۔ اشارہ ہے آیت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی طرف ۔ اور حدیث میں آیا ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید یعنی

فسادِ امت کے زمانہ میں جو شخص میری سنت کو محکم پکڑے گا اُس کے لئے سو شہید کا اجر ہوگا

حبل اللہ سے مراد قرآن ہے۔ جس میں تبدیل و تحریف نہیں ہے ۞

(۳۸)

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٖ

از ہمہ پیغمبراں فائق شد از خلق و جمال	نیست کس ہمسر او در علم و در اعطائے مال

فاق صیغہ ماضی۔ فوق بلندی۔ ناقہ۔ فاق علیہ اُس پر غالب ہوا۔
نبیین جمع نبی۔ خلق بالفتح پیدائش و ایجاد۔ مراد حسن صورت۔ کمالاتِ ظاہری۔
خُلق بضمتین حسن سیرت و کمالات باطنی۔ لم یدانوہ فعل جحد جمع مذکر۔ در اصل
یدانونہ تھا۔ وقت الحاق ہائے ضمیر کے نون جمع کا حسب ضابطہ حذف ہوگیا۔
مداناۃ باہم نزدیک ہونا۔ ضمیر متصل منصوب راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔
علم جاننا۔ مراد علوم معرفت۔ کرم عطا و بخشش ۞

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسن صورت اور حسن سیرت میں سب پیغمبروں
پر سبقت لے گئے۔ اور کوئی پیغمبر بھی حضورؐ کے رتبہ معرفت اور سخاوت تک نہیں پہنچا ۞

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق کی نسبت خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے اِنَّکَ
لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور حدیث میں ہے۔ اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ جو جو فضیلتیں
پیغمبران سلفؑ کو علیحدہ علیحدہ بارگاہ رب العزت سے عطا ہوئیں اُن سب فضیلتوں کی جامع آپکی
ذات والاصفات تھی ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۳۹) وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

هر یکے الیشان بخواہد از رسولِ اللہ عطا	اَلْف زآب بحرِ جودش قطرہ از ابرِ سخا

واو عاطفہ یا ابتدائیہ ہے۔ کُلُّھم۔ کل در اصل اکلیل بمعنی تاج سے ماخوذ ہے۔ جس طرح تاج تمام سر کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے اسی طرح لفظ کل اپنے مضاف الیہ کی کل جزئیات کو احاطہ کرتا ہے۔ کُلّ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے۔ ھُم ضمیر انبیا علیہم السلام کی طرف راجع ہے۔ من رسول اللہ۔ من صلہ ہے ملتمس کا۔ رسول اللہ کے لفظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ ملتمس خبر ہے کلھم مُبتدا کی۔ التماس ڈھونڈنا۔ درخواست کرنا۔ ملتمس درخواست کرنیوالا۔ غرف بالفتح چُلّو۔ بحر دریا۔ مراد علم و معرفت۔ رشف چوسنا۔ مراد اس مقدار سے ہے جو ایک دفعہ کے چُوسنے سے حاصل ہو یعنی قطرۂ آب۔ دیم جمع دیمہ۔ دیمہ اُس بارش کو کہتے ہیں جو ایک دن رات یا زیادہ لگاتار برستی رہے۔ یہاں شفاعت سے مراد ہے۔ جو ایک نوع کی بخشش ہے۔ اور عموماً بخشش کو بارش سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یا دیمہ سے مراد دیمۂ رحمت ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین +

ترجمہ۔ تمام پیغمبران علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دریائے معرفت اور بارانِ رحمت سے پانی کے چلّو یا قطرۂ آب کی درخواست کرتے ہیں +

تشریح۔ حاصل معنے یہ ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے جو وسعت میں ایک دریائے زخار ہے اور حضور کے کرم وسیع سے جو فیضان میں بارش کی طرح

ہے۔ استفاضہ کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے نور محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوا! ور اس سے دیگر مخلوقات پیدا ہوئی۔ ایک ورحدیث میں وارد ہے۔ کنت نبیاً وادم بین الماء والطین۔ آدم ہنوز پانی اور کیچڑ میں تھا۔ کہ میں نبی ہو چکا تھا۔ پس اس صورت میں تمام انبیاء علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفادہ علم ورحمت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا لوکان موسیٰ حیاما وسعہ الا اتباعی۔ یعنی اگر موسے علیہ السلام زندہ ہوتے تو بجز میری اقتدا کے اور کوئی چارہ نہ دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیا علیہم السلام حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منصب شفاعت کے لئے منتخب فرمائینگے! ور اللہ تعالےٰ اپنے لطفِ خاص سے حضور علیہ التحیۃ والثنا کو گنہگاران امت کے حق میں مقبول الشفاعۃ فرمائیگا۔ اللّٰھم ارزقنا شفاعتہٗ صلی اللہ علیہ السلام ۔ یہ شعر ہر حاجت کے انجام کیلئے نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھنا چاہئیے ۔

(۴۰)	وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّھِمْ مِنْ نُّقْطَۃِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَۃِ الْحِکَمِ

ایستادہ در حضورش ہر یکے برجائے خویش	قدرشاں از نقطہ وحرکت حکمت نیست بیش

واو عاطفہ یا حالیہ۔ واقفون جمع مذکر اسم فاعل۔ واقف کھڑا ہونے والا کسی چیز پر اطلاع پانے والا۔ لدی نزدیک۔ ہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے حد وہ نشان جو دو چیزوں کو ایک دوسری سے جدا کرے۔ حد ہر چیز کی نہایت کو بھی کہتے ہیں۔ ھم ضمیر انبیاء کی طرف راجع ہے۔ من بیانیہ۔ بیان ہے حد کا۔ نقطہ اس مقدار کا نام ہے۔ جس کی تقسیم نہ ہوسکے۔ یہاں مراد اس تھوڑی سی سیاہی ہے جو سپیدی

کے درمیان ہو - یا تھوڑی سپیدی جو سیاہی کے درمیان ہو - علم مراد علم معرفت - او بمعنے واو عاطفہ من بیانیہ - حد کا بیان ہے - شکلہ حرفوں پر اعراب لگانا محاورہ میں آیا ہے - شکلت الکتاب ای قیدتہ بالاعراب - حکم حکمۃ کی جمع - اس سے حد کی تشبیہ مراد ہے - کہ پیغمبروں کی حد جہاں اُن کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے وہ بمنزلہ نقطہ و اعراب ہے - یا تعلق ہے ملتمس کے جو شعر ماسبق میں ہے یعنی ہر چیز کی ماہیت کو حسب طاقت بشری معلوم کرنا - من نقطۃ العلم بیان حد کا ہے یا اُس کی تشبیہ ہو سکتی ہے - یعنی تمام پیغمبر تھوڑی سی حکمت اور نقطۂ علم کی حضور سے درخواست کرتے ہیں ؛

ترجمہ - تمام پیغمبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اپنے اپنے رتبہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور اس حد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حد رتبہ سے وہ نسبت ہے جو نقطہ کو علم سے اور اعراب کو کتاب (حکمت) سے ہوتی ہے ؛

دوسرا ترجمہ - تمام پیغمبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اپنی اپنی حد پر اس طرح کھڑے ہیں جس طرح نقطہ اور اعراب اپنی جگہ پر متمکن ہوتے ہیں - اور حد سے تجاوز نہیں کرتے ؛

تیسرا ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں تمام پیغمبر اپنے اپنے رتبہ پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقطۂ علم اور اعراب حکمت کی درخواست کر رہے ہیں یعنی تھوڑے سے علم اور تھوڑی سی حکمت کے طالب ہیں ؛

چوتھا ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انبیا علیہم السلام اپنے اپنے رتبہ پر مطیع ہوئے اور ان کے مرتبہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ سے وہ نسبت تھی جو نقطہ کو علم سے اور اعراب کو کتاب سے ہوتی ہے یعنی بہت کم ؛

(۴۱)

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہٗ
ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

صورتش ہم سیرتش چوں شد مکمل از صفات	خالق ارواح چیداُو را حبیب از کائنات

فاء تفریج کے لئے ہے یعنی پہلے کلام پر کسی دلیل یا نتیجہ کا قائم کرنا۔ پہلے شعر میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام پیغمبروںؑ پر فوقیت دی گئی۔ اب اس پر ناظم دلیل قائم کرتا ہے۔ جو اس شعر میں ہے۔ فھو میں ھا کو ساکن پڑھو جیسا کہ اکثر نظم میں پڑھا جاتا ہے۔ ھو ضمیر راجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ الذی اسم موصول تم معناہ وصورتہ اس کا صلہ ہے۔ تم صیغہ ماضی کامل ہوا۔ معنی مراد خلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ صورتہ سے مراد جسم پاک و حسن ظاہری ہے۔ ثم دو مضمونوں کی ترکیب کے لئے آتا ہے دوسرا مضمون پہلے مضمون سے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے۔ اصطفیٰ صیغہ ماضی۔ اصطفاء چننا۔ انتخاب کرنا۔ بارئ پیدا کرنے والا۔ نسم جمع نسمہ۔ نفس یا ہر ایک جاندار چیز۔ اور بعض نے آدمی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ معناہ وصورتہ اور اصطفاہ کی ضمیریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہیں +

ترجمہ:۔ پس آپ وہ (اشرف الانبیاؑ) ہیں جن کی صورت اور سیرت مکمل ہو گئی۔ پھر خدائے خالق نے آپ کو اپنا دوست منتخب کیا +

تشریح:۔ یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت اور معنی کی تکمیل ہو چکی۔ تو خلعت نبوت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اشارہ ہے حدیث شریف الا انا حبیب اللہ ولا فخر (ایضاً) انا سید ولد ادم ولا فخر +

(۴۲)

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

در محاسن نیست کس او را شریک از خاص و عام	جوہر حسنش ازاں بالا گزید انقسام

منزہ - پاک اور صاف - تنزیہ دُور رکھنا - منزہ خبر مبتدا محذوف ہے - یعنی هو منزہٌ - عن یہاں بعد کے معنی میں آیا ہے - یعنی آپ اُس سے بالاتر ہیں - کہ آپ کا کوئی شریک ہو سکے - شریک حصہ دار - محاسن جمع حُسن علی خلاف القیاس زیبائی - فی محاسنہ جار مجرور متعلق شریک - جوھر معرب گوہر - مراد حقیقت حسن - غیر منقسم جس کی تقسیم نہ ہو سکے - یا جو جُدا نہ ہو سکے - یعنی غیر منفصل - فا جزا، شرط محذوف یعنی لما کان منزّهًا عن شريك في محاسنه فيكون جوهر الحسن فيه غير منقسم - یعنی جب اس سے بالاتر ہیں - کہ کوئی آپ کے محاسن میں شریک ہو سکے تو پس آپ کا جوہر حسن غیر منقسم ہوا - دوسرے کو اُس کا حصہ ملا - فیہ جار مجرور صفت ہے جوھر الحُسن کی یعنی وہ جوہر حسن جو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات میں نمایاں ہے - غیر منقسم ہے ۔

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالاتر ہیں اس امر سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوبی صفات میں کوئی اور شریک ہو سکے - پس اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوہر حسن تقسیم نہیں ہو سکتا ۔

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن حضورؐ ہی کی ذات مقدس سے مختص ہیں اور محاسن بحیثیت مجموعی کسی غیر کو نہیں دئے گئے اگرچہ فرداً فرداً اوروں میں پائے جاتے

ہیں۔ یا یہ معنے کہ بالذات ہر ایک خوبی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے مختص ہے۔ اور تبعاً دوسروں کو عطا ہوئی ہے

همہ اوصافِ انبیائے عظام　　کرد جملہ ترا خدا انعام

(۴۳)

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمْ

آنچہ نصرانی بگوید در حق عیسےٰ گزار　　ہر چہ خواہی جز از اں وصفِ او نیکو شمار

دَعْ صیغہ امر۔ ترک کر۔ مَا اسم موصول مفعول۔ اِدَّعت فعل ماضی مؤنث فاعل اُس کا نصاریٰ۔ اِدّعاء دعوےٰ کرنا۔ اکثر اس کا استعمال دعوےٰ باطل میں ہوتا ہے۔ ہ ضمیر راجع بسوئے ما۔ نصاریٰ جمع نصران پیروان حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام۔ چونکہ اس گروہ نے حضرت عیسےٰ کی نصرت (امداد) کی تھی اس لئے اُن کو نصاریٰ (امداد کنندگان) کہا گیا۔ فی نبیھم جار مجرور متعلق ادعت۔ ھم ضمیر راجع طرف نصاریٰ کے واحکم امر از حکم اس جگہ مراد بیان اور اظہار ہے۔ شئت فعل ماضی از مشیئۃ چاہنا۔ مدحًا حال ہے۔ اِحتکِم از حکم کی تاکید ہے۔ احتکام حکم دینے میں مشغول ہونا احتکام میں حکم زیادۃ اللفظ تدل علےٰ زیادۃ المعنےٰ مبالغہ ہے۔

ترجمہ۔ جو کچھ نصاریٰ نے اپنے پیغمبر (عیسےٰ علیہ السلام) کی نسبت دعا کیا (یعنی خدا کا بیٹا کہا) اس کو چھوڑ دے باقی جو تیرا جی چاہے۔ بحالت مدح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں کو بیان کر اور اچھی طرح بیان کر۔

تشریح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تعریف جس قدر چاہے کر۔ مگر نصاریٰ کی طرح

جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ کوئی ایسی تعریف نہ کر۔ جو جائز نہ ہو حاصل یہ کہ تمام پیغمبران علیہم السلام کا رتبہ بلند ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوصاف کاملہ کے جامع ہیں۔ کما قیل ے

یا صاحب الجمال و یا سید البشر	من وجهك المنير لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه	بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

اے صاحب جمال اور آدمیوں کے سردار آپ کے روشن چہرے سے چاند منور ہوا ہے۔ جیسا کہ چاہیئے آپ کی تعریف نہیں ہو سکتی قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ خدا تعالےٰ کے بعد تمام مخلوقات سے برتر ہیں +

(۴۴)

فانسب الی ذاته ماشئت من شرف
وانسب الی قدره ماشئت من عظم

ہر چہ خواہی زشرف باذاتِ او منسوب کن	ہر بزرگی را کہ خواہی صفِ آں محبوب کن

فاء تعقیبیہ ہے یا عاطفہ۔ انسب صیغہ امر۔ منسوب کر۔ الی ذاته اے الی النفس الکریم۔ الی جار۔ ذاته مجرور متعلق انسب کے۔ شئت ماضی بمعنے حال از مشیۃ چاہنا۔ شرف بلندی۔ بزرگی۔ قدر۔ رتبہ۔ عظم بزرگی عظمت۔ ماشئتا۔ ما موصول۔ شئت صیغہ ماضی مخاطب واحد مذکر اس جگہ بمعنے مضارع کے واقع ہوا ہے +

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس کی طرف جس کمال کو تو چاہتا ہے اور آپ کے رتبہ کے متعلق جس بزرگی کو چاہے منسوب کر +

تشریح۔ اس شعر کی تشریح شعر بالا کی ہی تشریح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم

کے کمالات اور حسنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اشرف اور جسدِ اطہر کی طرف منسوب کرنے کا ہر ایک کو وسیع اختیار ہے۔ بشرطیکہ اُن وصاف کے اطلاق کی کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔

(۴۵) فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

کے تواند گفت کس تحمید آں عالیجناب	حد فضائل و کمال او نیابد در حساب

فَا بیان یا سبب آوردلیل کیلئے ہے۔ فضل بزرگی۔ لیس ماضی۔ جس کا مضارع وغیرہ نہیں آتا۔ بمعنی حرف نفی لَہٗ کی ضمیر مجرور راجع بفضل حدّ باز داشتن باز دارندہ۔ نہایت ہر چیزے۔ اندازہ کردہ خدا تعالےٰ۔ حدّ زدن۔ اندازہ کردن یعرب فعل مضارع معلوم منصوب بان مقدرہ۔ اعراب ظاہر کرنا۔ بیان کرنا۔ عنہ کی ضمیر راجع طرف فضل کے ہے۔ ناطق بولنے والا۔ نطق بولنا۔ فم منہ۔ مراد زبان۔

ترجمہ۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی کوئی حد نہایت نہیں ہے جس کو بولنے والا بیان کر سکے۔

تشریح۔ ناظم رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں شعر سابق کے مضمون کی علت بیان کرتا ہے شعر ماسبق میں یہ دعوےٰ تھا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر ہر ایک صفت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل اور کمالات کی کوئی

حد نہیں ہے جس کو بیان کیا جائے۔ پس جب سرورِ کائنات علیہ افضل التحیات کی ذات بابرکات مجموعۂ کمالات ہے۔ تو ہر ایک کمال اور فضیلت کا اطلاق ذاتِ گرامی پر اس حد تک کہ شرع جائز رکھے جائز بلکہ واجب ہے +

(۴۶)

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَہٗ اٰیَاتُہٗ عِظَمًا
اَحْیَا اسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعٰی دَارِسَ الرِّمَمِ

زندہ کردے نام او از خواندنش عظم رمیم	معجزاتش گر بقدرِ قدرِ او بودے عظیم

لو حرف شرط۔ لانتفاء الثانی لانتفاء الاوّل۔ یعنی چونکہ پہلی چیز موجود نہیں ہوئی۔ اس لئے دُوسری چیز کا وجود ظہور میں نہ آیا۔ لو جئتنی لاکرمتک اگر آپ میرے پاس آتے تو آپ کی تعظیم کرتا۔ لیکن چونکہ آپ نہیں آئے اس لئے مَیں نے آپ کی عزت نہیں کی۔ ناسبت فعل ماضی۔ مناسبۃ ایک چیز کا دوسری چیز سے کوئی نسبت رکھنا۔ قدر مرتبہ۔ ایات جمع آیہ۔ مراد معجزات عِظم بالکسر بزرگی۔ منصوب بتمیز۔ احیا بالفتح فعل ماضی۔ اِحیاء بالکسر بروزن افعال زندہ کرنا حین وقت ہنگام۔ یدعٰی صیغہ مضارع مجہول ضمیر اسم کی طرف راجع ہے دارس بمعنے مُندرس۔ دروس ناپدید ہونا۔ الرمم جمع رمۃ۔ بوسیدہ ہڈی +

ترجمہ:۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات عظمت میں حضورؐ کی قدر و منزلت کے برابر ہوتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جس وقت بوسیدہ ہڈیوں پر پڑھا جاتا تو انہیں زندہ کر دیتا +

تشریح:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رتبہ اور عزت بارگاہ ایزدی میں ہے

کہ اگر اس مرتبہ کے موافق معجزات دیئے جاتے تو معجزات کی بے حد ہوتی۔ کہ جب کبھی حضورؐ کا نام مبارک ہزار سالہ بوسیدہ ہڈیوں پر پڑھا جاتا۔ تو وہ زندہ ہو جاتیں۔ معجزہ احیاءِ اموات بدعائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رتبہ سے کم ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ اس معجزات کے شایاں ہے۔ کہ حضورؐ کے نام مبارک سے مردہ زندہ ہو جاتا۔ اس شعر میں تبہ اور عزت کی رفعت عجیب طرز سے بیان کی گئی ہے۔ حضور علیہ السلام کی حیات میں مردہ کا زندہ ہونا بعض روایات سے ثابت ہے۔

ایک بوڑھیا کا بیٹا جو انصاری تھا، مرگیا۔ بوڑھیا کو خبر ہوئی۔ روتی تھی۔ اور یہ دعا مانگتی تھی۔ اے خدا تو جانتا ہے۔ کہ میں نے تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے ہجرت کی ہے۔ کہ میں ہر مصیبت سے محفوظ رہوں۔ بس اس مصیبت کو مجھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اٹھالے۔ اس دعا سے اس کا بیٹا زندہ ہو گیا۔

یہ شعر اگر قریب الموت مریض کے پاس پڑھا جائے۔ تو وہ سکرات الموت سے نجات پاتا ہے اور نیز شفا کے لئے زعفران سے لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالا جائے۔

(۴۷)	لَمْ یَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْیَى الْعُقُوْلُ بِهٖ حِرْصًا عَلَیْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ	

از عنایت دور دارد عقلِ ما را ز امتحاں	آنچہ فرمودہ را ما راز شک است و گماں

لم یمتحنا۔ لم یمتحن صیغہ جحد۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ نون ساکن۔ نون متحرک میں مدغم ہوا۔ امتحان "آزمانا" سے مشتق ہے۔ محنت مادہ مجرد یعنی لم یحملنا علی المحنۃ۔ آپ نے ہمیں محنت اور تکلیف میں نہیں ڈالا۔ بما تعیی میں باء سببیہ۔ ما موصولہ سے مراد شرع لطیف

ہے۔ یعنی صیغہ مضارع مشتق عمی سے نہ کہ اعیاء سے۔ عمی اور اعیاء میں فرق یہ ہے کہ جس چیز کے سمجھنے میں عقل ورائے عاجز ہو۔ وہ عمی سے اور جو عجز حرکت و سکون کے بعد ہو وہ اعیاء سے۔ عقول جمع عقل۔ بہٖ کی ضمیر ما موصول کی طرف پھرتی ہے۔ حرص کسی چیز کی حد سے زیادہ خواہش کرنا۔ مراد اس جگہ شفقت ہے۔ لم نرتب صیغہ جحد ارتیاب شک کرنا ہے۔ لم نھم۔ جحد۔ ہام یہیم سے متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے۔ ھیمان بمعنے حیران ہونا۔ یا دھم سے مشتق ہے وہم کے معنے کسی چیز مطلوب کو چھوڑ کر دوسری چیز کی طرف چلا جانا۔ محاورہ ہے۔ وھم فلان اذا غلط جب کوئی غلطی کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ وھم فلان +

ترجمہ ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوجہ اس شفقت کے جو ہم سے رکھتے تھے ایسی چیزوں سے جن کے سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں حیرت زدہ ہو جائیں۔ ہم کو آزمائش اور محنت میں نہیں ڈالا۔ اس لئے نہ تو ہم شک و وہم میں پڑے اور نہ حیرت زدہ ہوئے +

تشریح ۔ جو احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر واجب کئے وہ ہم پر سہل اور سریع الفہم ہیں۔ نہ ان کے بجالانے میں کوئی تکلیف اور نہ ان کے سمجھنے میں دقت ہے۔ الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حقہ نہایت واضح اور سہل اور تکلیف مالا یطاق سے بالکل پاک و صاف ہے۔ بخلاف دوسرے پیغمبروںؑ کی شریعت کے کہ اس میں احکام ایسے ہوتے تھے جن کو انسان مشکل سے ادا اور برداشت کر سکتا تھا۔ بطور مثال چند امر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ قتل بالعمد و خطا میں صرف قصاص کا حکم تھا۔ اگر کپڑے پر کہیں نجاست لگ جاتی۔ تو اس کو کاٹنے کا حکم تھا۔ اور زکوٰۃ میں چوتھا حصہ مال دیا جاتا تھا۔ اور بجائے توبہ کے نفس کو قتل کیا جاتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ +

حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت الدّین یسرٌ دین آسان ہے کوئی تکلیف امر و نہی نہیں ہے ÷

(۴۸)	اَعْیَ الوَرٰی فَھْمُ مَعْنَاہُ فَلَیْسَ یُرٰی لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْفَحِمٖ

خلق عاجز شد ز ادراکِ کمالاتِ نبیؐ	از قریب و ہم بعید از درکِ علم او غبی

اعیٰ صیغہ ماضی عاجز کر دیا۔ اِعیاء عاجز کرنا۔ وریٰ خلقت۔ فہم سمجھنا۔ معناہ معنے سے مراد کمالات۔ ہ ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ قرب وبعد سے قرب بُعد زمانی و مکانی دونو فیہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ بعض نسخوں میں فیہ کی جگہ منہ ہے۔ غیر اس شعر میں یُریٰ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ یعنی جس قدر لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ وہ سوائے اِن کے حضور ع کے کمالات کے سمجھنے میں عاجز ہوں۔ کوئی بھی سمجھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ منفحم مشتق انفحام سے کسی چیز کے سمجھنے میں عاجز ہو جانا اور الزام کا قبول کرنا۔ جواب میں عاجز آ کر دنگ رہ جانا۔ منفحم عاجز ہونے والا +

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم کمالات نے خلقت کو عاجز کر دیا۔ پس کسی شخص کو خواہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب یا بعید زمانہ یا مقام کا ہو۔ بجز اس کے کہ وہ اظہارِ کمالات نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے بیان کرنے میں عاجز ہو۔ دیکھا نہیں جاتا +

تشریح۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمالات نبوت اس رتبہ عالی پر ہے۔ کہ اس کی حقیقت کو کوئی قریب العہد یعنی صحابی رض اور کوئی بعید العہد یعنی تابعی رض نہیں

پہنچ سکا اور سب کے سب اس فضیلت کے اظہار میں چپ چاپ ہیں۔ نہ آپؐ کے کمالات کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے نہ کمیت۔ حضور علیہ السلام کے فضائل مثلاً راستی۔ وفائے وعدہ۔ ادائے امانت۔ رعایت ہمسایہ۔ شفقت یتیم۔ شیریں زبانی۔ حسن عمل۔ کمال علم و عقل۔ عفو و جود۔ شجاعت۔ حیا۔ حسن معاشرت۔ عدالت۔ عفت۔ مروت۔ زہد۔ تقوٰے۔ قناعت۔ اہتمام آخرت۔ صبر۔ استقلال۔ تحمل۔ ترک حرص۔ وغیر ذالک ایسے واضح اور بین امور ہیں۔ جن کے تسلیم کر لینے میں اس زمانہ کے بڑے بڑے دشمنان اسلام نے بھی بجز اقرار کوئی چارہ نہیں دیکھا۔

	(۴۹)
كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ صَغِيرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اُمَمٍ	

ہمچو خورشید است ذات اشرف خیر الورائے	خورد بنماید ز دور از نزد سوزد چشم را

كالشمس کاف تشبیہ۔ شمس آفتاب۔ تظہر فعل مضارع بمعنے ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ شمس عربی میں مونث ہے اس لئے صیغہ مونث استعمال ہوا۔ عینین تثنیہ عین آنکھ۔ بعد دوری۔ صغیرہ چھوٹی چیز۔ تکل صیغہ مضارع۔ اکلال عاجز کرنا یا کلال سے عاجز ہونا۔ طرف آنکھ۔ امم قرب۔ نزدیکی۔

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال آفتاب کی سی ہے۔ جو دور سے تو آنکھوں میں چھوٹا دکھائی دیتا ہے! ور نزدیک سے آنکھ کو خیرہ کر دیتا ہے۔

تشریح۔ آفتاب کا جرم زمین سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس کی حقیقت مقدار کا دریافت کرنا اس لئے مشکل ہے۔ کہ وہ بظاہر دور سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے

اور نزدیک سے آنکھیں اُس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ یہی مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ کہ آپؐ کے کمالات کو نہ قریبی پا سکتے ہیں نہ بعیدی۔ یعنی اہل کشف و شہود کی آنکھوں کو آپؐ کے انوار کی درخشانی چُندھیا دیتی ہے۔ اور ظاہرین بجز جسم مبارک کے اور کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

(۵۰) وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ
قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

کے یابد اندریں دنیا حقیقت ہائے شاں	قوم خفتہ کو بود مدہوش در خواب گراں

واو عاطفہ۔ بعض نسخوں میں فا تفریعیہ ہے۔ کیف۔ استفہام انکار کے لئے ہے۔ پس اس صورت میں یدارک بمعنی لا یدرک ہوگا۔ ادراک سمجھنا۔ کسی چیز کی حقیقت کو دریافت کرنا۔ فاعل اس کا قوم ہے۔ دنیا مراد علائق جسمانی۔ حقیقت اصلیت۔ کُنہ۔ ماہیت۔ نیام جمع نائم۔ سونے والا۔ تسلّوا صیغہ ماضی غائب تسلّی۔ اطمینان پانا۔ قانع ہونا۔ عنہ ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ حلم جو کچھ خواب میں دیکھا جاتا ہے۔

ترجمہ۔ جو قوم خفتہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت سے محروم رہ کر اپنے خواب و خیال پر قانع ہے۔ وہ کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو دنیا میں پا سکتی ہے یعنی نہیں پا سکتی۔

تشریح۔ جب مقربین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ادراک حقیقت سے عاجز ہیں تو غافل قوم جو حرص و ہوا اور نفسانی خواہشوں میں مستغرق ہے اور سنّتِ نبویؐ

کی تاریک اور اوہام باطلہ میں گرفتار رہے وہ کب حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کو سمجھ سکتی ہے۔ بعض اکابر سلف سے مروی ہے۔ کہ جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت صلیہ کا انکشاف کلی کسی شخص پر نہیں ہوا! ور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمال باطنی کامل طور پر ظاہر ہوتا۔ تو کبھی کوئی دشمن دیکھنے کی تاب لا سکتا۔ لفظ دنیا سے اس طرف اشارہ مقصود ہے۔ کہ قیامت کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کا کامل انکشاف ہو جائے گا۔ الناس نیامٌ فاذا ماتوا انتبھوا۔ لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر جائیں گے تو جاگ پڑینگے ؎

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ	(۵۱)

انتہائے علم ما درباب شانش این قدر	کاین بشر بعد از خدا اعلیٰ ست قصّہ مختصر

فا۔ تفریع۔ مبلغ منتہے غایت نہایت بعض نے مصدر میمی لکھا ہے۔ علم جاننا۔ فیہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھرتی ہے۔ بشر آدمی۔ وانہ واؤ عطف۔ اَن واسطے تحقیق جملہ مابعد کے۔ ہ ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ خیر بہتر۔ افضل۔ خلق اللہ مخلوقات خدا۔ کلھم تاکید خلق اللہ۔ تمام۔ جمیع ؎

ترجمہ۔ پس ہمارے علم کا منتہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کی نسبت صرف یہی کافی ہے کہ آپ انسان ہیں۔ اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں ؎

تشریح۔ اس شعر میں اشعار ماسبق کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت معلوم کرنا انسانی طاقت سے برتر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ وہ تمام

جہان سے بہتر ہیں ؎
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۵۲) وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

ہر یک اعجاز یکہ از پیغمبراں آمد پدید | از ظہور نور پاکش جملہ با ایشاں رسید

واو عاطفہ۔ کلّ آیِ اصل میں تھا کلُّ آیۃ من الآیات۔ ای جمع آیت نشان۔ اس جگہ مراد معجزات ہیں۔ رسل جمع رسول۔ کرام جمع کریم۔ بھا۔ باء حرف جارہ تعدیہ کے لئے ضمیر ہا ای کی طرف راجع ہے۔ فانّما۔ فاء تفریع۔ ان تاکید کے لئے آتا ہے۔ ما زائدہ۔ مراد اس جگہ حصر سے ہے۔ اتصلت فعل ماضی۔ اتصال ملنا۔ متصل ہونا۔ من حرف جارہ سبب کے معنی دیتا ہے۔ نورہٖ میں ہٖ ضمیر راجع بحضور صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم ۔

ترجمہ۔ جس قدر معجزات انبیاء (علےٰ نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) دُنیا میں لائے (فی الحقیقت) وہ تمام اُن کو آپ ہی کے نُور سے حاصل ہوئے ۔

تشریح۔ کوئی معجزہ انبیاء علیہم السلام کا ایسا نہیں ہے جس کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف نہ ہو سکتی ہو۔ کیونکہ باعث ایجاد عالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی ذات اقدس ہے۔ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک اس کی شاہد ہے ؎

گر نبودے یا رسول اللہ وجود پاک تو
ہیچ پیغمبر نہ دیدے دولت پیغمبری

(۵۳) فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

اوست خورشید فضیلت ہمچو انجم انبیا	نور شاں در شب برائے مردماں شد رہنما

فا: شعر ماسبق کی علت کے لئے ہے۔ ہ ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ شمس فضل آفتاب بزرگی۔ کواکب جمع کوکب ستارہ۔ یظہرن مضارع جمع مؤنث غائبہ۔ اظہار ظاہر کرنا۔ انوار جمع نور۔ انوارھا کی ضمیر کواکب کی طرف راجع ہے۔ للناس لام بمعنی برائے یا واسطے۔ ناس آدمی۔ اصل اس کا ناسی تھا۔ یائے کو کثرت استعمال کے لئے حذف کیا۔ ناس رہا۔ ایسا ہی انسان ماخوذ ہے نسیان یا انس سے۔ ظلم جمع ظلمت۔ کواکبھا ضمیر مضاف الیہ راجع بسوئے شمس۔ اور یہ اضافت بادنے ملابست ہے +

ترجمہ۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آفتاب کمال ہیں۔ اور باقی انبیاء علٰے نبینا علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں بمنزلہ ستاروں کے ہیں۔ جو علم اور ہدایت کی روشنی کو ضلالت اور جہالت کی ظلمت میں اہل دنیا پر ظاہر کرتے رہے +

تشریح۔ یہاں کواکب سے مراد وہ ستارے ہیں۔ جو آفتاب سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ نور القمر مستفادٌ من نور الشمس۔ جس قدر انبیا علیہم السلام گذرے ہیں حقیقت میں اُن کے برکات اور معجزات کا منبع حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے حدیث اوّل ما خلق اللہ نوری شاہد ہے +

پیش آدم ہم تو بودی ہیچ کس پیدا نبود تو عجب دُرِّ یتیمی و عجائب گوہری

(۵۴)

حَتّٰی اِذَا طَلَعَتْ فِی الْکَوْنِ عَمَّ هُدَا
هَا الْعَالَمِیْنَ وَاَحْیَتْ سَائِرَ الْاُمَمِ

زندہ شد جملہ خلائق از ضیائے نام او	چوں بدنیا جلوہ گر شد شمس فیض عام او

حتیٰ انتہا دغایت کے لئے آیا۔ یہاں تک۔ اذا شرط۔ فی ظرفیت۔ کونین تثنیۂ کون۔ دو نو جہان جن و بشر۔ یا دُنیا و آخرت۔ عمّ صیغۂ ماضی۔ ھدا ھا رہنمائی یا ایصال الی المطلوب۔ ہائے ضمیر شمس کی طرف ہے۔ عالمین جمع عالم۔ واو عاطفہ عطف عم پر۔ احیت صیغۂ ماضی۔ احیاء زندہ کرنا۔ سائر بمعنے تمام۔ کل الامم جمع اُمت۔ گروہ ؛

ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب یہ آفتاب کمال روشن ہُوا۔ تو اُسکی روشنی ہدایت تمام دنیا پر پھیل گئی اور اُس نے گروہوں کو زندہ کیا ؛

تشریح۔ یہ شعر بعض نسخوں میں پایا گیا ہے اور شعر بالا کی تفسیر و تفصیل ہے ؛

(۵۵)

اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِیٍّ زَانَهُ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ

از بشاشت خوبرُوئی لطفِ او آراستہ	طینتش را بارک اللہ خُلق او آراستہ

اکرم بہ صیغۂ تعجب۔ اکرام عزت کرنا۔ خلق بالفتح سرشت۔ نبی مراد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ زان فعل ماضی۔ زین آراستہ کرنا۔ ہ ضمیر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ خُلق بالضم سیرت۔ خوش خُوئی۔

حسن خوبی صوت یشتمل اسم فاعل۔ اشتمال اپنے اوپر کپڑا لپیٹنا۔ احاطہ کرنا۔
بشر بالکسر تازہ روئی۔ متسم نشان والا بمعنے مشہور۔ اتسام اپنے آپ کو کسی چیز سے
داغ یا نشان لگانا ۔

ترجمہ۔ اللہ اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرشت پاک کیسی ہی (اعلےٰ اور
افضل) ہے جس کو پیرایۂ اخلاق نے اور بھی زیادہ خوبصورت بنا رکھا ہے۔ آپ
چادر حسن میں لپٹے ہوئے اور تازہ روئی و خندہ پیشانی میں شہرۂ آفاق ہیں ۔

تشریح۔ اشارہ ہے آیۂ انک لعلیٰ خلق عظیم کی طرف حضرت ام المؤمنین
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کی بابت
سوال کیا گیا۔ تو آپؓ نے فرمایا۔ کہ تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ کیونکہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق! عین نمونہ قرآن مجید تھے۔ سبحان اللہ! ہم لوگ کیسے
خوش نصیب اور سعادتمند ہیں جنہیں ایسا کامل ہادی ملا۔ جس کی بدولت ہم
خیرالامم کہلائے۔ اللھم صل علیٰ سیّدنا محمّد و آلہ وسلم ۔

(۵۶) كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمٍ

چوں شگوفہ در طراوت ہمچو دریا در کرم	در شرف چوں ماہِ کامل چوں زمانہ در ہمم

کالزھر کاف تشبیہ۔ زھر شگوفہ۔ ترف نازو نعمت میں پرورش پانا۔ مراد تازگی
ولطافت بدر چودھویں رات کا چاند۔ شرف بزرگی۔ بحر دریا۔ کرم بخشش۔ دھر
زمانہ۔ ھمم جمع ہمت کی ۔

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تازگی میں شگوفہ۔ بزرگی میں چودھویں رات کے چاند۔ اور بخشش میں دریا۔ اور ہمت میں زمانہ ہے۔

تشریح۔ آپ کے اخلاق کی نسبت اس سے بڑھ کر حسان بن ثابتؓ نے کہا ہے ؎

لہ راحۃ لو ان معشار جودھا[1]	علی البر کان البر اندی من البحر
لہ ھمم لا منتھی لکبارھا	وھمتہ الصغری اجل من الدھر

(۵۷) کَاَنَّہٗ وَھُوَ فَرْدٌ فِیْ جَلَالَتِہٖ
فِیْ عَسْکَرٍ حِیْنَ تَلْقَاہُ وَفِیْ حَشَمٖ

بیشک آں فرد است درجاہ و جلال و عز و شان	گر بود تنہا بہ بینی ہست با لشکر روان

کان تشبیہ کے لئے ہے ضمیرہٗ وھو۔ جلالتہٗ۔ تلقاہ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ فرد یگانہ۔ جلالت بزرگی عظمت۔ عسکر لشکر حین وقت۔ تلقا فعل مضارع مخاطب۔ لقاء دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ یا مقابل ہونا۔ جنگ کرنا۔ حشم خدمتگار۔ احتشام جمع۔ وھو فرد فی جلالتہٖ جملہ حالیہ ہے۔ فی عسکر متعلق کائن محذوف کے۔

ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہیبت رعب جلالت میں فرد یگانہ ہیں جب کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا دیکھے گا۔ تو تجھے ایسا معلوم ہوگا۔ کہ آپ

[1] آپکا ہاتھ مبارک ایسا سخی ہے کہ اگر اُس کی بخشش کا دسواں حصہ صحرا کو دیا جائے۔ تو وہ دریا سے زیادہ سخی ہو جائے۔ آپ کی ہمتیں اس درجہ کی بلند تر ہیں۔ کہ بڑی ہمتوں کا تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ اور آپ کی معمولی ہمت زمانہ سے بزرگ ہے۔ ۱۲ منہ مدظلہ

ساتھ خدمت گاروں کا انبوہ کثیر اور سپاہیوں کا لشکر عظیم ہے +

تشریح۔ باوجود اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب اس درجہ تک ہے کہ اگر اکیلے بھی ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکر عظیم اور خدام وحشم کا گروہ کثیر آپکے ہمرکاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اس قدر ہیبت اور رعب پیدا ہوتا تھا۔ کہ کوئی اس کی برداشت نہیں کر سکتا تھا ع

لشکرے ریک قبا و کشورے دریک بدن

اس میں اشارہ ہے حدیث نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ کی طرف یعنی میرے رُعب سے مخالفین جو ایک مہینہ کے سفر سے دُور ہوں، لرزتے ہیں بعض آثار میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہیبت کی وجہ سے کوئی شخص غور کر کے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اب بھی روضۂ منورہ کی عظمت و ہیبت ویسی ہی ہے +

كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ مِنْ مَعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ	(۵۸)

آنچہ از دو کانِ دندان و زبان یابد شرف	لفظ لفظِ او ست رخشاں ہمچو لؤلؤ در صدف

کانما۔ کان حرف تشبیہ کیلئے آتا ہے اور ما کافہ۔ لؤلؤ موتی۔ مکنون پوشیدہ مراد اس موتی سے ہے کہ ہنوز سیپ میں ہو۔ جس کی آب و تاب بدرجۂ غایت ہوتی ہے صدف سیپ۔ معدنی تثنیہ معدن۔ کان منطق گویائی کی جگہ مراد زبان مبتسم ہنسی کی جگہ مراد دندان یا دہان مبارک +

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو معدنوں اول زبان درفشاں سے

وقت تکلم جو کلمات ارشاد ہوتے ہیں۔ دم دہان پاک سے بوقت تبسم جب دندان مبارک درخشاں ہوتے ہیں۔ تو وہ مثل اُن موتیوں کے ہیں۔ کہ ابھی سیپ میں پوشیدہ ہیں۔ یعنی سیپ کا موتی بمقابلہ عام موتیوں کے زیادہ شفاف و درخشاں ہوتا ہے۔ اِس لئے ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو المکنون فی صدف کہا۔

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو کلمات طیبات نکلتے تھے۔ اُن کو جواہر سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک کو لوٹوئے رخشاں سے تشبیہ دی ہے۔

یا دو معدن منطق سے مراد دو لب مبارک ہیں۔ اور مبتسم کو ناظم رح نے تیسری کان فرض کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی فصاحت بلاغت کے موتی۔ اور دندان مبارک کی آب تاب دُرِّ مکنون ہے۔

(۵۹) لَا طِيبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهُ
طُوبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمِ

مژدہ آنکس را کہ بو یدیا ببوسد آں تراب	خاک پاک تربتش فائق تر از مشک و گلاب

لا نفی جنس کے لئے ہے۔ طیب بوئے خوش۔ یعدل صیغہ واحد غائب مضارع عدل ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ برابر ہونا۔ ترب بالضم خاک۔ مراد قبر۔ ضم فعل ماضی۔ ضم دو چیزوں کا ملنا مس کرنا۔ چھونا۔ اعظم جمع عظم ہڈی۔ مراد جسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ طوبیٰ بمعنی طیب۔ حسنیٰ۔ خیر عطیہ۔ نعمت۔ فرح۔ قرۃ العین۔ بہشت میں ایک درخت ہے۔ خوشخبری۔ عرب کہتے ہیں۔ طوبیٰ لک مبارک ہو۔

تیرے لئے۔ لِمُنتشق میں لام اختصاص۔ منتشق سونگھنے والا۔ انتشاق سُونگھنا۔ ملتثم چومنے والا۔ التثام بوسہ دینا۔ مبارک ہو اُس خاک پاک کی خوشبو کے سونگھنے والے اور بوسہ دینے والے کو۔ اعظمہ کی ضمیر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف راجع ہے۔ اور منہ کی ضمیر تربت کی طرف۔

ترجمہ:- کوئی خوشبو اس خاک پاک کی برابری نہیں کر سکتی۔ جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے جسم مطہر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

تشریح۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے روضۂ اطہر کی خاک پاک ہر ایک قسم کی بُوئے خوش سے بڑھ کر ہے۔ مبارک ہے اُس زائر کے لئے جس نے روضۂ اقدس کی خاک عطرناک کو سونگھا۔ اور بوسہ دیا۔

فائدہ۔ بعض لوگ جو انبیاء علیہم السّلام اور دیگر مقربان بارگاہ الٰہی کی تعظیم کو شرک بدعت کہہ دیا کرتے ہیں۔ اور خاک تربت شریف کے سونگھنے اور بوسہ دینے کو بدعت کہتے ہیں اور زیادہ تشدد برتنے والے تو اس کو شرک کہتے ہیں۔

بروایت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے تابانہ حالت میں تربت شریف پر منہ رکھ کر تربت سے لپٹ جانا ثابت ہے۔ گو حدیث میں بوسہ کا لفظ نہیں۔ مگر ایک صحابیؓ کا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ تعظیم اور صحابیؓ کی بے اختیارانہ محبّت کو ثابت کرتا ہے۔

از شمیم لطف او عالم معطر شد ولے ۔ آشنا باید کہ بوئے آشنائے بشنود

حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا فرط محبّت و اشتیاق کی حالت میں تربت شریف پر منہ رکھ کر اشعار ذیل کا پڑھنا مروی ہے۔

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ ۔۔۔ اَنْ لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا ۔۔۔ صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

الغرض بحث و جدل کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ خصم جو بات کو بدعت کہنے کا عادی ہے ہرگز ایسے افعال کے جواز کا قائل نہیں ہوگا۔ مگر حق یہ ہے کہ غایت محبت و فرط اشتیاق کی حالت میں ہرگز یہ افعال ممنوع نہیں۔ یہ سنگ دل قسی القلب کیا جانیں کہ محبت رسول علیہ و علٰے آلہٖ و احبابہٖ والصلوٰۃ والسلام کس چیز کا نام ہے۔ صرف ظاہر پر زور دینا اور درد دل سے ناآشنا رہنا محرومی کی دلیل ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ایسے افعال کو ہر وقت عادتاً بجا لانا صحیح نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عوام الناس جاہل خواص کو دیکھ کر محبت کی بے اختیارانہ حالت سے بے خبر رہ کر قبر پرستی شروع کر دیتے ہیں اور ریا مرشرعاً سخت ممنوع ہے۔ ہم نے مختصراً اس قدر لکھ دیا۔ تاکہ بعض اصحاب اس نکتہ کو خوب سمجھ لیں کہ عبادت غیر اللہ اور بے اختیارانہ محبّت کی حالت میں جو مقتضی اتصال و قرب ہے زمین آسمان کا فرق ہے منکر کی بات کو ہرگز مت سنو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں محبّت رسول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی لذت سے دور پھینک دے۔

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ و احبابہٖ وسلم ؏

الفضل الرابع فی مولدہ صلی اللہ علیہ و علٰی آلہٖ وسلم

لہ کیا تکلیف اس شخص کو ہو سکتی ہے جس نے حضور احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خاک پاک کو سونگھا ہو کہ وہ آیندہ عمر بھر دوسری خوشبوؤں کو نہ سونگھے۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈالی گئی ہیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر ڈالی جاتیں تو وہ راتیں ہو جاتے۔ ۱۲ منہ مدظلہ ؏

(۶۰)

اَبَانَ مَوْلِدُہٗ عَنْ طِیْبِ عُنْصُرِہٖ
یَا طِیْبَ مُبْتَدَءٍ مِّنْہُ وَمُخْتَتَمٖ

کرد ظاہر مولدش مشک وجودش در فضا	اے خوشا بوئے خوشش در ابتدا و انتہا

ابان ظاہر کیا۔ ابانت ظاہر کرنا۔ مولد وقت ولادت۔ مکان ولادت۔ اسم زمان یا اسم مکان۔ فاعل ہے ابان کا۔ اور مفعول اس کا عجائب کثیرۃ محذوف ہے۔ یعنی آپ کے زمانۂ ولادت نے عجائب کو ظاہر کیا۔ عن طیب یہ متعلق ہے ابان کے۔ عن کئی معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اوّل بدل جزی اللّٰہ عنّی زیدًا۔ زید نے جو مجھ پر احسان کیا خدا تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے۔ دُوم عن کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کا سبب ہوتا ہے۔ فعلتُ ھٰذا عن امرکَ۔ میں نے یہ کام آپ کے حکم سے کیا۔ آپ کا حکم میرے اس کام کرنے کا سبب ہے۔ سوم بعد کے معنے میں آتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ ای طبقا بعد طبق۔ اس جگہ معنے دوم یعنی سبب ہیں۔ عنصر اصل و مادہ۔ طیب عنصر پاکیزگی فطرت۔ یا طیب میں یا حرف ندا، اور منصوب بالندا محذوف ہے۔ ایھا الناس انظروا۔ اے لوگو! بنظر تعجب آپ کی ابتدائی اور انتہائی پاکیزگی کو دیکھو۔ مبتدا اسم زمان بمعنی زمان ابتداء۔ مراد ولادت شریف۔ منہ جار مجرور متعلق کائن محذوف کے صفت ہے مبتدا کی۔ مختتم اسم زمان بمعنی زمانۂ اختتام۔ مراد وقت وفات علیہ الصلوٰۃ۔ بعض شارحین نے مبتدا اور مختتم کو مصدر میمی لکھا ہے یعنی ابتدا و اختتام۔ مولدہٗ۔ عنصرہٖ۔ منہ کی ضمیریں حضور سرور کائنات صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف راجع ہیں۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ ولادت مبارک نے بسبب حضورؐ
کی پاکی فطرت کے بہت سے عجائب اُمور کو ظاہر کیا۔ اللہ رے حضورؐ کا حُسن ابتدا (ولادت)
اور حسن خاتمہ (رحلت) یا یہ معنے کہ بہ سبب ظہور امور غریبۂ ولادت نے آپ کے جسم مبارک
کی پاکیزگی ولطافت کو ظاہر کیا۔

تشریح۔ بوقتِ ولادت عجیب عجیب امور خرق عادت ظہور میں آئے جو
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف ذاتی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً :-

اوّل: ایک ایسا نور چمکا جس سے زمین و آسمان روشن ہو گیا۔

دوم: ایک قسم کی بوئے خوش سے جہان معطر ہو گیا۔

سوم: حضرت آمنہ رضؓ کو غیب سے آواز آئی کہ تین روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
ملائکہ سلام کرینگے۔ انہیں ظاہر نہ کیا جائے۔

چہارم: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

پنجم: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آ گیا +

ششم: پیدا ہوتے ہی سربسجود ہو گئے۔

ہفتم: بوقتِ ولادت انگشت شہادت کھڑی کرکے آسمان کی طرف منہ
کیا اور کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اِنّی رَسُولُ اللہِ (صلے اللہ علیہ وسلم) +

ہشتم: غسل ولادت کے وقت آواز آئی کہ وہ شکم مادر سے صاف و پاک پیدا
ہوئے ہیں غسل کی ضرورت نہیں۔

نہم: پشت مبارک پر مہر نبوت تھی جس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ
(صلے اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ میں دو شنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول کی صبح کو مسند آرائے بزم عالم ہوئے ؁

رحلت کے وقت کوئی علامت موت کی نہیں تھی۔ بدن مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ جسم مبارک پر نور برستا تھا۔ غسل کے وقت جب بدن مبارک سے لباس اُتارنے لگے تو آواز آئی کہ نبی اللہ کے بدن کو ننگا مت کرو۔ اسی قمیص میں غسل دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ؁

وفات مدینہ منورہ میں ۱۲ ربیع الاول یوم دو شنبہ ۱۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا میں مدفون ہوئے۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم ؁

اس شعر کو چاندی کے تعویذ میں بچے کے گلے میں ڈالنا اُس کو سعادتمند کرتا ہے ؁

(۶۱)	یَوْمٌ تَفَرَّسَ فِیْہِ الْفُرْسُ اَنَّھُمْ قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

اہل فارس را شدہ معلوم از روئے حساب	زود آید بر سر شاں سختی و رنج و عذاب

یوم دن۔ مراد دو شنبہ۔ تفرّس فعل ماضی۔ تفرس فراست کو کام میں لانا۔ فرس فارس کے رہنے والے۔ اُنْذِرُوْا صیغہ ماضی مجہول۔ نذر ڈرانا۔ حلول اترنا۔ بؤس سختی و عذاب نقم بکسر نون و فتح قاف جمع نقمہ بمعنے عذاب و انتقام۔ یومٌ مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ یعنی مولدہ یوم۔ یا ذالک یوم ؁

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا دن وہ دن تھا۔ جب

اہلِ فارس نے فراست سے معلوم کر لیا۔ کہ وہ عنقریب سختی اور عذاب کے نزول سے ڈرائے جائینگے یعنی اُن پر تنگی اور عذاب نازل ہوگا ؛

تشریح۔ دوشنبہ کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور اُسی دن فوت ہوئے اور دوشنبہ ہی کے دن ہجرت واقع ہوئی۔ اور مدینہ منورہ میں بھی دوشنبہ کو داخل ہوئے۔ نبوت اور آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ بھی دوشنبہ کے دن اُتری۔ مکہ مکرمہ بھی دوشنبہ کو فتح ہوا جس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی اُس رات بادشاہ فارس ساسان نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔ اپنے ملک کے تمام منجموں اور کاہنوں کو بلا کر کہا کہ مَیں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اُنہوں نے کہا بیان کریں۔ ہم اُس کی تعبیر دینگے۔ اُس نے کہا کہ خواب کے بیان کرنے پر تعبیر مجھے مطمئن نہیں کر سکتی۔ تم لوگ بتاؤ کہ مَیں نے کیا خواب دیکھا تھا۔ اور اُس کی کیا تعبیر ہے؟ سب عاجز ہوگئے۔ ایک امیر مسمےٰ بہ عبدالمسیح نے جو بادشاہ کے مقربین میں تھا۔ کہا کہ مَیں سطیح منجم کے پاس جو بحرین میں رہتا ہے۔ جاتا ہوں۔ یہ شخص سال بھر میں ایک دن نکلتا اور سال آیندہ کے کل حالات لوگوں کو لکھوا دیتا تھا۔ عبدالمسیح بحرین میں پہنچا جب سطیح باہر نکلا۔ تو اُس نے بیان کیا۔ کہ کسرےٰ کے محل کے کنگرے گر گئے ہیں۔ اور ساوہ ندی خشک ہوگئی ہے۔ آتشکدے سرد پڑ گئے ہیں عبدالمسیح نے سطیح سے کہا کہ بادشاہ نے ایک خوفناک خواب دیکھا وہ خواب کیا ہے؟ اور اُسکی تعبیر کیا ہے؟ سطیح نے جواب دیا کہ بادشاہ نے خواب میں دیکھا ہے کہ عربی گھوڑے فارس میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور انہوں نے عراقی اونٹوں کو بھگا دیا ہے۔ تعبیر اِس کی یہ ہے کہ نبی عربی ہاشمی مکی ابطحی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی تعریف توریت اور انجیل میں ہے۔ پیدا ہوگئے ہیں۔ عربی گھوڑوں سے مراد اُن کے اصحاب ہیں۔ اور عراقی اونٹوں سے مراد اہلِ فارس، اہلِ عرب فارس کو فتح کر کے اُس پر متصرف

ہوجائینگے۔ یہ کہکر سطیح رو پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کاش میری عمر وفا کرتی۔ تا کہ میں بھی اس صادق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ عبدالمسیح نے ملک ساسان کو ان واقعات سے جاکر اطلاع دی۔ اور ملک ساسان پر خوف عظیم طاری ہوگیا۔ اور اللہ تعالےٰ کا ارادہ پورا ہوکر رہا ❊

(۶۲)

وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَھُوَ مُنْصَدِعٌ
کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَ مُلْتَئِمِ

قصر کسرےٰ از زلزل اوفتادہ ربنا	ہمچو لشکر ہائے کسرےٰ خشت از خشتش جدا

واو عاطفہ ہے۔ تفرس پر عطف ہے۔ بات۔ دو معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ اوّل رات کو کوئی کام کرنا۔ بات فی اللیل بمعنی فعلہ فی اللیل اُس نے رات کو کام کیا۔ دوم بمعنی صار۔ یہاں دونو معنے ہوسکتے ہیں۔ اور اس میں ضمیر محذوف ہے۔ اصل تھا۔ بات فیہ ایوان محل۔ کسریٰ لقب نوشیرواں۔ مُنصدِعٌ ٹوٹنے والا۔ انصداع ٹوٹ جانا۔ کشمل میں کاف تشبیہ۔ شمل پراگندہ ہونا جمع ہونا۔ یہاں مُراد معنے اوّل ہیں۔ اصحاب جمع صحب جمع صاحب بمعنی دوست۔ یار۔ مراد لشکر۔ غیر ملتئم۔ جو مجتمع نہ ہوسکے۔ مراد متفرق و منتشر۔ التیام آپس میں ملنا ❊

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے دن کسرےٰ کا محل ایسا پاش پاش ہوگیا۔ جیسے نوشیروان کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ اور وہ پھر آپس میں اکٹھا نہ ہوسکا یعنی جس طرح لشکر اہل فارس قابل اجتماع نہ رہا۔ اسی طرح محل کسرےٰ قابل مرمت نہ رہا ❊

تشریح۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے دن نوشیروان کا محل پھٹ گیا۔ اور اُس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور اُس کی سلطنت کو زوال شروع ہوا۔ اور بہت

جلد اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

کسرٰے معرّب خسرو کا ہے بادشاہانِ عجم کا لقب ہوتا تھا۔ جیسے قیصر بادشاہانِ روم کا۔ اور خاقان بادشاہانِ ترک کا۔ اور فرعون بادشاہانِ مصر کا۔ تُبَّع بادشاہانِ یمن کا نجاشی شاہانِ حبشہ کا۔

پہلے کسرٰے سے مراد ملک ساسان ہے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی ولادت کے دن ساسان کا محل پھٹا تھا۔ اور دوسرے کسرٰے سے مراد آخر بادشاہ ساسانیاں یزدجرد بن شہریار ہے۔ جب یہ بادشاہ ہوا۔ تو رستم بن فرخ زاد کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور دو لاکھ سپاہ اور بہت سا خزانہ اور ہتھیار دے کر عراق کی طرف مُسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ یہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ آپؓ نے سعدؓ بن ابی وقاصؓ کو سپہ سالار لشکر اسلام مقرر کر کے رستم کی طرف روانہ کیا۔ آخر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ بلال بن علقمہؓ نے رستم کو قتل کیا۔ سعدؓ نے بلالؓ کو بحکم مَنْ قَتَلَ قَتِیْلاً فَلَہٗ سَلَبُہٗ رستم کا مال و متاع دے دیا۔ جس کی قیمت ستّر ہزار درہم تھی۔ مگر تاج جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی وہ اُس میں شامل نہیں تھا۔ رستم کے قتل ہونے پر ساسانی بھاگ گئے۔ اور ایسے منتشر اور تتر بتر ہوئے۔ کہ پھر اُن کو اس کر و فر کے ساتھ جمع ہونا نصیب نہ ہوا۔ اور میدان قادسیہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے ایرانی حکومت کا چراغ گُل ہو گیا۔ چودہ کنگرے گرنے سے یہ مراد تھی۔ کہ اس کے بعد چودہ بادشاہ اہل فارس یکے بعد دیگرے ہونگے۔ تھوڑے عرصہ میں اُن کا خاتمہ ہو جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ کے ساتھ تشبیہ دے کر بیان کرنا۔ دل پر زیادہ اثر رکھتا ہے۔ اِس کے بعد نہ محل کی پھر مرمت ہوئی۔ نہ ساسانیوں کا لشکر پھر جمع ہوا۔

(۶۴) وَالنَّارُ خَامِدَۃُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ عَلَیْہٖ وَالنَّھْرُ سَاھِی الْعَیْنِ مِنْ سَدَمٖ

از تاسف آتش آتشکدہ بے نور شُد	از تحیر نہر ہم از چشمہ خود دُور شُد

واو عاطفہ۔ اس کا عطف شعر سابق بات ایوان الخ پر ہے لیکن اس صورت میں یہ اعتراض ہوگا۔ کہ بات ایوان کسریٰ جملہ فعلیہ اور یہ اسمیہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک جملہ مفرد کی تاویل میں ہے۔ اور یہ واو حالیہ بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً لقیتك والجیش قادم۔ نار آگ۔ مراد آتشکدہ پارس۔ خامدۃ بجھی ہوئی۔ خمود آگ کا سرد ہونا۔ انفاس جمع نفس سانس جس سے جانور زندہ رہتا ہے۔ مراد یہاں آگ کے شعلے۔ اسف افسوس۔ اندوہگین ہونا۔ نہر مراد دریائے فرات۔ ساھی غافل۔ بھولنے والا۔ سہو بھولنا۔ عین آنکھ۔ چشمہ۔ ساھی العین وہ شخص جس کی نظر چوک جائے۔ غافل۔ سدم اندوہ و پشیمانی۔ علیہ کی ضمیر ایوان یا فارس کی طرف ہے۔ اگر علیہ کی ضمیر قصر کسریٰ یا فارس (یا ساوہ) کی طرف ہو بصورت تقدم شعر و سار ساوۃ الخ بر شعر والنار الخ یا بطریق اضمار قبل الذکر۔ تو معنے صاف ہیں۔ کہ آگ کو قصر کسریٰ کے پھٹ جانے یا اہل فارس کے منتشر ہوتے (یا ساوہ کی رُخ گردانی) پر تاسف ہوا۔ تو اُس کے شعلے بُجھ گئے۔ یا ضمیر علیہ کی خمود نار کی طرف ہے۔ یا یوم میلاد کی طرف۔ اس صورت میں یہ معنے ہونگے۔ کہ آگ کو اپنے نفس پر افسوس ہوا۔ کہ وہ زمانۂ توحید میں کفار کی معبود ہے۔ اس لئے وُہ بجھ گئی۔ یا وہ مشتاق تھی کہ شب ولادت میں خوشی سے تمام شہر کو اپنے نورانی وجود سے منور کرتی۔ اس عزت کا اُس کو موقع نہیں ملا۔ اور اُس کی دِلی

آرزو پوری نہ ہوئی۔ اِس لئے مارے حسرت کے تر ہوگئی۔ واللہ تعالٰے اعلم بالصواب ؛

ترجمہ۔ آگ کے شعلے اس وجہ سے کہ وہ ساوہ ندی کے خشک ہونے پر اشک حسرت بہاتے تھے۔ بجھ گئے۔ اور نہر فرات کی آنکھ بسبب شرمندگی غلط بین ہوگئی (اپنی وادی کو چھوڑ کر) دوسری جگہ بہنے لگی۔ یا بحالت سرآیمگی اپنے منبع کو بھول گئی +

تشریح۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے دن فارسیوں کے آتشکدے جو ہزارہا سال سے روشن تھے سرد ہو گئے۔ اور نہر فرات کی نظر چوک گئی۔ کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہنے لگی۔ جس سے عمارت کسریٰ کو نقصان عظیم پہنچا۔ نہایت عجیب طریق فصاحت سے واقعات کو بیان کیا گیا۔ محل کسرےٰ کا پھٹنا اور آتشکدے کا سرد ہوجانا۔ اور نہر اہل ساوہ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہونا۔ ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور آپؐ کی عظمت وجلالت کے شاہد ہیں ؛

ساھی العین سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے۔ کہ نہر فرات اپنا منبع بھول گئی۔ علیہ کی ضمیر کا مرجع بدلنے سے معنے بھی بدلجاتے ہیں یعنی اس ضمیر کا مرجع اگر یوم میلاد ہو۔ تو معنے یہ ہونگے۔ کہ اُس دن آتشکدہ اور نہر فرات آنحضرتؐ کے مشتاق دیدار تھے بسبب حرمان زیارت آتش کدہ تو سرد ہوگیا! اور نہر فرات نے اپنا رودخانہ بدلدیا۔ جو علامت تحیّر اور سرگردانی کی ہے پہلے کوفہ کے قریب بہتی تھی پھر دمشق اور عراق کے درمیان بہنے لگی ؛

(۴۴)	وَسَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِیْ

آب کش چوں تشنہ آمد خشمگین با آہ سرد	خشکئے آب بحیرہ ساوہ اغمناک کرد

واو عاطفہ عطف بات پر ہے۔ ساءَ فعل ماضی معلوم۔ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ ساءَ ساوہ ساوہ غمگین ہوا۔ یا اُس کو دریا کے پانی کے خشک ہونے نے غمناک کر دیا۔ ساوہ فارس میں ایک قصبہ ہے۔ مراد اس سے اس قصبہ کے رہنے والے ہیں۔ ان مصدریہ غاضت صیغہ واحدہ مؤنث غائبہ فعل ماضی معلوم مشتق از غیض بفتح غین معجمہ وسکون تحتانی وضاد معجمہ در آخر بمعنے جذب شدن آب در زمین۔ غاضت غائب ہوگئی۔ بحیرہ ایک نہر کا نام ہے جو ساوہ میں تھی۔ رُدَّ فعل ماضی مجہول از ردّ بمعنے واپس کرنا۔ وارد چشمہ پر آنے والا۔ ورد مصدر۔ غیظ غصہ میں آنا ظمیٔ دراصل ظَمِیءَ مہموز اللام تھا۔ ہمزہ بعد کسرہ واقع ہوا۔ یا سے بدل کیا گیا۔ پھر یہاں ضرورت قافیہ کے لئے یاء کو ساکن کیا گیا۔ اور ظمی صیغہ ماضی ہے۔ الظمأ بمعنے پیاس سے ؛

ترجمہ ۔ ساوہ کے رہنے والوں کو اس امر نے اندوہ ناک کیا۔ کہ ان کے بحیرہ کا پانی جذب ہوگیا۔ اور اُس کے گھاٹ پر آنے والا تشنہ اور خشمگین واپس کیا گیا ؛

تشریح ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے دن بحیرہ کا پانی خشک ہوگیا اور جو لوگ پیاس کی حالت میں وہاں پانی لانے یا پینے کے لئے جایا کرتے تھے وہ ناکامیاب واپس ہوئے ؛

بحیرہ وہ ندی ہے۔ جو عراق عرب میں ہمدان اور قم کے درمیان جاری تھی جس کے ارد گرد کفار کے بہت معابد تھے۔ جن کی رونق اس ندی پر منحصر تھی خدا تعالیٰ نے اُس کو خشک کر دیا جس سے کفار کی وہ پرستشگاہیں بے رونق ہوگئیں ؛

بعض روایات میں ہے۔ کہ کفار اِس نہر کی پرستش کرتے تھے۔ اِس لئے خدائے پاک نے اُس کو خشک کردیا۔ گویا اِس قسم کے علامات توحید کے پیغامات تھے۔ جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریب ولادت پر ہر ملک و دریا میں پہنچایا گیا۔ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّأْتِیْکُمْ بِمَاءٍ مَّعِیْنٍ +

(۶۵)

كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَّبِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

آب در آتش فرو شد شعلۂ آتش بآب	از ظہور ذات پاکش شد بعالم انقلاب

كَاَنَّ حرف تشبیہ۔ نار آگ۔ ما موصولہ۔ ماء پانی۔ بلل تری۔ حزن غم۔ ضرم آگ کا بھڑکنا شعلہ۔ بالماء جار مجرور متعلق فعل محذوف کے۔ ای الذی یحصل بالماء۔ اور ایسے ہی بالنار متعلق ہے مایحصل کے۔ پانی سے تراوت حاصل ہوتی ہے اور آگ سے حاصل سوزش۔ من ہر دو جگہ بیانیہ ہے +

ترجمہ۔ گویا غم کی وجہ سے آگ میں پانی کی خاصیت آگئی جو چیز اس میں ڈالی جاتی ہے وہ بھیگ جاتی ہے (یعنی طراوت) اور پانی میں۔ آگ کی خاصیت آگئی جو چیز اس میں ڈالی جاتی ہے وہ جل جاتی ہے (یعنی سوزش پیدا ہو گئی +

تشریح۔ آتش کدے ایسے سرد پڑ گئے کہ گویا پانی سے بجھا دئے گئے۔ اور ندی ایسی خشک ہو گئی کہ گویا آگ سے خشک کر دی گئی۔ یعنی آب و آتش کے خواص طبعی بدل گئے +

غم کے دو خاصہ ہیں یا تو آدمی رونے لگتا ہے۔ یا سینہ جلتا ہے۔ آتشکدے

دردِ غم سے رونے لگے۔ اور نہر کا دل شعلۂ غم سے بھڑک اُٹھا۔ دُنیا میں ایسا انقلاب آیا کہ خاصیتیں بدل گئیں ❊

(۶۶) وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ

جنیاں دادہ بشارت شد جہاں روشن ز نور	روشنی اظہر ز الفاظ و معنے شد ظہور

واو عاطفہ یا حالیہ۔ جن خدا تعالیٰ کی مخلوقات کا ایک گروہ ہے۔ بمقابلہ آدمی اور فرشتہ کے۔ یہ جوہر ناری ہے مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ اور جنّ کے معنے پوشیدگی کے ہیں۔ اور جنّ کو اسی لئے جنّ کہتے ہیں۔ کہ وہ آدمیوں کی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ جہاں جیم اور دو نون سے کوئی کلمہ مرکّب ہوتا ہے۔ وہاں پوشیدگی کے معنے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جنین وہ بچہ جو ماں کے شکم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ جنت بہشت جس کو دنیا میں آدمی دیکھ نہیں سکتا۔ جُنۃ ڈھال۔ جس سے جنگ جو سپاہی دشمن کے تیر و تلوار سے محفوظ رہتا ہے۔ تھتف صیغہ واحدہ مؤنث غائبہ فعل مضارع معلوم مثبت ثلاثی مجرد صحیح از باب ضرب یضرب۔ ہتف غیب سے آواز دینا۔ مراد اس جگہ شہادت سے ہے۔ انوار جمع نور۔ روشنی۔ ساطعۃ چمکنے والے۔ ساطعہ خبر ہے انوار کی۔ واو حالیہ ہے یا عاطفہ۔ جیسا کہ والجنّ تھتف میں۔ سطوع کظہور معنیٰ و وزناً۔ نیز صحیح کا۔ واؤ عاطفہ۔ حق راستی۔ یظھر صیغہ مضارع غائب۔ ظاہر ہوتا ہے۔ ظہور ظاہر ہونا۔ معنیً سے مراد ادراک عقلی۔ اور کلم جمع کلمہ۔ مراد سماعت لفظی۔ یا معنی سے مراد نور۔ اور کلم سے مراد جنّوں کی شہادت۔

ترجمہ - جن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر شہادت دے رہے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی نبوت کے انوار چمک رہے ہیں۔ اور صداقت معنیً ولفظاً ظاہر ہو رہی ہے ۔

تشریح - جن کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر شہادت دینا حق کا لفظاً ظاہر ہونا ہے۔ اور جدید ستاروں کا آسمان پر طلوع کرنا معنوی شہادت ہے۔ یا یہ معنے ہیں کہ صحف اولی سے نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے یہ شہادت لفظی ہے۔ اور دلائل عقلیہ سے نبوت کا ثابت ہونا معنوی شہادت ہے۔ یا یہ کہ معنیً اور کلمہ سے قرآن شریف کے معانی اور الفاظ مراد ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ولادت کے دن غیب کی آوازوں سے بشارت ولادت سنائی دی۔ جن کو سب آدمیوں نے سنا۔ اور اس وقت مشرق کے جن مغرب کو اور مغرب کے مشرق کو بشارت دینے کے لئے دوڑے ۔

مواہب اور شفاء میں آیا ہے۔ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا۔ اس دن ایک ایسا نور چمکا۔ کہ شام کے محلات صاف طور پر دکھائی دیتے تھے ۔

(۶۷)	عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمْ

کور وکر گشتہ ازیں منکراں ہریک شہر	از بشارت بے خبر وز برق خا طف بے بصر

عَمُوْا صیغہ ماضی جمع عمی اندھا ہونا۔ عموا اندھے ہو گئے۔ صَمُّوْا صیغہ ماضی بہرے ہو گئے۔ ہر دو فعل میں ضمیر اہل فارس یا اہل ساوہ یا منکرین کی طرف راجع ہوتی ہے۔ فا تفریع۔ اعلان ظاہر کرنا۔ بشائر جمع بشیر بمعنے مخبر اس صورت میں مضاف کو محذوف

ماننا پڑے گا یعنی اعلان اخبار البشارات المخبرین۔ بشارات جمع بشارت خوشخبری۔ لم تسمع جحد مجہول واحد غائبہ مؤنث سمع سننا۔ اس کی ضمیر اعلان کی طرف راجع ہے۔ بارقۃ بجلی یا اور کوئی چیز چمکنے والی جیسے تلوار۔ انذار ڈرانا۔ لم تشم جحد مجہول مشتق از شیم دور سے بادل کو بامید بارش دیکھنا۔ لم تشم کی ضمیر بارقہ کی طرف راجع ہے ؛

ترجمہ۔ منکرین ایسے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ کہ نہ انہیں اعلان بشارت سنائی دیتا تھا اور نہ غضب الٰہی کی بجلی یا اسلام کی تلوار انہیں نظر آتی تھی ؛

تشریح۔ بوجہ ضلالت منکرین کی قوت سمع وبصر ایسی زائل ہو گئی۔ کہ نہ بشارت کی آیتوں کو وہ سن سکے اور نہ ترہیب عذاب کی کیفیت کو سمجھ سکے۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ؛ اس شعر کا تعویذ لکھ کر صندوق میں رکھنا مال کو غیروں کے دستبرد سے محفوظ رکھتا ہے ؛

(۶۸)	مِنْ بَعْدِ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ بِأَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

منکراں را پیش زیں آمد خبر از کاہناں	راہِ دین باطل شان زود گردد بے نشاں

من بعد جار مجرور متعلق عموا وصموا کے یعنی باوجودیکہ اُن کے کاہن نے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی اطلاع دی جان بوجھ کر اندھے اور بہرے ہو گئے۔ ما مصدریہ۔ اخبر صیغہ ماضی واحد غائب۔ اخبار خبر کرنا۔ اقوام جمع قوم گروہ۔ بالتخصیص مردوں کا گروہ۔ کاھن منجم۔ فال گو۔ کاھن اور عراف میں یہ فرق ہے۔ کہ کاہن اخبار ماضیہ سے خبر دیتا ہے۔ اور عراف اخبار آیندہ سے۔ انّ تاکید کے لئے ہے۔ دین مذہب۔

معوّج صیغہ مفعول۔ ٹیڑھا۔ ناراست۔ باطل۔ اعوجاج ٹیڑھا ہونا۔ لم یقم لے لم یدم ہمیشہ نہیں رہ سکتا بصیغہ جحد معلوم۔ قیام مصدر۔ یہ شعر شعر ماسبق سے مربوط ہے ؛

ترجمہ۔ وہ جان بوجھ کر اندھے اور بہرے ہو گئے۔ باوجودیکہ اس سے پہلے اُن کے قبائل کا منجم انہیں یہ خبر دے چکا تھا۔ کہ ان کا دین باطل اب قائم نہیں رہ سکے گا ؛

تشریح۔ بہر ملک و دیار میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت عجائبات ظہور میں آئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ؛

مواہب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے روایت ہے۔ کہ ایک یہودی منجم مکہ میں آ کر رہا۔ ایک دن کہنے لگا۔ کہ اے قریش! کیا شب گذشتہ میں کوئی لڑکا آپ لوگوں کے کسی گھر پیدا ہوا ہے؟ جب دریافت کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا۔ کہ آؤ چل کر دیکھیں۔ کہ اس کی پیٹھ پر ایک علامت ہوگی۔ قریش نے اس یہودی کے ساتھ جا کر دیکھا۔ تو آپ کے دونو کندھوں کے درمیان ایک چمکتا ہوا نشان تھا۔ یہ دیکھ کر یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور کہا کہ آج نبوت بنی اسرائیل سے قریش میں منتقل ہوگئی۔ اس کا دین مشرق سے مغرب تک پھیلے گا۔ اس قسم کی اور بھی کئی ایک روایات ہیں ؛

(۶۹) وَبَعْدَ مَا عَايَنُوا فِي الْأُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ صَنَمِ

منکراں بودند در وقت ولادت بے گماں	مثل بتہا بر زمیں افتند شہاب از آسماں

عاینو صیغہ جمع مذکر فعل ماضی معلوم ثبت از معاینۃ دیکھنا۔ اُفق آسمان کا کنارہ۔

شُھب جمع شہاب شعلۂ آتش - منقضۃ مصدر انقضاض ستارہ کا ٹوٹنا - نیچے گرنا -
وفق سے پہلے حرف جار محذوف ہے - اصل میں علیٰ وفق تھا وفق - مطابقت مثل -
علیٰ کو حذف کیا - اور وفق کو بوجہ حذف جار - جیسا کہ قاعدہ ہے منصوب پڑھا گیا -
یا وفق مصدر منقضۃ کی صفت ہے - ای انقضاضًا موافقًا لانقضاض الصنم یعنی ستارے
اس طرح گرے جس طرح بت گرے - صنم بُت جمع اصنام اور وثن میں یہ فرق ہے کہ وثن وہ
بُت جو مٹی پتھر یا سونے چاندی سے بنایا گیا ہو - اور صنم تصویر بعض کے نزدیک کچھ فرق
نہیں - یہ شعر بھی اشعار ماسبق سے مربوط ہے - بعد ما عاینوا عطف من بعد پر ؛

ترجمہ - وہ لوگ ایسے اندھے اور بہرے ہو گئے - کہ باوجودیکہ انہوں نے آسمان سے
ستاروں کو اس طرح گرتے دیکھا جس طرح کہ زمین پر بُت اوندھے گر رہے تھے -
(مگر پھر بھی ایمان نہ لائے) ؛

تشریح - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے بعد جنات کو حکم نہیں - کہ
وہ آسمانی راز معلوم کرنے کی کوشش کریں - جب وہ آسمان کے قریب جاتے ہیں تو
اُن پر شعلہ ہائے آتشیں پھینکے جاتے ہیں - چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شب
ولادت میں بیشمار ستارے ٹوٹے تھے - اور کئی بت خانوں کے بُت خود بخود گر کر اوندھے ہو گئے ؛

حضرت عبد المطلب سے منقول ہے - کہ شب ولادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو میں خانہ کعبہ میں
تھا - میں نے دیکھا کہ بُت ہبل جو سب سے بڑا تھا مع دوسرے بتوں کے اوندھا پڑا ہے ؛

اس قسم کے علامات مصدقہ پر بھی کفار ایمان نہ لائے - اور دیدہ دانستہ اندھے
اور بہرے ہو گئے - سچ ہے ؎

اِذَا کَانَ الطِّبَاعُ طِبَاعَ سُوْءٍ فَلَا اَدَبٌ یُفِیْدُ وَلَا اَدِیْبٌ

(۷۰) حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ
مِنَ الشَّیٰطِیْنِ یَقْفُوْ اِثْرَ مُنْهَزِمِ

تا ازیں آتش شیاطین از رہِ وحیِ خدا	شد گریزاں عقب یکدیگر ز خوفِ شعلہ ہا

حتیٰ اس انقضاض کی غایت کو جو شعر ماسبق میں ہے۔ ظاہر کرتا ہے۔ غَدَا بمعنے اَعْرَضَ غدا جب عن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنے اعراض پہلوتہی کرنے کے ہوتے ہیں مثل ذَهَبَ وصَارَ کے۔ اعرض عن طریق الوحی۔ وحی کے راستہ سے ہٹ گیا۔ یعنی قبل ولادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ آسمان کی طرف جایا کرتا تھا۔ اب وُہ رُک گیا۔ طَرِیْق راہ۔ وَحی وہ امور جو خدا تعالےٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر بوساطت جبریلؑ یا بلاوساطت آتے ہیں۔ طریق الوحی سے مراد آسمانی دروازہ ہے۔ مُنْهَزِم بھاگنے والا صیغہ اسم فاعل یہ دو تو مصراع میں! انہزام شکست کھا کر بھاگنا مِن جار شیٰطین مجرور جمع شیطان کی۔ دیو۔ بھوت۔ یَقْفُوْا صیغہ مضارع بمعنے ماضی استمراری پیچھے آتا تھا۔ اِثْر پیچھے۔ یہ شعر سابق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

ترجمہ - یہاں تک شیاطین پر شعلہائے آتشیں پڑے۔ کہ آسمان کے دروازہ کو چھوڑ کر بے تحاشا ایک دُوسرے کے پیچھے بھاگے۔

تشریح - حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جب جنات آسمان پر اسرار سمٰوٰت کے معلوم کرنے کے لیئے جانے لگتے۔ تو ان پر اس قدر ستارے ٹوٹتے کہ وہ حواس باختہ ہو کر یکے بعد دیگرے بھاگنے لگتے۔

---

(۷۱)	كَأَنَّهُمْ هَرَبًا أَبْطَالُ أَبْرَهَةٍ أَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَاحَتَيْهِ رُمِيْ

آں شیاطیں در ہزیمت مثل فوجِ اَبرہہ	یا چوآں لشکر کہ بروے مشت سنگریزہ زدہ

کاَنَّ تشبیہ کے لئے ہے۔ ھُمْ کی ضمیر شیاطین کی طرف راجع ہے۔ ھرب ڈر کر بھاگنا۔ اَبطال جمع بطل۔ بہادر۔ ابراھہ یمن کے بادشاہوں سے اصحاب فیل کا سردار تھا۔ اَوْ یا۔ یہ دوسری تشبیہ ہے۔ عسکو معرب لشکر۔ حصٰی سنگریزہ حصاۃ جمع۔ راحت ہاتھ کی ہتھیلی۔ مراد ہاتھ۔ راحتین تثنیہ۔ مراد ہر دو دست مبارک علیہ السلام رُمی صیغہ ماضی مجہول۔ ضرورت قافیہ کے لئے یائے متحرک ساکن کی گئی۔ کمافی قولہ والیضا مرظمی نظیرہا سابقًا آنفًا۔ رمی تیر پھینکنا۔ اس شعر کا تعلق بھی شعر ماسبق سے ہے۔

ترجمہ۔ شیاطین اس طرح بھاگے جیسے اَبرہہ کے بہادر (بیت اللہ) سے فیل ہو کر بھاگتے تھے۔ یا یُوں سمجھو کہ شیاطین کفّار کا لشکر تھا جو حضور علیہ السلام کے دو نو کف دست کے سنگریزوں سے سنگسار کیا گیا تھا۔ رمی بالحصٰے عسکر کی صفت ہے۔ جنگِ حنین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنگریزے لشکرِ کفار پر پھینکے تھے جس سے کفار کچھ ہلاک ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔

تشریح۔ ابرہہ حبشی یمن کا بادشاہ قریش کا سخت دشمن تھا۔ اُس نے بیت اللہ کے مقابلہ پر شہر صنعا میں ایک معبد بنایا! ور اُس کی دیواروں کو جواہرات اور زربفت اور اطلس سے آراستہ کیا! ور ہر ملک کے خوشنما غلیچوں سے فرش کو سجایا گیا۔ اور لوگوں کو

لہ دوشنبہ کے روز اس شعر کا پڑھنا دشمن کے حملہ سے نجات دیتا ہے۔

اس کی عبادت کے واسطے حکم دیا۔ ایک شخص بنی کنانہ سے جو اس مکان کا خادم تھا۔
ایک روز اُس میں نجاست ڈال کر روپوش ہوگیا۔ ابراہہ کو معلوم ہُوا۔ کہ یہ خادم مکی تھا
براہِ عناد اُس نے ایسا فعل کیا ہے۔ اسی اثنا میں ایک قافلہ مکہ شریف کا اس معبد کے
قریب آ اُترا۔ اُن کے چولھے کی آگ ہوا کی تیزی سے اس مکان میں آ پڑی۔ اور اس کا
ایک حصہ اور کچھ سامان جل گیا۔ یا خود قافلہ نے اُس کو جلا دیا۔ ان اتفاقات سے ابرہہ
غضب میں آیا۔ اور ہاتھیوں کا ایک لشکر عظیم ساتھ لے کر بیت اللہ پر چڑھ آیا۔
اس لشکر میں محمود نام ایک سفید ہاتھی مشہور تھا۔ اہل مکہ اس حملہ کی خبر پا کر کعبہ میں
جمع ہوئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں ملتجی ہوئے ؎

یارب[1] لا ارجو لھم سواکا　　یارب فامنع منھم حماکا
ان عدو البیت من عاداکا　　امنعھم ان یخربوا فناکا

اور اکثر اہل مکہ مارے خوف کے پہاڑ میں پناہ گزیں ہوئے۔ جب محمود فیل مکہ میں داخل
ہُوا۔ تو نفیل بن حبیب خثعمی نے اس ہاتھی کی سونڈ پکڑ کر کہا۔ یہ خدا کا گھر ہے۔ خدا
سے ڈر۔ اور جدھر سے آیا ہے واپس چلا جا۔ اس کے کہنے پر ہاتھی زمین پر گر پڑا۔
ہر چند اس کو مارتے تھے۔ وہ کعبہ کی طرف ایک قدم بھی نہ اُٹھاتا تھا۔ مگر جب یمن
کی طرف اُس کا رُخ کرتے۔ تو وہ بے تحاشا بھاگنے لگتا۔ اس لشکر کے مقابلہ کے واسطے
خدا تعالےٰ نے دریا کی جانب سے ابابیل پرندے مسلط کئے۔ ہر ایک پرندہ کی چونچ
اور پنجے میں دانۂ نخود کے برابر سنگریزے تھے۔ وہ سنگریزے بارش کی طرح ابرہہ پر

[1] خداوندا! تیرے سوا مجھے دشمنوں کے مقابلہ پر کسی سے اُمید نہیں۔ خداوندا! دشمنوں سے اپنی
چراگاہ (بیت اللہ شریف) کو محفوظ رکھ۔ جو بیت اللہ سے دشمنی رکھتا ہے۔ وہ تیرا بھی دشمن ہے
انہیں روک کہ وہ تیرے حرم کعبہ کو خراب نہ کریں ۵

برسنے لگے۔ اور ایسے تیز تھے۔ کہ لشکر اُن سے تباہ ہوگیا۔ پھر ایک ایسی رَو آئی جو تمام مُردوں کو دریا میں بہالے گئی۔ جو لوگ بچ گئے۔ وہ سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ اور ابرہہ کو ایسی بیماری لاحق ہوئی۔ کہ اُس کا ایک ایک عضو بتدریج گر گیا۔ جب وہ صنعا میں پہنچا تو مضغۂ گوشت یا چوزۂ مُرغ کی طرح بے بال و پر تھا۔ اور اسی حال میں مرگیا۔ (ابن الاثیر)

دُوسرے مصرعہ میں اُن معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ جو جنگ حنین میں ظاہر ہُوئے۔ اِن لڑائیوں میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کفار کی جمعیت اور تیزی حملہ کو دیکھ کر شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (ذلیل ہو جائیں چہرے) فرمایا! اور سنگریزوں کی ایک مشت کفار کی طرف پھینکی۔ اکثر اندھے ہو کر بھاگے۔ اِس معجزے کی نسبت کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ؎

اگر جنگل میں خطرہ لاحق ہو۔ تو اس شعر کو ۷ دفعہ پڑھے۔ اور اپنے گرد زمین پر لکیر کھینچے۔ درندہ حملہ نہیں کرسکتا ؎

نَبَذَ اَبِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا
نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ

ریزۂ تسبیح گویا را فگند از ہر دو دست	کانچناں افگند ماہی جسم یونس را بدشت

نبذًا یہ فعل محذوف کی مصدر منصوب ہے یعنی نبذ نبذًا۔ با رُمی کے متعلق ہے۔ نبذ کے معنے ہاتھ سے پھینکنا۔ بہ میں با زائد۔ ہ کی ضمیر راجع ہے حصلے کی طرف۔ ای نبذ اباالحصلی۔ بعد پیچھے تسبیح سُبحان اللہ کہنا۔ بطن اندرون ھُمَا کی ضمیر راحتین کی طرف ہے۔ مسبح اسم فاعل از باب تفعیل۔ تسبیح کہنے والا۔

مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ مچھلی کے شکم میں لا اِلٰہ الّا انت سبحانک انی کنتُ
مِنَ الظّٰلمین پڑھتے تھے۔ اور اس دعا کی برکت سے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات
حاصل ہوئی۔ اَحشاء بالفتح جمع حشا۔ انتڑیاں وغیرہ مراد شکم۔ ملتقم صیغہ فاعل
نگلنے والا۔ مراد وہ مچھلی جس نے یونس علیہ السلام کو نگلا تھا۔ التقام لقمہ کرنا +

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو در آنحال کہ وہ آپ کے کف دست
میں تسبیح کر رہے تھے اس طرح پھینکا۔ جس طرح خدائے تعالیٰ نے یونس علی نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر پھینکا تھا۔ نبذ المسبّح۔ اضافت نبذ
کی مسبّح کی طرف اضافت مصدر کی طرف مفعول کے ہے۔ اور فاعل اُس کا اللہ (جل شانہٗ)
محذوف ہے۔ ای نبذ اللہ المسبّح۔ اس میں خدائے تعالیٰ کے ایک حکم کی دوسرے حکم سے تشبیہ
دی گئی ہے۔ حضور علیہ السلام نے سنگریزوں کو در آنحال کہ وہ سنگریزے جو آپ کی دونو
ہتھیلیوں میں تسبیح پڑھ رہے تھے اِس طرح پھینکا جس طرح خدائے تعالیٰ نے یُونس
علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر پھینکا +

تشریح: حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ یہ ہے کہ وہ شہر نینوا میں جو شہر موصل کے
متصل تھا۔ اور ہر دو میں دریائے دجلہ بہتا تھا مبعوث ہوئے۔ یہ لوگ بُت پرست تھے۔ یونس
علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ پھر اُن کو عذاب الٰہی کی اطلاع دی گئی۔ مگر راہ ہدایت پر
نہ آئے۔ آخر جب یونس علیہ السلام مع اپنی بیوی اور دو لڑکوں کے اِس قوم سے جدا ہو گئے
اور قوم پر آثار عذاب یا دسموم ظاہر ہوئے تب وہ تائب ہُوئے۔ اور عذاب ان سے اُٹھایا
گیا۔ پھر اُنہوں نے یونس علیہ السلام کی تلاش کی۔ اُن کا پتہ نہ ملا۔ عرصہ کے بعد حضرت یونس
علیہ السلام نے چاہا کہ اپنی قوم کا حال دیکھیں۔ اتنے میں ابلیس بصورت پیر مرد انہیں ملا۔

آپ نے اُس سے اپنی قوم کا حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ کوئی عذاب نازل نہیں ہوا اور یونس علیہ السلام کی پیشینگوئی غلط نکلی۔ یہ واقعہ سن کر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا۔ رستہ میں حضرتؑ کے ایک لڑکے کو بھیڑیا لے گیا۔ اور دوسرا ڈوب گیا۔ بیوی کہیں راستہ بھول گئی۔ آپ سخت غمگین ہوئے۔ سمندر کے کنارہ پر پہنچ کر ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ طوفان آیا کشتی ڈوبنے لگی۔ ملاحوں نے کہا کوئی غلام اپنے مالک سے فرار ہو کر آیا ہے۔ جب تک وہ کشتی سے نہ اُترے گا۔ کشتی نہیں چلے گی۔ اسی اثنا میں ایک مچھلی آئی۔ جو اتنی بڑی تھی کہ تمام کشتی نگل سکتی تھی۔ یونس علیہ السلام نے کہا۔ کہ سب کچھ میری شامتِ اعمال سے ہے۔ مجھے سمندر میں پھینک دو۔ ملاحوں نے کہا کہ بغیر قرعہ اندازی کے یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی۔ اور قرعہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ ناچار وہ دریا میں ڈال دئے گئے۔ اور مچھلی اُن کو نگل گئی۔ چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اور تسبیح پڑھتے رہے۔ اُس کی برکت سے مچھلی نے انہیں اُگل دیا۔ ابھی کچھ سانس باقی تھی۔ کدو کی بیل اُن کے سایہ کیلئے قدرۃً اُگ پڑی۔ اور بکری اُن کے دودھ کیلئے خدا تعالےٰ نے بھیجدی۔ وہ طاقت ور ہوئے تو پھر اپنی قوم کا ارادہ کیا۔ دونو بیٹے بھی مل گئے۔ جو بیٹا غرق ہوا تھا۔ اُس کو ماہی گیر نے پکڑا۔ اور جس بیٹے کو بھیڑیا لے گیا تھا۔ وہ ایک شخص کی بکریاں چراتا ہوا مل گیا۔ بیوی جو گم ہوئی تھی۔ بوجہ اس کی عصمت اور عفت کے ایک شخص اُس کو لے کر یونسؑ کی تلاش کر رہا تھا۔ وہ بھی آپ کو مل گئی۔ قوم اِن کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ اور عرصہ تک اپنی قوم میں امر و نہی فرماتے رہے۔

روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر ایک مٹھی

سنگریزوں کی اُٹھائی۔ جو آپ کے ہاتھ میں تسبیح کہتے تھے۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یکے بعد دیگرے اپنے ہاتھ میں اُن سنگریزوں کو لیا۔ وہ برابر تسبیح کہتے تھے۔ اور اُن کی تسبیح صاف طور پر سُنائی دیتی تھی۔ یہ شعر پانچ سنگریزوں پر پڑھ کر دشمن کی طرف پھینکنا۔ بشرطیکہ وہ بیدین ہو اُس کے ناجائز حملہ کو روکتا ہے۔

الفصل مُستخرجات فی معجزاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(۷۳)

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

آمدہ اشجار بہر خدمتش سجدہ کناں	نے بپا۔ بل از ادب باساق و سر آمد نواں

چونکہ پہلے اشعار میں چند ولادت کے متعلق خوارق عادات کا ذکر تھا۔ اب چند معجزات کو بیان کرتا ہے۔

جاءت فعل ماضی۔ اشجار اُس کا فاعل۔ مجئی آنا۔ دعوۃ بلانا۔ ہ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اشجار جمع شجر۔ درخت۔ مراد درخت نخل۔ ساجدۃ حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔ تمشی مضارع۔ مشی چلنا۔ تمشی کی ضمیر راجع ہے اشجار کی طرف۔ ساق پنڈلی۔ درخت کا تنہ۔ قدم کف پا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ قدم کے ذریعہ آدمی چلتا ہے۔ مگر درخت کا قدم نہیں ہوتا۔ وہ پنڈلی کے سہارے چلتا ہوا حاضر ہوا۔ یہ بھی ایک علیحدہ

معجزہ ہے ۔

ترجمہ ۔ آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے اور بغیر پاؤں کے تنے کے سہارے چلتے ہوئے حاضر ہوئے ۔

تشریح :۔ اس میں ایک مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے ۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ساتھ لے کر قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے ۔ وہاں کوئی آڑ نہیں تھی ۔ دو درخت دور سے نظر آئے ۔ اُن کو حضرت نے بلایا ۔ وہ شاخوں کو جھکاتے ہوئے حاضر ہوئے ۔ اُن کی آڑ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضائے حاجت فرمائی پھر اُن درختوں کو حکم دیا ۔ کہ وہ واپس اپنی جگہ پر چلے جائیں ۔ اور ایسا واقعہ کئی دفعہ ہوا ۔

بریدہؓ سے روایت ہے ۔ کہ ایک اعرابی حضرتؐ کی خدمت میں آیا ۔ اور معجزہ کا طلبگار ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ۔ اس درخت کو جا کر کہو کہ تمہیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ آلہ وسلم بلاتے ہیں ! اعرابی گیا اور پیغام دیا ۔ درخت فی الفور زمین چیرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اعرابی نے کہا کہ آپ اس کو حکم دیں کہ پھر اپنی جگہ پر واپس چلا جائے چنانچہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا ۔

عصام کہتا ہے کہ اخبار سے ایک درخت کا آنا ثابت ہوتا ہے پس اس صورت میں اشجار بصیغہ جمع لانا تکرار واقعہ کیلئے ہے ۔ چونکہ کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا ۔ اس لئے اشجار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔

(۷۴)

كَأَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا كَتَبَتْ
فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

اگو یا بنوشت شاخ نشان بخطِ خوش سطور	از درختاں آنچہ شد پیدا نشاں از راہ دُور

کَاَنَّ تشبیہ کے لئے۔ مَا کافہ ہے۔ کافہ کے معنے روکنے والا اس کے آنے سے کَاَنَّ کا عمل کہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ رُک جاتا ہے۔ سَطْرٌ لکھنا اور مُراد اس جگہ اُس ہیئت سے ہے۔ جس میں حروف لکھے جاتے ہیں۔ سَطَرْتُ سَطْرًا۔ سطرت کا فاعل اشجار۔ سطرا مفعول مطلق۔ لِمَا لام علت ہے۔ ما موصول۔ کتب فعل ماضی۔ فروع فاعل جمع فرع۔ شاخ۔ ھا کی ضمیر اشجار کی طرف ہے۔ مِنْ بیان ما جار۔ بدیع خوبصورت خط۔ لکیر۔ یہاں خط سے مراد حروف کا لکھنا۔ بدایع الخط خوش خط مجرور۔ مراد اطاعت حضور علیہ السلام جس طرح خط کے حروف سے معانی مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح اِن لکیروں سے اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا اظہار ہوتا تھا۔

لقم وسط راہ ؛

ترجمہ اس وجہ سے کہ ان درختوں کی شاخوں نے جن کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طلب کیا۔ اپنے راستہ میں خوش نما لکیریں پیدا کر دی تھیں۔ ایسا سمجھنا چاہیے کہ وہ درخت اطاعت وانقیاد کی سیدھی سطریں لکھتے ہیں ؛

تشریح۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے پر سیدھے شاخوں کو جھکاتے ہوئے آئے اور جو نشان اُن کی شاخوں سے زمین پر پیدا ہوئے سیدھا ہونے میں وہ سطروں سے مشابہ تھے جن سے انقیاد اور فرمانبرداری کا ثبوت ملتا تھا۔ کہ وہ سیدھے مستقیم خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ؛

ابوجہل نے ایک دفعہ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے معجزہ طلب کیا اور کہا کہ اس پتھر سے جو سامنے ہے درخت نکل آئے۔ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعا سے درخت پتھر کو چیر کر

نکل آیا۔ اور اس نے سجدہ کیا۔ اور پھر حضرت ؐ کے فرمانے سے واپس چلا گیا۔ اور اُس کی شاخوں سے زمین پر نشان پیدا ہو گئے ؛

(۷۵) مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَةً
تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِلْهَجِيْرِ حَمِيْ

مثل آں ابر کہ ہر جا ذاتِ او تشریف داشت	جسم پاکش را اماں دادہ ز گرمیہائے چاشت

مثل مانند یعنی درختوں کا آنا بادل کی طرح تھا۔ اگر لفظ مثل کو منصوب پڑھا جائے تو مصدر محذوف کی صفت ہوگی۔ مجیئاً مثل الغمامۃ۔ اگر مرفوع پڑھا جائے۔ تو یہ خبر ہوگی۔ اور مبتدا ھی محذوف ہے یعنی وہ درخت مثل بادل کے ہے۔ غمامہ بادل بفتح الغین بعض نے بکسر غین بروزن عمامہ لکھا ہے۔ انّٰی بمعنے این جس جگہ۔ سارَ فعل ماضی۔ سیر چلنا۔ سائرۃ صیغہ فاعل۔ سائرہ یا تو مرفوع ہے۔ مبتدا محذوف ہے ھی یا منصوب ہے غمامہ کا حال ہے۔ تقیہ۔ تقی صیغہ واحد مؤنث غائبہ فعل مضارع معلوم مثبت۔ ہ ضمیر واحد غائب مذکر راجع بحضور علیہ السلام۔ وقایۃ نگاہ رکھنا۔ حرّ گرمی۔ وطیس تنور گرم۔ مراد آفتاب۔ حر وطیس سے مراد سخت دھوپ ہے۔ حرّ منصوب ہے۔ زمن محذوف کی وجہ۔ اور مضاف بطرف وطیس کے۔ ھجیر دوپہر حمی فعل ماضی فاعل اس کا وطیس ہے۔ یاء کو ضرورت شعری کے لئے ساکن کیا گیا۔ مثل رحمی وظمی واقع اشعار سابقہ کے حمی دن اور تنور کا سخت گرم ہوتا ؛

ترجمہ۔ وہ درخت اس بادل کی طرح جو حضور علیہ السلام کو جہاں وہ تشریف رکھتے یا لیجاتے تھے۔ سر مبارک پر سایہ کئے رہتا۔ اور آپ کو دوپہر کی جلتی دھوپ سے محفوظ رکھتا ؛

تشریح۔ مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ گرمی میں یک بادل کا ٹکڑا حضور علیہ السلام کے فرق مبارک پر رہتا تھا۔ جہاں تشریف لے جاتے یہ بادل کا ٹکڑا آپ کے ساتھ چلتا جس طرح بادل تیزی اور صفائی سے حضور علیہ السلام کے ساتھ چلتا تھا۔ اسی طرح درخت نہایت تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دونوں معجزوں کو باہم تشبیہ دینے سے ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی۔ جو علم بیان کے واقف پر مخفی نہیں بارش کے واسطے اس شعر کو عام لوگ پڑھیں تو خدا تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے۔

أَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ إِنَّ لَهُ مِنْ قَلْبِهِ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ	(۷۶)
میخورم سوگند مہ کاں شق شدہ زانگشت آں	نسبتے دارد بقلب پاک آں فخر جہاں

اَقْسَمْتُ صیغہ ماضی متکلم۔ اقسام قسم کھانا۔ قمر چاند منشق اسم مفعول بمعنے دوپارہ۔ انشقاق پھٹنا۔ اِنّ تاکید کے لئے۔ لَہٗ لام تخصیص کے لئے۔ ہ کی ضمیر قمر کی طرف راجع ہے۔ مِن بمعنے با۔ قلب دل۔ ہ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ نِسْبَۃً منصوب اسم اِنّ۔ نسبت تعلق۔ رشتہ۔ مبرورۃ القسم۔ مبرورۃ سچی۔ قسم سوگند۔

ترجمہ۔ میں قمر کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارۂ انگشت سے دوپارہ ہوگیا تھا قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اس قمر کو جناب کے قلب منور سے ایک ایسی صحیح نسبت ہے جس پر میرا قسم کھانا بالکل سچا ہے۔ قسم کا مضمون ان لہ من قلبہ نسبۃ ہے۔

تشریح۔ روایت ہے کہ ابوجہل وغیرہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ

میں عاجز ہوئے ۔ اور یوماً فیوماً اسلام کا آفتاب بلند ہونے لگا ۔ تو ابو جہل نے حبیب بن مالک
امیر شام کی طرف مراسلہ بھیجا ۔ کہ "ہم میں ایک شخص جادوگر (نعوذ باللہ تعالےٰ منہ) پیدا ہوا ہے
جو ہمارے دین کا سخت مخالف ہے ۔ لوگ اُس کے پیرو ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔ اور ہمارے
دین کو ضعف پہنچ رہا ہے آپ کو بہت جلد پہنچ کر اُن کا انسداد کرنا چاہیئے ۔ اس خط پر
حبیب بن مالک ابطح میں بارہ سواروں کے ساتھ پہنچا ۔ ابو جہل و دیگر رؤسائے مکہ نے اس کا
استقبال کیا ۔ اور نذریں پیش کیں ۔ جب حبیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ابو جہل
سے دریافت کئے تو اُس نے کہا ۔ کہ بنی ہاشم مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ کے حالات پہلے
ان سے دریافت کریں ۔ بنو ہاشم نے کہا کہ لڑکپن میں آپ مسلّم راست گو تھے ۔ جب
چالیس برس کے ہوئے تو ہمارے دین کی مذمت کرنے لگے ۔ اور ایک نیا مذہب اختراع کیا
حبیب بن مالک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیراہن
سُرخ اور عمامہ سیاہ زیب تن فرما کر تشریف لائے ۔ خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پیچھے اور
ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ دائیں جانب تھے ۔ حبیب بن مالک اور تمام حاضرین مجلس تعظیم کیلئے
کھڑے ہوگئے ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت اعزاز سے بٹھایا گیا ۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک سے جلال نبوت کی وجہ سے نور الٰہی نظر آتا تھا ۔ آپ کی
ہیبت امرائے مکہ پر ایسی طاری ہوئی ۔ کہ بہت دیر تک سب چپ چاپ بیٹھے رہے حبیب نے
بہت تامل کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ۔ کہ آپ جانتے ہیں ۔ کہ جس قدر
انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں ۔ اُن کے لئے معجزات تھے جس سے اُن کی تصدیق ہوتی
تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے ۔ حبیب نے کہا ۔ کہ میں
چاہتا ہوں کہ اس وقت سورج ڈوب جائے ۔ اور چاند زمین پر آکر دو ٹکڑے ہو جائے ۔

اور آسمان پر جا کر اپنی اصلی ہیئت اختیار کرلے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ مَیں باذن اللہ ایسا کر دوں تو آپ ایمان لائینگے۔ اُس نے کہا کہ بیشک! بشرطیکہ
آپ مجھ کو میرے مافی الضمیر سے اطلاع دیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو قبیس پہاڑ پر
گئے۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کی۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور خبر دی۔ کہ
خدائے تعالیٰ نے سورج اور چاند کو آپکا مسخر کر دیا ہے۔ اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی
ہے۔ جو پیٹ کے بل پڑی ہے۔ نہ اُس کی آنکھیں ہیں۔ نہ اُس کے ہاتھ نہ پاؤں
اُس کی خواہش ہے کہ وہ تندرست ہوجائے۔ آپ اُسے کہ دیں۔ کہ خدائے قدیر نے
اُسے تندرست کردیا! اور اُس کے تمام اعضا درست ہوگئے ہیں +

تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج کی طرف اشارہ کیا۔ وہ چشم زدن میں غائب ہوگیا
پھر چاند کی طرف دیکھا۔ وہ زمین کے قریب آکر دو ٹکڑے ہوگیا۔ پھر دونو پہلی حالت پر
آگئے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ سے اتر آئے۔ اور حبیب کو کہا کہ تمہاری ایک
لڑکی اندھی اور بے دست و پا ہے۔ تمہارے دل میں یہ خواہش ہے کہ وُہ تندرست ہوجائے
خدا تعالےٰ نے اُس کو اپنے فضل سے تندرست کر دیا ہے۔ حبیب بن مالک نے کہا کہ اے
اہل مکہ اب گنجائش انکار باقی نہیں ہے۔ مَیں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نبی صادق ہیں۔ پھر
حبیب اپنے شہر میں واپس آیا۔ اور اپنی لڑکی کو صحیح وسالم پایا۔ لڑکی نے دیکھتے ہی لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا۔ حبیب نے پوچھا کہ یہ کلمات کہاں سیکھے۔ اُس نے
کہا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ تیرا باپ مسلمان ہوگیا ہے۔ اگر تو مسلمان ہوجائے۔ تو
خداوند تعالےٰ تیرے اعضا کو درست کر دیگا۔ میں خواب میں مسلمان ہوئی اور ان کلمات کی مجھ کو تعلیم دی گئی +
اور نسبت یہ ہے کہ جس طرح چاند روشن ہے۔ اور آفتاب سے نور حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نور معرفت سے منوّر ہے۔ اور ذات الٰہی سے نور کا استفادہ کرتا ہے۔ جس طرح چاند کو شگاف ہوا۔ اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو شگاف کیا گیا۔ جس طرح چاند بلند ہے۔ اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کا مقام بلند ہے۔ جس طرح چاند کھیتوں کو سبز کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی توجہ لوگوں کے سوختہ دلوں کو سرسبز کر دیتی ہے +

حضرت مسلم رح انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جناب جبریل علیہ السلام آئے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹا کر آپ کا سینہ چاک کیا۔ اور دل کو نکال کر اس میں سے سیاہ ٹکڑا خون کا باہر پھینک دیا۔ اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر سونے کے طشت میں دل کو دھو اُسی جگہ پر رکھ دیا +

دایہ حلیمہ رض اُم رضاعیہ روایت کرتی ہیں۔ کہ ایک دن رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رضاعی بھائی وغیرہ کے ساتھ کہیں نکل گئے۔ کچھ دن چڑھے آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا اور ہانپتا ہوا اور پسینہ میں ڈوبا ہوا آیا۔ گھبرا کر بولا۔ کہ اماں اماں! جلدی آؤ جلدی آؤ میرے قریشی بھائی کو کسی نے مار ڈالا ہے۔ حلیمہ رض کہتی ہیں۔ کہ یہ سن کر میں اور میرا شوہر دوڑے۔ تو جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے متحیرانہ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور آنکھیں پتھرائی ہوئی ہیں۔ میں نے جا کر سر اور آنکھیں چومیں۔ اور کہا میں تجھ پر قربان جاؤں۔ تو کیوں حیران ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اماں خیریت ہے واقعہ یہ ہے۔ کہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ کہ تین آدمی آئے۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں کوزہ اور دوسرے کے ہاتھ میں

طشت سبز زمرد کا تھا جس میں برف تھی۔ وہ مجھ کو پہاڑ پر لے گئے۔ اُن میں سے ایک نے ہاتھ سے مجھ کو لٹا کر میرے سینہ کو چاک کیا۔ اور میری انتڑیوں وغیرہ کو نکال کر اچھی طرح برف سے دھویا۔ اور پھر اُن کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دُوسرا آیا۔ اور کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں خدا تعالٰے کے حکم کی تعمیل کرتا ہُوں۔ اُس نے میرے پیٹ سے ہاتھ ڈال کر میرا دل نکالا۔ اور اُس کو چیر کر اُس سے سیاہ خون نکال کر باہر پھینک دیا۔ اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اُس کو اپنی جگہ رکھ دیا۔ اور نور کی مُہر اُس پر لگادی۔ جس کو میں اس وقت محسُوس کرتا ہُوں۔ پھر تیسرا آیا۔ اور اُن سے کہا۔ کہ آپ دونو کام کر چکے ہو۔ الگ ہو جاؤ۔ میں خدا تعالٰے کا حکم بجالاتا ہُوں۔ اُس نے میرے تمام سینہ پر جہاں تک زخم تھا ہاتھ پھیرا۔ تو میرا سینہ درست ہو گیا۔ پھر مجھ کو آہستگی سے اُٹھا کر بٹھایا گیا۔ اور تینوں میرے سر آنکھوں کو چُومتے ہوئے آسمان کی طرف اُڑ گئے۔ اور اِن کو دیکھتا رہ گیا۔ میں اب بھی بتا سکتا ہوں کہ وُہ کس جگہ سے آسمان کے اندر داخل ہوئے ؎

اِس شعر میں بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ ناظم رح نے قمر کی قسم اُٹھائی۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے۔ کہ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ[1]۔ رواہ الترمذی والحاکم بسند صحیح ؎

جواب ۔ اوّل رب کا لفظ محذوف ہے۔ ای اقسمت برب القمر۔ جیسا کہ وَالشمس، والضحٰی واللیل میں بعض مفسرین نے لفظ "رب" کو محذوف لکھا ہے ؎

دوم ۔ یہاں قسم سے وہ معنی مراد نہیں ہے۔ جو شرعًا ناجائز ہے۔ بلکہ قسم کا لفظ محض تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ عرب اجب کسی امر کو بطور تاکید بیان کرنا چاہتے ہیں۔ تو اُس کو بصورت

---

[1] جو شخص اللہ تعالٰے کے سوا کسی چیز کی قسم کھاتا ہے۔ وہ شرک کرتا ہے ؎ منہ مدظلہٗ

قسم بیان کرتے ہیں ؛

سوم قسم بغیر لفظ اللہ کے حنفیہ مذہب میں ناجائز ہے۔ شافعی میں نہیں۔ ناظم علیہ الرحمۃ شافعی مذہب ہے۔ اس لئے اس کے نزدیک یہ قسم درست ہے ؛

مذکورہ بالا ہر سہ جواب بعض شارحین نے قلمبند کئے ہیں۔ مگر ہمیں ایک نفیس جواب اس اعتراض کا سوجھا ہے۔ اُمید کہ اہل مذاق پسند فرمائینگے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ چونکہ جناب پیغمبر علیہ السلام کا قلب مبارک نور معرفت الٰہی سے منور تھا۔ اس لئے وہ اللہ کے اسم نور کا مظہر کامل تھا۔ اور یہ مسلم ہے کہ اظہار معجزہ کے وقت نبی اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجناب رب العزت پورا استغراق حاصل ہوتا ہے۔ اور این و آں سے ہٹ کر محض حضرت احدیت کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے قبل از معجزہ شق القمر دوگانہ ادا کیا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ تب اللہ تعالےٰ کا وہ اسم بواسطہ توجہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا عمل کرتا ہے۔ جس کا مقتضا وہ معجزہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً مُردہ کے زندہ کرنے کیلئے اسم محی اپنا عمل کریگا۔ اور موت کیلئے اسم ممیت علیٰ ہذا القیاس اس سے یہ امر بالکل صحیح اور ثابت ہوا۔ کہ معجزہ شق القمر کے وقت بوجہ استغراق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک اسم نور کا پورا مظہر ہو گیا تھا۔ اور چونکہ قمر اور قلب مبارک ہر دو اسم نور کے مظہر تھے۔ اس لئے ان میں نسبت صحیحہ قائم ہو گئی۔ اور چونکہ جنسیت دو اشیا کے درمیان ملاپ کی وجہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے جرم قمر کا مسخر قلب نبوی ہونا بالکل صحیح تھا۔ کیونکہ ایسی حالت میں ہر دو ایک ہی دائرہ استعداد میں آگئے تھے۔ اور ہر دو میں فعل و انفعال از روئے حقیقت امر واقع تھا۔ پس مذکورہ بالا بیان کے رُو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ناظم نے درحقیقت مطلق قمر کی قسم نہیں کھائی۔ بلکہ اس قمر کی جو بحالت انشقاق تھا

اور جو اس وقت مظہر اسم نور بن گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قمر کی صفت میں منشق کا لفظ واقع ہوا ہے جس کے معنے ہیں۔ اَقۡسَمۡتُ بِالۡقَمَرِ الَّذِیۡۤ اَنۡشَقَّ پس ناظم رح کا قمر کی قسم کھانا۔ درحقیقت خدا تعالےٰ کے اسم نور کی قسم کھانا ہے۔ شرک کیسے ہوا؟ معترض کا اعتراض محض اُس کی کم فہمی کا نتیجہ ہے ؎

وکم من عائبٍ قولاً صحیحاً — وآفتہٗ من الفہم السقیم

معترض کو چاہئے کہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات پر غور کرے۔ کیا غیر اللہ کی پناہ لینا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر اس کا صحیح جواب یہی ہوگا۔ کہ مطلق کلمات کی پناہ مراد نہیں۔ بلکہ اُن کلمات کی جو منسوب بذات خداوندی ہیں! اور جس شخص نے اسلامی اساتذۂ عرب کا کلام دیکھا ہوگا۔ وہ بخوبی جانتا ہوگا۔ کہ بیت اللہ۔ ہدی۔ رکن حطیم۔ لبیک وغیرہ اُمور کی قسمیں اُن کے کلام میں موجود ہیں۔ بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے کلام میں بھی ایسے نظائر مل سکتے ہیں۔ ہذا ما عندی والعلم عند اللہ +

(۷۷)	وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي

معدنِ خیر و کرم در غار آسودہ نہاں	کور شد از دیدنش چشم و نگاہِ کافراں

واو ابتدائیہ۔ استینافیہ۔ پھر عبارت یہ ہوگی۔ ومن معجزاتہ ما حوی الغار من خیر۔ حوی فعل ماضی احاطہ کیا۔ غار گڑھا۔ جو پہاڑوں میں پایا جاتا ہے۔ خیر بھلائی۔ کرم بخشش۔ طرف آنکھ۔ کفار جمع کافر۔ من الکفار حال ہے یا صفت۔ عنہ کی

ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ عَمِی یا تو صیغۂ ماضی ہے۔ یا صیغۂ صفت ہے۔ ماضی کی صورت میں فاعل اُس کا ضمیر راجع بسوئے طرف۔ ضرورت شعری کے لئے یا ساکن ہوئی۔ عَمِیْ بصورت صیغۂ صفت مشبہ۔ طرف کی صفت ہوگی۔ اصل عَمِیٌ بروزن کتف تھا۔ قاض کی تعلیل سے عم ہوگیا۔ تنوین بضرورت شعری ساقط ہوئی۔ مِنْ بیانیہ ہے۔ من خیر سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ کیونکہ وہ خیر البریہ (بہترین خلائق) ہیں اور کرم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ سب سے زیادہ متقی تھے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ عطف اس شعر کا شعر ماسبق پر ہے اس لئے اَقْسَمْتُ کے معنے یہاں بھی لئے جائینگے ؁

ترجمہ: میں اُس مجسم اور خیر اور کرم کی قسم کھاتا ہوں۔ جن کو غار نے چھپایا۔ اس طرح کہ تمام کفار کی آنکھیں اُن سے اندھی ہوگئیں یعنی کوئی کافر آپ کو نہ دیکھ سکا۔

تشریح: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب توحید کی اشاعت پر بہت زور دیا۔ تو کفار کو حسد پیدا ہوا۔ سب نے مل کر ارادہ کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا جائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہوئے۔ اپنے بستر پر علی کرم اللہ وجہہ کو سلایا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس قدر امانات لوگوں کے ہمارے پاس ہیں ان کو ادا کر کے مدینہ شریف میں پہنچ جانا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کفار کو معلوم ہوا۔ کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ تو انہوں نے حضور علیہ السلام کا تعاقب کیا۔ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آتے دیکھا۔ تو کوہ ثور کی غار میں جو اُس وقت راستہ میں تھا۔ جا کر شر اعدا سے محفوظ ہونے کے واسطے پوشید ہوگئے۔ کفار صبح کو

تلاش کے لئے نکلے۔ اور جب کفار اُس غار پر پہنچے۔ تو اُنہوں نے دیکھا کہ کبوتروں کے گھونسلے اور مکڑی کا جالا غار پر تنا ہے۔ تو اُنہیں یقین ہوا کہ یہاں کوئی نہیں اگر کوئی شخص یہاں داخل ہوتا۔ تو گھونسلے اور جالا قائم نہ رہتے۔ تین روز حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں چھپے رہے۔ عبداللہ بن ابی بکر رض اور عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر رض کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور حضرت اسماء رض دختر حضرت ابوبکر صدیق رض خوراک اور دودھ کی امداد دیتے رہے۔ اور مکہ کی خبروں سے آپ کو تازہ اطلاع ملتی رہی۔ تین روز کے بعد جب شورش کم ہوگئی۔ تو عبداللہ اجیر دو اونٹ غار پر لایا۔ ایک پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ اجیر اسوار ہوئے۔ تمام رات اور دوسرے دن ظہر تک سفر کیا۔ اور سراقہ نے آپ کا تعاقب کیا۔ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ اور وہ تائب ہو کر واپس آیا۔ حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز دوشنبہ بارھویں ربیع الاول کو حوالی مدینہ طیبہ میں پہنچے اور منازل بنی عمر بن عوف میں فروکش ہوئے ؛ اگلے اشعار میں اسی معجزہ اور قصہ کے واقعات اور اشارات درج ہیں ؛

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ	(۷۸)

بُود اندر غار بوبکر و رسول اللہ نہاں	کافراں گفتند اینجا نیست کس از مرد ماں

فالصدق ف فا تفصیل کے لئے ہے۔ صدق راستی۔ مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق راست گو۔ مراد حضرت ابوبکر رض۔ غار مغاک۔ لم یرما صیغہ جحد تثنیہ ضمیر اسکی

راجع بطرف صدق علیہ السلام وحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہے۔ ریم جگہ سے سرکنا۔ ھم کی ضمیر کفار کی طرف۔ اور یقولون خبر ہے ھُم کی ظنوں سے مراد یہاں یقین ہے۔ یعنی ھم یوقنون وہ یقین کرتے ہیں۔ ما نافیہ۔ با بمعنے فی۔ غار گڑھا۔ مِن اَدم بمعنے احدٌ۔ فرد بشر۔ محاورہ عرب کا ہے۔ ما فی الدار من احد مکان میں کوئی نہیں ؂

ترجمہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ غار میں موجود تھے۔ کفار ایسے اندھے ہوئے کہ کہنے لگے غار میں تو کوئی بشر نہیں ؂

تشریح ۔صدق سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لینا اس آیۂ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ۔ وَصَدَّقَ بِہٖ اور صدق سے پہلے لفظ صاحب کا محذوف ہے۔ اے صاحب الصدق۔ اور صدیق کی خبر محذوف کذالک ہو سکتی ہے اور بعض شرح میں لکھا ہے۔ کہ لم یرما۔ لم یرمن تھا۔ یہ نون خفیفہ مشتق ورم سے نون کو الف سے بدلا گیا جیسا کہ امرء القیس کے اس شعر میں ؎

قِفَانَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّمَنْزِلٖ

بِسِقْطِ اللِّوٰی بَیْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلٖ [1]

پس اس صورت میں ضمیر لم یرما کی صدیق کی طرف راجع ہے۔ جب غار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ تو اس میں ایک سوراخ تھا۔ اس کو پائے مبارک سے بند کرنا چاہا۔ تاکہ کوئی موذی جانور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت نہ پہنچائے۔ پاؤں رکھنا تھا۔ کہ سانپ نے آپؓ کے پائے مبارک کو کاٹا۔ حضور علیہ السلام پر یہ معاملہ ظاہر ہوا۔ تو آپ

[1] اے دوست ذرا ٹھہر تاکہ ہم اپنے معشوق اور اُس کی منزل کی یاد میں جو دخول اور حومل کے درمیان ریت کے ٹیلے کی منتہیٰ پر واقع ہے۔ آنسو بہا لیں ؂

نے اپنا آبِ دہن زخم پر لگایا - فی الفور زخم اچھا ہو گیا پس معنی یہ ہوئے - کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر ورم تک کا اثر نہ ہوا ۔

بعض نسخوں میں لم یر یا بصیغہ مجہول آیا - یعنی دونو نہیں دکھائی دیتے تھے ۔

(۷۹) ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

کافراں اشد گماں بر ذاتِ آں عالی نہاد	نے تنید عنکبوت و نے کبوتر بیضہ داد

ظنّوا صیغۂ جمع ماضی - ظن گمان کرنا - حمام جمع حمامہ مثل تمر و تمرہ - عنکبوت مکڑی - عناکب اُس کی جمع - اور عنکب اُس کا مذکر ہے - یہ انڈے بھی دیتی ہے اور حیض بھی کرتی ہے - علیٰ متعلق لم تنسج ولم تحم کے علیٰ سبیل التنازع - خیر البریۃ اشرف المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم - لم تنسج کی ضمیر عنکبوت کی طرف ہے - نسج بُننا - لم تحم کی ضمیر حمام کی طرف ہے - حوم ۔ حومان کسی چیز کے گرد پھرنا - محاورہ ہے حام الطائر - پرندہ نے انڈے دئے - لم تحم بمعنی لم تبض ہوا - انڈا نہ دیا ۔

ترجمہ - کفار نے خیال کیا - کہ اس غار کے منہ پر جس میں اشرف المخلوقات ؐ چھپے تھے - نہ کبوتروں نے انڈے دئے اور نہ مکڑی نے جالا تنا ہے ۔

تشریح - یہ لفظی ترجمہ ہے - اس پر اعتراض ہے کہ کبوتر نے انڈے تو دئے تھے اور مکڑی نے جالا بھی تنا تھا - پھر اُس کی نفی کیوں ہوئی ۔

جواب یہ ہے - کہ کفار کے دل میں جو منکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے - یہ خیال ہی نہ آسکتا تھا کہ یہ سب کچھ آپ کی حفاظت کیلئے ہے - تاکہ کوئی کافر غار کے اندر تلاش نہ کرے

اور مکڑی کا جالا اور کبوتر کے انڈے دیکھ کر واپس چلا جائے ۔

نہ کبوتروں نے انڈے دئیے اور نہ مکڑی نے جالا تنا۔ اس میں اُن کے زعم کو بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ حقیقت سے انکار ہے۔ یا اس شعر میں یہ عبارت محذوف ہے۔ لو دخل خیر البریۃ فی ھذا الغار ما بقی عش الحمامۃ وبیت العنکبوت بحالہ اگر اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہوتے تو کبوتری کا آشیان اور مکڑی کا جالا گر پڑتا۔ اور ٹوٹ جاتا۔ لیکن چونکہ وہ موجود ہیں۔ اس لئے اِس غار کے اندر کوئی آدمی نہیں گھسا۔ چنانچہ ایک قریش نے کہا کہ اس غار میں تو کوئی نہیں ہے۔ یہ جالا تو آپ کی ولادت سے پہلے کا ہے۔ یعنی بہت دیرینہ ہے ۔

(۸۰)	وَقَایَۃُ اللّٰہِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَۃٍ مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ	

گرد مستغنی ورا حفظِ خدائے عالمیں	از زرہ ہائے دوتا و نیز از حصن حصیں

وقایہ نگاہ رکھنا۔ اللّٰہ اسم ذات۔ اغنت صیغہ ماضی۔ اغناء بے نیاز و بے پروا کرنا۔ اغنت کا صلہ جب عن ہوا۔ تو اس کے معنے بے پرواہ اور بے نیاز ہونے کے ہیں۔ کقولہ تعالیٰ مَا اَغْنیٰ عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ۔ مُضَاعَفَۃٍ اسم مفعول۔ از باب مفاعلہ ضاعف یضاعف مضاعفۃ۔ اور مضاعفۃ ایک چیز کو ویسی ہی دوسری چیز کے ساتھ ملانا۔ اَشْیَاءُ مُضَاعَفَۃ دُہری چیزیں۔ من دروع۔ جمع درع معرب زرہ۔ بیان مضاعفہ۔ عالٍ بلند۔ اطم جمع اطمۃ بمعنی قلعہ وحصار ۔

ترجمہ۔ خداوند تعالےٰ کی حفاظت نے آپ کو دُہری زرہوں اور بلند قلعوں کی

پناہ سے بے نیاز کر دیا تھا۔

تشریح۔ ان اشعار میں قصۂ غار ثور کی تلمیح ہے۔ کہ جب قریش نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جمعیت اور طاقت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اور دو زبردست قبیلوں بنی اوس اور بنی خزرج نے بھی آپ کی بیعت کر لی ہے۔ تو اُن کی آتش غضب بھڑک اُٹھی مشورہ کے لئے دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ بعض کی رائے تھی کہ ان کو شہر بدر کیا جائے۔ بعض کہتے تھے کہ ان کو قید کر لیا جائے۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان بہادر منتخب ہو کر آپ کو قتل کر دیں۔ اور ان کا تاوان ہر ایک قبیلہ ادا کرے۔ اس پر سب کا اتفاق ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ جبرئیل علیہ السلام اس سازش کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے اُس رات اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سونے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ آپ کی چادر اوڑھ کر سو رہے چنانچہ نوجوانانِ قریش آپ کے دولت خانہ پر اس مراد سے آئے کہ حملہ کر کے آپؐ کو قتل کر دیں جب آ کر دیکھا کہ آپؐ کی جگہ حضرت علیؓ سوئے ہوئے ہیں۔ تو دست افسوس ملنے لگے۔ ادھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے ہجرت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شباشب مکہ سے نکلے۔ راستہ مشکل گذار تھا۔ حضرتؐ کے پاؤں مبارک میں چھالے پڑ گئے۔ راستہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کبھی حضورؐ کے آگے چلتے کبھی پیچھے۔ کبھی دائیں کبھی بائیں ہوتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیوں ایسا کرتے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کی۔ کہ آگے تو اس لئے ہوتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ کوئی گھات میں تو نہیں۔ اور پیچھے اس لئے کہ کوئی تعاقب میں تو نہیں۔ حضرت صدیقؓ

نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کاندھے پر بٹھالیا۔ اور ایک غار پر پہنچے۔ حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا کہ حضور کچھ تھوڑی دیر توقف فرمائیں۔ تاکہ میں غار کے اندر جاکر دیکھوں کہ کوئی درندہ وغیرہ تو اس کے اندر نہیں ہے۔ وہ اندر گئے اور ہر ایک سوراخ میں ہاتھ ڈالا۔ ایک سوراخ بہت بڑی تھی۔ اُس میں اُنہوں نے پاؤں ڈالے۔ تو ران تک گھس گئے۔ اِن سب سُوراخ کو اُنہوں نے بند کیا۔ اور پتھر وغیرہ ہٹاکر آپؐ کے لئے ایک صاف سُتھری جگہ بنائی۔ پھر باہر آکر عرض کی۔ کہ حضورؐ کے لئے محفوظ جگہ بنا آیا ہوں۔ کفار نے جب دیکھا کہ حضور شباشب نکل گئے ہیں۔ تو تلاش کرتے کرتے اُس غار پر پہنچے۔ مگر چونکہ اُس غار کے دروازے پر درخت تھے۔ اور وہ درخت غار کے دہانے پر جھکے ہوئے تھے۔ خیال کیا کہ آپؐ اِس غار کے اندر ہونگے۔ مگر جب کبوتری کے انڈے اور مکڑی کا جالا دیکھا۔ تو سمجھے کہ اِدھر تشریف نہیں لائے۔ کیونکہ اگر اس غار کے اندر آپ داخل ہوتے اور شاخوں کو اُٹھاکر اندر جاتے۔ تو اس صورت میں گھونسلا اور مکڑی کا جالا گر پڑتا۔ اور ٹوٹ جاتا۔ لیکن کبوتری کا گھونسلا اور مکڑی کا جالا بدستور قائم ہے۔ اِس لئے کفار غار کے اندر نہ گئے اور واپس لوٹ آئے۔ مفصل قصہ تفاسیر میں درج ہے: اِس شعر کو ۴۱ دفعہ ۴۱ دن تک پڑھنے سے مصیبت رفع ہو جاتی ہے:

(۸۱)	مَا سَامَنِی الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ

گر گہے بر من زمانہ آختہ تیغ ستم	بُردَش بگریختم از وے پناہے یافتم

مَا نافیہ۔ سَا فعل ماضی۔ نون وقایہ یا متکلم۔ سوم رنج پہنچانا۔ دھر زمانہ۔

بعض نسخوں میں ماضا مئی لکھا ہے ۔ ضیم ظلم ۔ واؤ حالیہ ۔ استجرت صیغہ ماضی متکلم ۔ استجادہ پناہ مانگنا ۔ بہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف راجع ہے ۔ اِلّا حرف استثناء ۔ نلت فعل ماضی متکلم ۔ نیل حاصل کرنا ۔ پانا ۔ نلتُ بمعنے حصلتُ ہے ۔ جوار پناہ ۔ حمایت ۔ رعایت ۔ آرام ۔ منہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف ۔ لم یضم جحد مجہول ضیم بمعنے ظلم ۔ مراد امان دائمی ۔ جو نہ کسی کے ظلم سے مغلوب ہو سکے ۔ اور نہ کوئی اُس کو دُور کر سکے ۔

ترجمہ ۔ زمانہ نے مجھے کبھی تکلیف اور ضرر نہیں دیا جس حالت میں کہ میں آپ سے طالب پناہ ہوا ہوں ۔ مگر میں آپ سے ایسی پناہ کے حاصل کرنے پر فائز ہوا ۔ کہ جس کو کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی ۔ یعنی دائمی امداد ملی ۔

تشریح ۔ جب کبھی مجھے تکلیف پہنچی ۔ اور میں نے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم سے پناہ مانگی ۔ تو فوراً مجھے امان دائمی مل گئی جس میں کسی کو خلل ڈالنے کا مقدور نہیں ہے ۔ ما نافیہ کے ساتھ ایک جملہ کو بیان کر کے آگے اِلّا حرف استثناء کے ساتھ اس کا اثبات کرنا حصر کا فائدہ دیتا ہے ۔ اور اظہار مطلب کے لئے نہایت فصیح ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے ۔ کہ زمانہ کی تکلیف کا پہنچنا ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف سے امان دائمی کا ملنا ایک لازمی امر ہے ۔ یہ ممکن اور محال ہے کہ زمانہ کی تکلیف پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا دستِ شفقت دستگیری نہ کرے ۔

مصائب کو زمانہ کی طرف منسوب کرنا مجاز ہے ۔ ورنہ حقیقت میں فاعل خدا تعالیٰ ہے یا مضاف محذوف ہے ۔ ای ما سامنی صاحب الدھر ۔

اگر کوئی سفر جائے تو پہلا مصراع لکھ کر گھر میں رکھے ۔ اور دوسرا ہمراہ لے جائے ۔ تو

سفر سے بالخیر واپس آئے گا۔ نیز اس کا تعویذ بازو پر باندھنا فتحمند کرتا ہے۔

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَدِهِ إِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدَىٰ مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمِ	(۸۲)

گر زدستش دولتِ دنیا و دیں را خواستم	دست او بوسم کہ آنچہ خواستم زو یافتم

واو عاطفہ۔ سابق پر عطف ہے۔ تکرار نفی تاکید کے لئے ہے۔ التماس مانگنا۔ غنیٰ دولت۔ دارین دونوجہان۔ من یدہ۔ ید ہاتھ۔ ہ کی ضمیر راجع حضور علیہ السلام کی طرف۔ الا استلمت۔ الا حرف استثناء۔ استلمتُ ماضی واحد متکلم۔ استلمت بمعنے قبلتُ۔ قاعدہ ہے کہ ادب کی وجہ سے لوگ بزرگوں کے ہاتھ چومتے ہیں۔ ندے بخشش و عطا۔ خیر مستلم مراد دست مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کیونکہ وہ تمام ہاتھوں سے جو بوسہ دئے جاتے ہیں۔ بہتر ہے۔ نفی اور استثناء اسی صورت پر ہے جو پہلے شعر میں بیان ہوا۔

ترجمہ۔ میں نے جب کبھی آپ کے مبارک ہاتھ سے دین و دنیا کی دولت کی خواہش کی تو مجھے فی الفور اس بہترین ہاتھ سے منہ مانگی مراد مل گئی۔

تشریح۔ استلام الندے خیرات کو چومنا۔ چونکہ ہاتھ کو چوما جاتا ہے اس لئے اس شعر میں خیرات کے مل جانے کو خیرات پر بوسہ دینے کو تعبیر کیا ہے تعظیماً واکراماً دنیا کی غنا صحت بدنی اور بلیات سے محفوظ رہنا اور دل کا اطمینان ہے حدیث شریف[1] میں مروی ہے۔ لیس الغنیٰ من کثرۃ العرض انما الغنیٰ غنی القلب۔ اور آخرت

[1] یعنی بہت مال سے تونگری نہیں ملتی۔ ہاں دل کا بے نیاز ہو جانا حقیقی تونگری ہے۔ منہ مدظلہ

کی غنا بہشت میں داخل ہونا ہے ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و ارادت سے اپنے دینی و دنیوی مقاصد کے حصول کی طرف اشارہ کیا ہے +
نماز کے بعد ہمیشہ پانچ دفعہ پڑھنے سے انسان تنگ دستی سے محفوظ رہتا ہے +

(۸۳)

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ إِنَّ لَهُ
قَلْبًا إِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

ہاں مشو منکر ز وحی خواب آں فرخندہ خو	قلب او بیدار بودے گر بخفتے چشم او

لا تنکر صیغہ نہی۔ انکار منکر ہونا۔ وحی کے معنے گذشتہ اشعار میں گذر چکے۔ من رؤیاہ یا حال وحی کا ہے یا من بیانیہ ہے یا من بمعنے فی ہے۔ رؤیا وہ کیفیت جو نیند میں دیکھی جائے۔ ہ ضمیر مضاف الیہ راجع بحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ إنّ له۔ إن تاکید کے لئے ہے۔ لام تخصیص کیلئے۔ ہ ضمیر مجرور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ قلب دل۔ اذا حرف شرط۔ لم ینم فعل جحد اس کی جزا ہے۔ اور تمام جملہ اذا نامت العینان لم ینم قلب کی صفت ہے۔ نامت فعل ماضی۔ نوم سونا۔ عینان تثنیہ عین آنکھ۔ لم ینم فعل جحد غائب۔ مصدر اس کا نوم ہے۔ اور قلبا اسم ان۔ اور اُس کی تنوین تعظیم کے لئے ہے +

ترجمہ۔ اس وحی سے جو آپ کو خواب میں آتی ہے۔ انکار مت کرو کیونکہ آپ کا قلب پاک جاگتا رہتا تھا جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بظاہر سو جاتی تھیں +

تشریح۔ جب دل بیدار رہا۔ تو وحی فی الرؤیا سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وحی کا تعلق دل سے ہے نہ آنکھوں سے۔ وحی کے معنے لغت میں سالۃ۔ اشارت۔

الہام ۔کلام خفی کے ہیں ۔ اور اصطلاح میں خدا تعالےٰ کا اپنے پیغمبروں کو کسی امر کی اطلاع دینا۔ اور وحی تین قسم پر ہے ؛

اوّل ۔ جو فرشتہ کی زبان سے پیغمبر سُنے ۔جس کو وہ قطعی سمجھ لے ۔ کہ درحقیقت قطعی ہے ۔ قرآن مجید اسی قسم سے ہے ؛

دوم ۔ فرشتہ اشارہ سے کسی حکم یا واقعہ کو ظاہر کرے ۔جس میں لفظ نہ ہو ؛

سوم ۔ کسی امر کا الہام جو خدا تعالےٰ کی طرف سے خواب یا بیداری میں پیغمبر[۴] کے دل میں ڈالا جائے ۔ یعنی کوئی واقعہ اس طرح پر منکشف ہو جائے ۔جس طرح فوٹو کے شیشہ میں تصویر ہوتی ہے ۔ ہر سہ مدارج میں تفاوت ہے ۔ البتہ الہام اولیا دوسروں کے لئے حجّت نہیں ہو سکتا ۔ مگر انبیا علیہم السلام کی سہ گانہ وحی قطعی ہوتی ہے ؛

رویا دو قسم پر ہیں :۔

اول رویائے صادقہ ۔ یہ ہر قسم کے معلومات ہیں ۔ جو خواب میں مومن کے دل پر خدا تعالےٰ ظاہر کرتا ہے ۔ مثلاً اعمال صالحہ کی ترغیب ۔ بُرے کاموں سے نفرت ۔ یا وہ اُمور جن میں انسان کے لئے بہتری ہو ۔ نماز تہجد خیرات کا دینا ۔ علےٰ ہذالقیاس ایسے اُمور کا ظہور جو شریعت کے مطابق ہوں ؛

دوم رویائے کاذبہ ۔ جو کچھ دن میں دنیا کے کام کاج کئے ہوں ۔ وہی رات کو دکھائی دیں ۔ یا بیماری کی وجہ سے عجیب صورتیں یا خیالات پیدا ہوں ۔ یا شیطانی وساوس دل میں آئیں قسم دوم محض لاشئے اور ناقابل اعتبار ہیں ۔ دل کا جاگتے رہنا اشارہ ہے حدیث ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کی طرف ۔ یعنی میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر

---

[۴] قرآن مجید میں ہر سہ وحی کا ذکر آیہ ماکان لبشران یکلمہ اللہ میں آیا ہے الخ ۱۲ منہ مدظلہ ؛

دل جاگتا رہتا ہے ۔

حدیث میں آچکا ہے ۔ کہ رویائے صادقہ پیغمبری کا چھیالیسواں جزو ہے ۔ اس پر بعض نے اعتراض کیا ۔ کہ یہ برخلاف واقعہ مشہورہ کے ہے ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک وادی میں ایسے سوئے ۔ کہ دن چڑھے بیدار ہوئے ۔ اور نماز آپ کی قضا ہو گئی ۔ جواب اس کا یہ ہے ۔ کہ جاگنا دل کا اس انتظار میں ہوتا تھا ۔ کہ وحی اُترے اور آیات کو دل پر نقش کریں ۔ سورج کا دیکھنا آنکھ کے متعلق تھا نہ دل کے ۔ پس منافات نہیں ہے ۔ مگر جواب صحیح یہ ہے ۔ کہ عمر بھر میں ایک دفعہ ایسا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ۔ کہ حضور کا قلب مبارک بیدار نہیں رہتا تھا ۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس حکمت پر مبنی ہو کہ آیندہ اُمت مرحومہ کی سہولت کے لئے قضا نماز کا حکم عملاً منصوص ہو جائے ۔ جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات نماز میں سہو بھی ہوا ۔ جس میں یہ حکمت تھی ۔ کہ اُمت مرحومہ کے لئے سجدہ سہو کا حکم ایک شرعی حکم قرار پائے ۔ واللہ اعلم عند اللہ ۔

	(۸۴)
وَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمٖ	

پس چرا انکار کردہ میشود از وحیٔ خواب	خواب وبعد از نبوت وحی باشد بے حجاب

فذاك فا تفصیل کے لئے ۔ ذاک مبتدا ہے ۔ خبر اسکی واقع محذوف ہے یعنی ذاک واقع ۔ ذاک اسم اشارہ ہے ۔ مشارٌ الیہ وحی فی الرؤیا ۔ حین وقت ۔ بلوغ بالغ ہونا ۔ من نبوتہ ۔ من جار ۔ نبوت بمعنی نباء خبر دینا ۔ جار مجرور صفت بلوغ یا حال ۔ فلیس ینکر فیہ ۔ لیس بمعنے لا ۔ ینکر صیغہ مضارع غائب ۔ فیہ کی ضمیر بلوغ کی طرف

راجع ہے۔ محتلم عقل اور فراست کا بالغ۔ احتلام خواب کا دیکھنا۔ بالغ ہونا۔
اِس شعر میں محتلم سے مراد بالغ فی النبوۃ ہے ؛

ترجمہ:۔ اور خواب میں وحی کا آنا اس وقت سے تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم
بلوغ نبوت کے قریب ہو چکے تھے۔ پس ایسی حالت میں جب آپ پورے بالغ ہیں وحی
سے انکار کی گنجائش نہیں ؛

تشریح:۔ ناظم علیہ الرحمۃ کو اِس شعر میں ثابت کرنا ہے۔ کہ قبل از نبوت خواب میں جو
کچھ آپ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کی جانب سے وحی تھی۔ کیونکہ آپ کو چالیس سال کے بعد
نبوت کا خلعت عطا ہوا اور اس عمر میں قوائے عقلیہ بالکل اپنے کمال طبعی تک پہنچ جاتے
ہیں پس ایسی حالت میں جب آپ بالغ اور کامل ہو چکے تھے۔ یہ احتمال نہیں ہو سکتا۔ کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا قابل حجت نہ ہوں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب ایسا
یقینی ہوتا تھا۔ کہ اس پر احکام شرعی مرتب ہوتے تھے۔ ابتداء چھ ماہ خواب میں وحی آتی رہی
تاکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آثار وحی کے متحمل ہو جائیں۔ اور جبرائیل علیہ السلام کے دیکھنے اور
اُس سے آیات قرآنیہ کے اخذ کی استعداد ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں چھوٹی چھوٹی
آیات نازل ہوتی تھیں۔ اور اخیر عمر لمبی لمبی سورتیں ایک ہی دفعہ نازل ہونے لگیں بنظر
غور دیکھو کہ تمام چھوٹی سورتیں جن کی آیات بھی بہت چھوٹی ہیں مکی ہیں۔ اور
لمبی سورتیں مدنی ؛

یہ شعر مشکل ترین اشعار سے ہے اس سے پہلے شعر میں ؎

لا تنکر الوحی من رؤیاہ ان لہٗ قلباً اذا نامت العینان لم ینم

ان رویا کا ذکر ہے۔ جو نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھے اور اُن کا

ظہور روز روشن کی طرح ہوا۔ حدیث میں بھی ایسا ہی ہے۔ کہ نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رویائے صادقہ کا ظہور ہوتا تھا۔ اور اس مصراع "وَ ذٰلِکَ حِینَ بلوغٍ مِن نُبُوَّتِہٖ" میں لفظ ذالک سے یہ مفہوم ہوا۔ کہ وہ رویا بعد نبوت ہے۔ پس اس شعر اور اس کے ماقبل شعر میں تناقض ہوا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ وَذالک حین الخ میں بھی رویائے قبل از نبوت ہی مراد ہیں۔ حین کے بعد لفظ قرب محذوف ہے۔ ای حین قرب بلوغ نبوتہ یعنی وہ رویائے صادقہ جو قریب از عطائے نبوت ظہور میں آئے۔ پس تناقض رفع ہوا۔ اور نیز اگر لفظ قرب نہ بھی محذوف کریں تو بھی بموجب مفہوم محاورہ عرب فلان بلغ البلد ای قرب منہ واشرف علیہ۔ بلوغ کے لفظ سے قبل از بلوغ نبوت مفہوم ہے۔ دونو صورتوں میں اشکال رفع ہوجاتا ہے۔

وذالک حین الی آخرہٖ کا دوسرا مصراع پہلے شعر اور اس شعر کے مصراع اول کا نتیجہ یا تفریع یا دلیل ہوگی۔ کہ جب قبل از نبوت کے رویائے صادقہ ہیں تو جو رویا بحالت محتلم یعنی حضور کے کامل بالغ فے النبوۃ ہونے کے بعد ظہور میں آئیں ان میں شک و انکار کی گنجائش نہیں۔

(۸۵)

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ
وَلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

ہیچ پیغمبر نشد در غیب گوئی متہم	اللہ اللہ وحی کسبی نیست از زعم قدم

تبارک اللہ۔ تبارک ماضی کا صیغہ ہے۔ برکت۔ کثرت خیر۔ افزونی مال و دولت میں

بارک اللہ لک فی کل شئ خدا تجھے ہر چیز میں افزونی دے۔ تبارک اللہ تعالیٰ و تعاظم فی افعالہ وصفاتہ۔ خدا بزرگ اور بلند ہے اپنے افعال اور صفات میں محاورہ میں یہ کلمہ تعجب کا ہو گیا۔ کہتے ہیں صاحب بن عباد ادیب کو تین لفظوں کے معنے میں تحقیق کرنا تھا۔ وہ قبائل عرب میں گیا۔ اُس نے ایک دن ایک عورت سے سُنا کہ وہ اپنے بچے سے پُوچھ رہی تھی۔ یا ولد این المتاع۔ بیٹے متاع کہاں ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ جاء الرقیم واخذ المتاع وتعالیٰ وتبارک الجبل۔ کُتّا آیا وہ متاع پکڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا متاع وہ کپڑا ہے جس کو پانی سے تر کر کے برتن صاف کرتے ہیں۔ یہ سُن کر صاحب بن عباد کی تسلی ہو گئی۔ ما وحی۔ ما نافیہ۔ وحی مراد وُہ الہام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں پر آتا ہے۔ مکتسب صیغہ اسم مفعول۔ اکتساب کسب کرنا۔ ولا نبی علی غیب۔ لا نبی کا عطف ما وحی پر ہے۔ تکرار حرف نفی تاکید کے لئے۔ لا نافیہ نبی پیغمبر۔ علی غیب جار مجرور متعلق ہے متہم کے اور متہم ضرورت شعری کی وجہ سے متاخر ہوا۔ غیب واقعات آیندہ۔ بمکتسب و متہم پر با زائدہ۔ متہم تہمت دیا گیا۔ اسم مفعول۔ اتہام مصدر خبر لا۔

ترجمہ۔ اللہ اللہ بھلا وحی کبھی کسبی ہو سکتی ہے اور کوئی پیغمبر کبھی اخبار غیب پر متہم ہو سکتا ہے یعنی نہ وحی کسبی ہو سکتی ہے اور نہ نبی صادق پیشگوئی سے متہم ہوتا ہے۔

تشریح۔ اس شعر میں اشارہ ہے آیت فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کی طرف۔ اخبار غیب اور وحی خدا کی جانب سے ہوتی ہے اس میں کسب کو دخل نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ذریعہ غیب دانی کا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا نبی اللہ جو کچھ کہتا ہے خدا تعالےٰ کی طرف سے کہتا ہے۔

(۸۶) كَمْ اَبْرَءَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

گمرہاں را نیز از قیدِ جنوں کردہ رہا	بارہا از دستِ پاکش دردہا را شد دوا

کم خبریہ ہے ۔ اَبْرَءَتْ فعل ماضی ۔ ابراء اچھا کرنا ۔ وَصَبًا با توفتح صاد مہملہ بمعنے بیماری ۔ یا بکسر صاد مہملہ صیغہ صفت بمعنے بیمار ہے ۔ لمس چھونا ۔ اَطْلَقَتْ ۔ اطلاق قید سے چھوڑنا ۔ معاف کرنا ۔ اَرِبٌ محتاج الی العلاج ۔ دیوانے یا محتاج الی الھدٰے سے مراد گمراہ ہے ۔ ربقہ بند ۔ لَمَمٌ دیوانگی ۔ گناہ صغیرہ ؛

ترجمہ ۔ آپکے دستِ مبارک نے بارہا مریضوں کو چھوکر اچھا کر دیا ۔ اور دیوانوں کو قیدِ جنوں سے رہا کیا ۔ بہت سے گمراہوں کو گناہوں کی قید سے نجات دی ؛

تشریح ۔ روایت ہے کہ ابو جہل نے جنگ بدر میں معوذ بن عفراء کا ہاتھ کاٹ دیا ۔ معوذ ہاتھ کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جوڑ دیا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی صدمہ اس کو نہیں پہنچا ؛

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لیکر خدمت مبارک میں حاضر ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا نکل جا ۔ اس لڑکے کے سینہ سے قے کے راستہ سے ایک سیاہ چیز جیسا کتے کا پلا ہوتا ہے نکلی اور وہ اچھا ہو گیا ۔

[1] خاصیۃ ھٰذا الشعر اذا کان الوجع بجسم احد یضع الید علی موضع الوجع ویقرء ھٰذا الشعر بندفع الوجع ویشفی المریض انشاء اللہ تعالیٰ کذا قال الشیخ الدلائل ۔ یعنی درد کی جگہ ہاتھ رکھ کر اس شعر کے پڑھنے سے شفا ہوتی ہے ؛

ایک صحابی رضؓ کی آنکھ ایک لڑائی میں تیر لگنے سے باہر نکل آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے اُس کو خانہ چشم میں رکھ دیا۔ وہ بالکل اپنی اصلی حالت پر ہوگئی ۞

حضرت ابوبکر رضؓ کو سانپ نے کاٹا۔ آپؐ نے اپنا آب دہن لگایا۔ وہ اچھے ہو گئے ۞

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جنگ خیبر میں سخت آشوب چشم ہوا جس کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم لعاب دہن مبارک سے اِن کی آنکھیں اُسی وقت بالکل تندرست ہوگئیں۔ ایسے ہزاروں معجزات ہیں ۞

یہ امر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک ہی محدود نہیں ہے۔ اِس وقت بھی یہ برکت غلامان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ مواہب میں قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے۔ کہ اُن کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ خواب میں اُنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ اور عرض کیا کہ اُن کے فرزند کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا آیاتِ شفا کیوں بھول گیا۔ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ میں بیدار ہوا۔ تو غور کیا۔ چھ جگہ قرآن شریف میں آیاتِ شفا مجھ کو ملیں :۔

اوّل۔ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۞

دوم۔ فِيهِ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۞

سوم۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۞

چہارم۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۞

پنجم۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۞

ششم۔ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۞

اِن آیات کو میں نے لکھا۔ اور دھو کر فرزند کو پلایا۔ ایک لحظہ میں شفا ہوگئی ۞

ایسا ہی ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ابوبکر بن علیؒ قید ہوگیا۔ میں نے
خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ جبرائیل علیہ السلام آپکے ساتھ ہیں مجھے
فرمایا کہ ابوبکر سے کہدو کہ وہ دعائے کرب جو صحیح بخاری میں ہے پڑھے۔ تاکہ خدا تعالےٰ
اُس کی تکلیف کو رفع کرے۔ چنانچہ میں نے صبح ابوبکرؒ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔
دعا کا پڑھنا تھا کہ وہ قید سے رہا ہوگیا۔

دعائے کرب یہ ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ

اِس شعر کا تعویذ ہر بیمار خصوصًا پاگل آدمی کے لئے مجرّب ہے۔
عمر بن احمدؒ کہتا ہے۔ کہ میرے اُستاد کی بیوی کو مرض جنون تھا۔ ہر وقت چیختی رہتی
تھی۔ اور ایک ساعت قرار نہیں تھا۔ میرے اُستاد نے کہا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور میں عرض حال لکھو۔ میں نے عرض حال حمد اور صلوٰۃ سے شروع کی۔ اور اس میں
عرض کیا کہ آپ تمام امراض کے دفع کرنے میں ہمارے شفیع ہیں۔ ہم آپ سے اس
بیماری کی دوا چاہتے ہیں شفاعت فرمائیں کہ یہ بیماری دفع ہو۔ یہ عرض مکتوب بہ قافلہ
حجاج کو دی گئی۔ اور ہم دنوں کو شمار کرتے رہے چند دنوں کے بعد اُس عورت کو
بالکل آرام ہوگیا۔ جب قافلہ واپس آیا۔ تو حساب کرنے سے یوم شفا وہی دن تھا
جس دن قافلہ روضۂ مطہرہ میں پہنچا۔

مصرع ثانی میں جو محتاجوں کا قید سے چھڑانا مذکور ہے۔ اِس سے مراد کفار
بھی ہوسکتی ہے۔ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے۔ اور قید ہوئے۔ اور
پھر اُن کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا کر دیا۔

ایک اور مشہور قصہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ہرنی نے جو ایک اعرابی کی قید میں تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں فریاد کی۔ کہ اس کے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ آپ مجھ کو اس شکاری سے اجازت لے دیں کہ میں اُن کو دُودھ پلا کر واپس آجاؤں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت لے دی۔ اور ہرنی دُودھ پلا کر واپس آگئی۔ وہ اعرابی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ اور ہرنی کو چھوڑ دیا۔ ہرنی خوشی سے چوکڑیاں بھرتی اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہتی جنگل کو نکل گئی ؟

مَیں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بندے رہائی دینا اور کیا ہوگا۔ کہ معاصی کی زنجیروں میں جکڑے ہوؤں کو آپ نے نفس شیطان کی قید سے رہائی بخشی اور جہنم کے گڑھے میں گرنے والوں کو آتش سوزاں سے بچا لیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی طرف الفاظ اغلال اور انقذکم میں اشارہ کیا گیا ہے ؟

(۸۷) وَاَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهٗ ۔ حَتّٰى حَكَتْ غُرَّةً فِى الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

تا گشت از سالہائے سبز تر خوش نما	کرد زندہ دعوتش از ابر سال خشک را

واو عاطفہ۔ اَحْيَتْ صیغہ ماضی۔ اِحْيَاءٌ زندہ کرنا۔ یہاں مراد سرسبز اور شاداب کرنے سے ہے۔ سنۃ سال۔ شہباء مؤنث ہے اشہب کی۔ یہ صفت ہے سنۃ کی۔ وہ جس میں سفیدی زیادہ ہو۔ السنۃ الشہباء سے مراد سخت قحط سالی ہے۔ جس میں کوئی سبزی نظر نہ آئے۔ بلکہ ہر طرف سے سفید زمین ہی دکھائی دے۔ دعوۃ بلانا۔ دُعا کرنا۔ ہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ حَكَتْ فعل ماضی۔ حکایۃ مشابہ اور مانند ہونا۔

غرّہ سفیدی بقدر درہم یا اس سے زیادہ - جو گھوڑی کی پیشانی پر ہو - یا غرہ کے معنے مجازاً
زیب و زینت کے ہیں - اَعْصُرٌ جمع عصر معنے زمانہ - دُھْمٌ جمع ادہم سیاہ - الا عصر الدہم
سرسبز و شاداب زمانہ ہے - جو کھیتوں اور گھاس کی کثرت سے سیاہ معلوم ہوتا ہے ؛

ترجمہ - آپ کی دعا نے خشک سال کو ایسا سرسبز اور شاداب کر دیا - کہ وہ سبز
سالہائے زمانہ کی پیشانی کا زیب و زینت ہو گیا ؛

تشریح - آپ کی دعا سے سفید سال کو جس میں بارش نہ ہونے کے باعث زمین خشک
بے آب و گیاہ اور سفید نظر آتی تھی زندہ کر دیا - اس میں زمین کثرت زراعت اور گھاس سے
سرسبز ہو گئی - یہاں تک کہ وہ سفید سال زمانہ کے اُن سیاہ سالوں کے مشابہ ہو گیا جس میں
سفیدی اس قدر تھوڑی تھی - جیسے گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی ؛

اس میں اعلیٰ درجہ کی فصاحت ہے - قحط کے سال کو سفید گھوڑے سے تشبیہ دی جس طرح
اس کا رنگ سفید ہوتا ہے - زمین کا رنگ سفید تھا - اس میں کوئی شک اس بابت نہ تھا - پھر
خشکی کے سال کو سیاہ گھوڑے سے تشبیہ دی - یعنی تمام زمین سبز ہو گئی - اگر کہیں زمین
خشک رہ گئی - تو وہ اس قدر تھی جس قدر کہ کمیت یا شکین گھوڑے کی پیشانی میں
سفیدی ہوتی ہے ؛

یا یہ معنے کہ وہ خشک سال جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی -
ایسا سرسبز ہوا کہ دوسرے سرسبز سالوں میں ممتاز اور باعث زینت ہوا - جس طرح گھوڑے
کے لئے ماتھے کی سفیدی باعث امتیاز اور موجب زینت ہوتی ہے ؛

حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے
وہ زمانہ سخت قحط سالی کا تھا - ایک اعرابی نے سوال کیا حضرت دعا فرمائیں - قحط سے

جانور مر گئے۔ اور آدمی بھوک سے تنگ آ گئے ہیں۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ باوجودیکہ آسمان پر کوئی علامت ابر نہیں تھی۔ مگر فوراً کالی گھٹا اٹھی اور موسلادھار بارش ہونے لگی۔ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی حضور علیہ السلام کی ریش مبارک پر سے بہ رہا تھا۔ پس برابر ایک جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نے جا کر عرض کیا کہ حضرت! مکان گر گئے ہیں۔ اور مال و متاع ڈوب گیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا[1]۔ اس دعا سے مدینہ طیبہ پر سے بادل ہٹ گیا اور مدینہ شریف کے گرد و نواح اور بازاروں اور وادیوں پر اس کثرت سے بارش ہوئی کہ ایک مہینے تک ندی نالے بہتے رہے۔ اس شعر کا ایک سو ایک دفعہ ایک جماعت کا پڑھنا قحط کو دور کرتا ہے۔ مگر ہر ایک فرد پڑھے۔

(۸۸)

بِعَارِضٍ جَادَ اَوْ خِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا
سَيْبًا مِّنَ الْيَمِّ اَوْ سَيْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

یا بدانی آمدہ سیلاب وادئ عرم	وادئ بطحا شدہ دریا ز ابر منسجم[2]

بعارض متعلق اَخْیَت کے ہے۔ عارض بادل۔ جَادَ فعل ماضی۔ جود بہت برسنے اور بہت برسنا۔ خلت فعل ماضی خیال بمعنے ظن کرنا۔ اور گمان کرنا افعال قلوب میں سے ہے۔ اور حرف اَوْ بمعنے اِلٰی اَنْ ہے۔ بطاح جمع ابطح یا بطحا وادی۔ بہا۔ با سببیہ ھا ضمیر مؤنث مجرور راجع بعارض بتاویل سحاب۔ سیب بالفتح دریا کا بہاؤ و بخشش و دہش۔ من الیم میں مِن بیانیہ

۱ خدایا مدینہ کے باہر اردگرد مینہ کو برسنے کا حکم دے اور ہمارے حق میں مضر نہ ثابت ہو۔

۲ منسجم بضم میم و سکون نون و فتح سین مہملہ و کسر جیم اسم فاعل از باب انفعال بمعنے ابر بارندہ۔

سیئًا کی صفت یا حال اسی طرح سیلًا اور من العرم۔ یمّ دریا۔ سَیْل رو۔ عرم بفتح اوّل وکسر ثانی ایک وادی کا نام ہے۔ سخت بارش +

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا نے خشک سالی کو ایسے بادل کے ذریعہ سبز کر دیا۔ جو خوب دل کھول کر برسا۔ یہاں تک کہ وادیوں پر دریا کا گمان ہوتا تھا۔ یا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ عرم کا سیلاب اس میں ٹوٹ پڑا ہے +

تشریح: اس قدر پانی زور سے چلتا تھا۔ کہ دیکھنے والے کو یہ شبہ پیدا ہوتا کہ ان میں کثرت بارش سے وادیوں میں دریا ٹوٹ کر آپڑا ہے۔ یا بند عرم ٹوٹ گیا ہے +

عَرِم ایک وادی کا نام ہے۔ جس نے ایک دفعہ طغیانی کے باعث شہروں کو برباد کر دیا۔ جب ملکہ بلقیس اس ملک پر متسلط ہوئی۔ تو اس نے اس وادی کی روک کے واسطے ایک بند پتھروں کا بندھوا دیا۔ اور انجنیئرنگ کے اصول کے مطابق دونوں طرف اس کا ڈھلوان رکھا۔ اور پانی کے نکلنے کے لئے دوسری طرف راستہ بنا دیا۔ اور اس بند کی تعمیر سے جب ملک غرقابی سے محفوظ ہو گیا۔ تو سیکڑوں باغ آباد ہو گئے +

کہتے ہیں کہ اس قدر باغ ہو گئے تھے۔ کہ اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر رکھ کر کچھ فاصلہ پر جاتا۔ تو بغیر اس کے کہ وہ درختوں کو ہلاتا۔ اُس کا ٹوکرا میووں سے پُر ہو جاتا۔ اس خطہ کی آب و ہوا معتدل اور صحت بخش تھی۔ اور سانپ۔ بچھو۔ مکھی۔ مچھر۔ پسّو۔ جوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ بلکہ جو شخص باہر سے آتا۔ اُس کی جوئیں اور پسو مر جاتے۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ہر ایک قسم کی نعمتیں عطا کیں۔ مگر انہوں نے نعمت کا کفران اور پیغمبروں علیہم السلام کا انکار کیا۔ خدا تعالےٰ نے ایک اندھے چوہے کو ان کی بربادی پر مسلط کیا۔ اس نے بند میں سوراخ کیا جس سے وہ بند ٹوٹ گیا۔ اور اُن کے مکانات اور باغات ڈوب گئے۔ قرآن مجید میں یہ قصہ مذکور ہے +

الفصل السادس في شرف القرآن ومدحه

(۸۹)

دَعْنِیْ وَوَصْفِیْ اٰیَاتٍ لَّہٗ ظَھَرَتْ
ظُھُوْرَ نَارِ الْقِرٰی لَیْلًا عَلٰی عَلَمٖ

وصفِ اعجازش کنم کاں شد پدید آں چنانکہ
چوں ضیاءِ آتشِ دعوت بشب بر کوہسار

دَعْنِیْ - وَدَعَ ترک کرنا - اصل میں تھا - یا حبیبی دعنی - حرف او بمعنے مع
یعنی مفعول معہٗ - وصف بیان کرنا - مراد نعت - اٰیات جمع آیت معجزہ - لَہٗ کی ضمیر مجرور
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے - ظَھَرَتْ - ظہور آشکارا ہونا - نارالقریٰ
مہمانی کی آگ - قِرٰی بکسر القاف المنقوطہ ضیافت - علم بلند پہاڑ ⁘

ترجمہ - اے دوست مجھ کو سرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان معجزات کی
تعریف میں لگا رہنے دے - جو اس طرح روشن ہیں جس طرح بادیہ نشین سخی عربوں کی
وہ آگ جو بلند ٹیلوں (یا پہاڑوں) پر رات کے وقت اس لئے روشن کی جاتی ہے
کہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر رات کے وقت آجائے ⁘

تشریح - ناظم علیہ الرحمۃ کہتا ہے - کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی سعادت
نہیں ہے - کہ میں اپنے آپ کو نعت ہی کا وقف کر دوں ⁘
معجزات کو اس آگ کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے - کہ جس طرح آگ کو
دیکھ کر راستہ بھولے ہوئے لوگ راستہ پر آجاتے ہیں - اسی طرح ان معجزات کو دیکھ کر

گمراہ لوگ اسلام کو اختیار کرتے ہیں۔ اور نیز یہ معجزات ایسے روشن اور باہر ہیں جیسے ضیافت کی آگ۔ جو دور سے دکھائی دیتی ہے۔ اور کسی کو اس کی نسبت شک و شبہ نہیں ہوتا ⁂

(۹۰) فَالدُّرُّ یَزْدَادُ حُسْنًا وَّھُوَ مُنْتَظِمٌ
وَلَیْسَ یَنْقُصُ قَدْرًا غَیْرَ مُنْتَظِمِ

کم نگردد قدر او گر آید از رشتہ برون	حسن آب و تابِ دُر در رشتہ مے باشد فزوں

حرف فا علت ہے شعر ماسبق کی۔ دُر جمع دُرہ مفرد۔ ازدیاد بڑھنا۔ حسن خوبصورتی۔ تمیز ہے یزداد کی۔ منتظم بضم المیم وکسر الظاء المعجمۃ فی المصرعین (کما فی الشرح للازہری) راست و درست شوندہ۔ یہ باب افتعال سے ہے۔ جو اکثر لازم آتا ہے۔ ینقص نقص سے کم ہونا۔ قدر مرتبہ تمیز ہے ضمیر ینقص کی ⁂

ترجمہ۔ کیونکہ اگرچہ بکھرے ہوئے موتیوں کی قدر و قیمت کچھ کم نہیں ہو سکتی لیکن اُن کے پرونے اور ہار بنانے سے اُن کی خوبصورتی بڑھ جایا کرتی ہے ⁂

تشریح۔ معجزات اور اوصاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہ نثر میں ہی ہوں ایک بے بہا موتی ہیں۔ لیکن ان کو اگر نظم میں دکھایا جائے تو ان کی چمک دمک کچھ اور ہی ہوگی۔ اس لئے اُنہیں نظم میں لانا ایک اور خوبی رکھتا ہے ⁂

پچھلے شعر سے یہ اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ کہ جب حضور علیہ السلام کے معجزات بالکل روشن ہیں تو پھر اُن کے بیان کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا ہے۔ کہ میں ان کو نظم میں بیان کرتا ہوں جس سے خوبصورتی زیادہ ہوگی۔ اور یاد کرنے میں آسانی ہوگی۔ اور اشعار بہ نسبت نثر رقت زیادہ حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ بیان خاص طور پر مؤثر ہوگا۔ ان من البیان لسحرا ⁂

(۹۱) فَمَا تَطَاوَلَ اٰمَالُ الْمَدِیْحِ اِلٰی
مَا فِیْهِ مِنْ کَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

سوئے اخلاق عظیم و سوئے خوئے احمد	وادا شد گردن امید مادح بس بلند

حرف فا علت ہے اس امر کی جو شعر دعنی و صفی میں مذکور ہوا۔ ما نافیہ تطاول صیغہ ماضی۔ تطاول بروزن تفاعل دراز ہونا کسی چیز کو دیکھنے کے وقت گردن اٹھانا۔ آمال جمع امل امید۔ مدیح تعریف یا تعریف کرنے والا۔ الیٰ مافیہ تطاول کا صلہ الیٰ آتا ہے۔ چونکہ گردن بلند کرنے کو کسی چیز کی طرف دیکھنا لازمی ہے اسلئے تطاول سبب ہے کسی چیز کو دیکھنے کا۔ مافیہ۔ ما موصول۔ ہٗ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ مِن بیانیہ کرم الاخلاق بیان خصلتہائے برگزیدہ شیم جمع شیمہ خصلت خصائل طبعیہ فرائیہ +

ترجمہ - کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات میں جو خلاق اور شمائل حسنہ ہیں وہ اس قدر عالی پایہ ہیں۔ کہ مدح و مداح کی امیدیں اُن کو گردن اٹھا کر نہیں دیکھ سکتیں۔ یعنی مدح سے اُن کا حصر نہیں ہو سکتا +

تشریح - الفاظ دعنی و صفی آیات سے یہ مفہوم ہوتا تھا۔ کہ ناظم نے معجزات کے بیان پر اقتصار کیا ہے۔ اوصاف کو نہیں لیا۔ اس کا سبب بیان کرتا ہے۔ کہ اوصاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حد نہایت نہیں ہے۔ ان کے شمار اور دریافت کیلئے مدح اور مداح کا یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ کہ انکی طرف گردن بلند کرکے اُن کا اندازہ لگا سکے یا دیکھ سکے اس لئے صرف معجزات کے بیان پر اکتفا کیا گیا +

مدیح سے مراد مجازاً ناظم علیہ الرحمۃ کی ذات ہے۔ خلاصہ یہ کہ میری نظم کی فصاحت اور بلاغت اور خوبئ اشعار اس بلندی تک پرواز نہیں کر سکتی۔ جس پر کہ حضور علیہ السلام کے اخلاق ہیں +

آیاتُ حقٍّ مِّنَ الرَّحمٰنِ مُحدَثَۃٌ
قَدِیمَۃٌ صِفَۃُ المَوصُوفِ بِالقِدَمِ

چوں قدیم است او کلامش نیز می شد قدیم	نازل از رحمٰن شد آیاتِ قرآنِ عظیم

آیات جمع آیت۔ نشان۔ مراد آیات قرآن۔ آیات حق خبر ہے مبتدا ے محذوف کی۔ ای ہٰذا المعجزات آیات حق۔ یا اس کا مبتدا القرآن ہے۔ ای القرآن آیات حق۔ حق امر راست جس میں انکار کی گنجائش نہ ہو۔ مراد قرآن شریف۔ محدثۃ پیدا کی گئیں۔ قدیمہ دیرینہ۔ جس کا ابتدا نہ ہو۔ آیات حق مبتدا۔ من الرحمٰن صفت آیات۔ محدثہ خبر۔ قدیمہ خبر ثانی۔ صفۃ الموصوف بالقدم خبر بعد خبر گویا یہ ایک دلیل ہے آیات حق کے قدیم ہونے کی ⁂

ترجمہ:۔ آیات قرآن جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں باعتبار لفظ اور نزول کے حادث ہیں۔ اور باعتبار اس کے کہ موصوف بالقدم کی صفت ہیں قدیم ہیں ⁂

تشریح۔ یعنی الفاظ قرآنیہ اس وجہ سے کہ وہ الفاظ ہیں۔ اور لکھے جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ نازل کئے گئے ہیں حادث ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ کلام نفسی صفت خدا تعالیٰ کی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات قدیم ہے۔ اس لئے آیات بھی قدیم ہیں۔ کیونکہ قدیم کی صفت حادث نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ علم کلام میں اس کی بحث ہے۔ اس شعر میں سب سے بڑے مشہور مسلم معجزے (قرآن شریف) کا ذکر ہے۔ جس پر تمام اسلام کا مدار ہے۔ اور اُس کی حقیقت کو مختصر الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے ⁂

قرآن مجید کے قدیم یا حادث ہونے میں سات مذہب ہیں۔ اور یہ بحث علم کلام میں نہایت

بسط کے ساتھ مذکور ہے۔ اہل السنت والجماعۃ کا مذہب یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی بذاتہٖ قدیم غیر مخلوق ہے۔ اور ہمارا اس کو پڑھنا اور لکھنا۔ اور اس کا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہونا۔ یہ سب امور حادث ہیں +

(۹۳)	لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَّھِیَ تُخْبِرُنَا عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَّعَنْ اِرَمِ

نیست مقروں بازماں لیکن خبر ما را دہد	یعنی از عاد و ارم وز حالت روز معاد

لم تقترن صیغہ جحد ہے ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ اقتران نزدیک ہونا۔ آپس میں ملنا۔ زمان وقت۔ وھی تخبرنا۔ ھی کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ تخبر صیغہ مضارع واحدہ مؤنث غائبہ اس کا فاعل ضمیر ہے۔ جو آیات کی طرف راجع ہے نا۔ تخبر کا مفعول ہے۔ اخبار خبر دینا۔ معاد جائے بازگشت۔ مراد قیامت۔ عاد ایک قدیم قبیلہ کا نام ہے۔ ارم کی نسبت بعض مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک محل کا نام ہے جو شداد بن عاد نے بنوایا تھا۔ مگر علامہ ابن خلدون نے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اور یہی معنے صحیح ہیں تفصیل کے لئے دیکھو مقدمہ ابن خلدون عاد بن ارم قوم ہود علیہ السلام کا بزرگ تھا +

ترجمہ۔ وہ آیات قرآنیہ کسی زمانہ (حال یا استقبال یا ماضی) کے ساتھ مقرون نہیں ہیں۔ مگر باایں ہمہ وہ ہم کو آخرت اور قوم عاد اور قبیلہ ارم سے اطلاع دیتی ہیں یعنی خود تو ان کے لئے زمانہ نہیں ہے۔ مگر زمانہ کے حالات سے اطلاع دیتی ہیں +

تشریح۔ یہ کلام گویا ایک گونہ اظہار تعجب پر مبنی ہے۔ کہ خود آیات قرآنیہ کی

زمانہ سے متعلق نہیں۔یعنی دیگر مخلوق کی طرح زمانی اور مخلوق نہیں ہیں۔کیونکہ وہ قدیم ہیں اور قدیم زمانہ کے آثار سے بری ہوتا ہے۔مگر وہ ازمنۂ ثلاثہ اور معاد کے حالات کو نہایت وضاحت سے بیان کرتی ہیں۔آیات ذیل میں غور کرو۔

(۱) اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۔

(۲) ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۔

(۳) اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۔

(۴) اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۔

قوم عاد کے متعلق پڑھو۔ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۔قوم عاد نے تمام شہروں پر جو عمان اور حضرموت کے درمیان تھے۔قبضہ کر لیا تھا۔یہ قبیلہ بت پرست تھا۔ہود علیہ السلام کو جو اس قبیلے سے تھے اُن کی ہدایت کے لئے خدائے تعالیٰ نے بھیجا۔مگر وہ ایمان نہ لائے۔بلکہ اُن کی سرکشی روز بروز بڑھتی گئی۔خدا تعالیٰ نے تین سال تک بارش بند کر دی۔آخر وہ بھوک سے مرنے لگے۔اِس زمانہ میں قاعدہ تھا۔کہ مسلمانوں یا کافروں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی۔تو بیت اللہ میں جا کر دعا مانگتے۔قوم عاد نے ستر آدمی اِس دعا کے لئے منتخب کئے۔اُن کے سردار قیل بن عتر نے کعبہ میں جا کر یوں دُعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عَادًا مَا كُنْتَ تَسْقِیْهِمْ ۔خدا تعالےٰ نے تین بادل پیدا کئے۔سفید۔سُرخ سیاہ قیل بن عتر کو آسمان سے پر ایک آواز سُنائی دی۔کہ اِن میں سے ایک بادل تم پر بھیجا جائیگا جس کو تم پسند کرو

قین نے سیاہ بادل اس خیال سے کہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پسند کیا۔ چنانچہ اُس بادل کی ایک کالی گھٹا اٹھی۔ جس کو دیکھ کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ بہت برسنے والی گھٹا آئی ہے۔ حالانکہ وہ تند ہوا تھی۔ جس نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ مگر ہود علیہ السلام اور اُن کے پیرو سلامت رہے۔

ایسا ہی آیات ارم کے حالات کو بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف سورۃ الفجر میں آیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ۔

تفصیل یہ ہے کہ عاد بن ارم کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام شدّاد دوسرے کا نام شدید تھا۔ یہ دونو ممالک دنیا پر مسلط ہو گئے۔ شدید مر گیا۔ اور شداد اکیلا سلطنت کا مالک رہ گیا۔ شداد نے بہشت کی تعریف کتابوں میں پڑھی تھی۔ اس وقت اُس کی عمر نو سو (۹۰۰) برس کی تھی۔ اُس نے اپنے وزرا کو حکم دیا۔ کہ وہ کسی دلکش خطہ میں ایک بہت وسیع باغ بنائیں۔ چنانچہ وزرا نے عدن کے پاس ایک قطعہ زمین انتخاب کیا۔ اور اس میں ایک عالیشان محل بنایا۔ اُس کی دیواروں پر سونے کے بیل بوٹے تھے۔ اور محرابوں میں لعل و جواہر ٹکے تھے۔ اُس کے ارد گرد بہت وسیع باغ بنایا۔ جس میں تمام دنیا کے عمدہ سے عمدہ درخت ثمردار لگائے گئے۔ اور پانی۔ دودھ۔ شہد کی نہریں اُس میں جاری تھیں۔ اور شداد کے سینکڑوں وزیر تھے۔ ہر ایک کا محل علیحدہ علیحدہ شایانِ شان تیار ہوا۔ اور اُن کے وسط میں بادشاہ کا محل تھا۔ جب یہ عمارت مکمل ہو گئی۔ تو شداد مع اپنے قبائل اور وزراء کے اُس کے دیکھنے کے لئے دارالسلطنت سے چلا۔ جب ایک منزل باقی تھی۔ تو اُن پر بجلی پڑی۔ سب کے سب فنا ہو گئے۔ اور محل کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

دل کی دل میں رہی بات نہ ہونے پائی	ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

(۹۴) دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ کُلَّ مُعْجِزَۃٍ
مِنَ النَّبِیِّیْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

برتر است ایں معجزہ بر معجزاتِ انبیا	معجزاتِ شاں نہ دائم باقی است ایں نہ دما

دَامَتْ صیغہ ماضی دوام ہمیشہ ہونا فاعل دامت ضمیر راجع بآیات ۔ لَدَیْنَا ۔ لدی نزد۔ پاس ۔ نا ضمیر جمع ۔ دراصل یہ لدن بمعنے نزدکے ۔ دوسری لغت ہے ۔ قرآن مجید کی سورۃ یوسف میں ہے ۔ وَاَلْفَیَا سَیِّدَہَا لَدَی الْبَابِ ۔ دامت لدینا یہ آیات ہمیشہ ہمارے پاس رہینگی ۔ ففاقت ۔ فاعلت کی ہے ۔ لدینا کی قید اس لئے لگائی ہے ۔ تاکہ مادام عند اللہ و مادام عند الانسان کا فرق ظاہر ہو ۔ جو چیز خدا کے پاس ہوتی ہے وہ لاانتہاہی زمانہ تک قائم رہتی ہے ۔ بلکہ زمانہ کے گزرنے یا آیندہ آنے کا اُس کی نسبت اطلاق بھی نہیں ہوتا ۔ بخلاف اس چیز کے جو انسان کے پاس ہے ۔ معجزہ وہ امر خرق عادت جو انبیاء علیہم السلام سے بطور ثبوت نبوت ظاہر ہوتا ہے ۔ جب کوئی اُن کی نبوت کا انکار کرے ۔ جاءت ولم تدم کی ضمیریں معجزہ کی طرف راجع ہے ۔

ترجمہ ۔ آیات قرآنیہ ہمیشہ کے لئے بطور زندہ معجزہ ہمارے پاس رہینگی ۔ سوا اس خصوصیت سے وہ کل معجزوں پر جو انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں فائق ہیں ۔ کیونکہ وہ معجزے صرف اسی وقت کے لئے تھے ۔ بعد میں صرف حکایات ہو گئے ۔

تشریح ۔ آیات قرآنیہ ایسا معجزہ ہیں ۔ جو ہر زمانہ میں قائم رہے گا ۔ اور کوئی شخص اس کلام مقدس کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکے گا ۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ توریت و انجیل بھی بدستور موجود ہیں۔ اور موجود رہینگی۔ تو پھر قرآن شریف کی خصوصیّت کس وجہ سے ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ توریت اور انجیل کے بعض آیات میں تغیّر و تبدل کیا گیا ہے اور اُن میں تحریف ہو چکی ہے۔ لیکن قرآن شریف اپنی اصلی حالت پر بلا تغییر و تحریف ہمیشہ کے لئے موجود رہیگا۔ اور عقل سلیم بھی یہی فتوےٰ دیتی ہے۔ کہ توریت و انجیل کے بعد جب آخری آسمانی کتاب (قرآن مجید) کا نازل ہونا مقدر تھا۔ تو یہ وصف اُن کتب سابقہ میں ہرگز نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ جس طرح نبی آخرالزمان صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اسی طرح کوئی اور کتاب بھی آسمان سے نہیں ہوگی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ایسی کتاب من کل الوجوہ مکمل اور جامع ہونی چاہیئے الحمدُ للہ کہ قرآن مجید ایسی ہی کتاب ہے۔ اور یہی کتاب اہل اسلام کے پاس بمنزلہ ایک مضبوط قلعہ کے ہے جس پر مخالفین کبھی غالب نہیں آسکیں گے۔ اور یہی اس کتاب کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

	(۹۵)
مُحکمٰتٌ فما یُبقین مِن شُبہٍ لِذی شِقاقٍ ولا یبغین مِن حکَمٍ	

محکم اند آیات قرآنی ز نقص و اختلاف	نے حکم خواہند کہ خود از شکوک و شبہ صاف

مُحکمٰتٌ بتشدید کاف مفتوح۔ جمع مُحکمہ محکمات خبر بعد خبر ہے۔ تحکیم سے مشتق ہے تحکیم کسی کو حکم کرنا۔ محکم بلا تشدید مضبوط۔ قوی۔ استوار مستحکم و متزلزل نہ ہونے والا اگر محکمات بالتشدید سے آیات محکمات بلا تشدید مراد لیجائیں۔ تو تشدید بضرورت شعری ہے

اور اہل اصول کی اصطلاح میں محکمات وہ آیات ہیں۔ جو اپنے معنوں پر بلا کسی شبہ و احتمال کے دلالت کریں۔ قرآن کریم کی آیات کو دس اقسام پر منقسم کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) بشیر۔ جن میں مژدہ دیا گیا ہو۔

(۲) نذیر۔ جن میں لوگوں کو ڈرایا گیا ہو۔

(۳) ناسخ۔ جو کسی پہلے حکم کو منسوخ کرے۔

(۴) منسوخ۔ جس کا عمل یا مفہوم بوجہ ناسخ بدل جائے۔

(۵) محکم۔ وہ آیت جس کے معنے صاف ہوں۔ اور دوسرے کسی معنے کا احتمال نہ ہو۔

(۶) متشابہ۔ جس کے معنے میں شبہ یا احتمال ہو۔

(۷) موعظت۔ جس میں نصیحت ہو۔

(۸) مثل۔ جس میں کوئی مثال بیان کی گئی ہو۔

(۹) حلال۔ جس میں حلال چیزوں کا ذکر ہو۔

(۱۰) حرام۔ جس میں حرام چیزوں کا ذکر ہو۔

فما یبقین فاء تفریع کے لئے۔ ما نافیہ۔ یبقین صیغہ جمع مؤنث۔ ابقاء باقی رکھنا۔ من زائدہ شبہۃ شک و ریب جمع شبہۃ۔ لذی ظرف مستقر صفت شبہ۔ شقاق خلاف کرنا۔ ذی شقاق مراد مخالف۔ لا یبغین صیغہ جمع مؤنث۔ بغیۃ تلاش کرنا۔ مراد محتاج ہونا۔ حکم منصف جو دو فریق کے درمیان فیصلہ کرے۔

ترجمہ۔ وہ آیات قرآنیہ امور متنازعہ فیہا کیلئے حَکَم بنائی گئی ہیں۔ جو نہ تو کسی مخالف کا شک باقی چھوڑتی ہیں۔ اور نہ اپنے فیصلوں میں کسی دوسرے حکم کی طالب ہیں۔

تشریح۔ امور شرعیہ کے انفصال میں خدا تعالے نے آیات قرآنیہ کو حکم بنایا ہے

ہر ایک امر کی نسبت قرآن مجید فیصلہ کرتا ہے۔ پس اس صورت میں آیات قرآنیہ کے احکام ناطق ہیں۔ اور ان میں مطلقاً شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ان سے حق کا اظہار ہوتا ہے اور حق کے بعد بجز باطل کے اور کیا رکھا ہے؟

(۹۷) مَا حُورِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ
اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْهَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

بد ترین دشمن شاں گر بمیداں تاختہ	باز آمد۔ از ندامت طرح صلح انداختہ

ما نافیہ۔ حُورِبَتْ صیغہ ماضی مجہول ضمیر راجع بطرف آیات۔ محاربہ باہم جنگ کرنا بطور استعارہ مراد مناظرہ ہے۔ قط ظرف زمان تاکید ماضی منفی کے لئے۔ عاد۔ العود لوٹنا۔ حَرَب بفتحتین غیظ و غضب بطور استعارہ جنگ سے مغلوب ہونے کو مغضوب علیہ مراد لیا گیا ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے۔ کہ حرب بسکون الراء المہملۃ اور محاربہ معنیً ایک ہی ہیں۔ اعدی الاعادی سخت ترین دشمنان فاعل عاد۔ الیہا ضمیر راجع آیات کی طرف۔ مُلقِی صیغہ اسم فاعل از القاء ڈالنا۔ اور ضمیر عاد سے حال ہے۔ سلم اطاعت و صلح۔ معنی ما حوربت قط الا عاد کے لفظی معنے یہ ہیں۔ کہ آیات کبھی جنگ نہیں کی گئیں۔ اور الا فائدہ حصر کا دیتا ہے۔ یعنی جب کبھی اُن کا مقابلہ ہوا۔ دشمن پس پا ہوا +

ترجمہ۔ جب کبھی ان آیات کا مقابلہ کیا گیا۔ تو انجام یہ ہوا۔ کہ سخت ترین دشمن نے بھی اپنی سلامتی کیلئے ہتھیار ڈال دئے۔ یہاں اطاعت سے بطور استعارہ ہتھیار ڈالنا مراد لیا گیا ہے۔

تشریح۔ آیات قرآنیہ کی شمشیر بلاغت کا لوہا دشمنوں نے بھی مان کر اُن کے سامنے صلح و اطاعت کی سپر ڈالی۔ اور اعتراف کیا کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہے +

(۹۷)

رَدَّتْ بَلَاغَتُہَا دَعْوٰی مُعَارِضِہَا
رَدَّ الْغَیُوْرِ یَدَ الْجَانِیْ عَنِ الْحُرَمِ

از بلاغت کرد دعوائے معارض منتشر د	چوں غیورے خانہ را دار دنگاہ از دست بار

رَدَّتْ صیغہ واحدہ مؤنث ۔ بلاغت اس کا فاعل ہے ۔ بلاغت کسی کا کمال کو پہنچنا ۔ اصطلاح میں کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا ۔ بشرطیکہ فصیح بھی ہو ۔ المعارضۃ مقابلہ کرنا ۔ معارض مخالف ۔ حریف ۔ غیور غیرت کنندہ ۔ ید ہاتھ ۔ ایدی جمع ۔ ایادی جمع الجمع ۔ جانی اسم فاعل از جنایت بمعنے گنہگار ۔ حُرَم جمع حُرمت مراد اس سے اہل محارم ہے یا حَرَم بفتحتین ہے ۔ اور ہاں ہر دو کا واحد ہے ؂

ترجمہ ۔ آیات قرآنیہ کی بلاغت نے مخالف کے دعوے کو اس طرح رد کیا جس طرح غیرت مند انسان کسی بدکردار کو اپنے حرم میں داخل ہونے سے روکتا ہے ؂

تشریح ۔ قرآن شریف کا معجزہ ہونا عقل ونقل سے ثابت ہے ۔ اور کسی ذی ہوش نے اس دعوے کی تکذیب نہیں کی ۔ ہر ایک نبی اللہ کو ایک خاص معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے ۔ جو اس نبی اللہ کے اہل زمانہ کے طبائع سے ایک خاص مناسبت رکھتا ہو ۔ مثلاً موسےٰ علیہ السلام اس زمانے میں مبعوث ہوئے ۔ جب سحر کا بہت چرچا تھا ۔ اس لئے آپ کو ساحروں کے مقابلہ میں عصا کا اژدہا بنا دکھانا عطا کیا گیا ۔ جس پر وہ لوگ مطیع ہوئے ۔ اور مسیح علیہ السلام ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جب کہ علم طب کا بڑا زور تھا ۔ اس لئے آپ کو مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کو چھونے سے تندرست کر دینے کا معجزہ عطا ہوا اسی طرح جناب پیغمبر علیہ السلام عرب میں ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے ۔ جب فصاحت بلاغت

کا بازار گرم تھا۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ فصاحت و بلاغت کے زور سے اپنے مخالفین پر غالب آنا چاہتا تھا۔ بادیہ نشین لوگ لفظ و معنی کی بناوٹ پر اس قدر زور دیتے تھے۔ کہ اُن کے ہاں بلاغت لفظ حکمت کا مترادف سمجھی گئی تھی۔ اور شہری لوگ نفاست تراکیب اور اسلوب بیان کو تشبیہ و استعارہ کے قالب میں ایسے طور پر ڈھالا کرتے تھے۔ کہ سامعین سُن کر دنگ رہ جاتے۔ بڑے بڑے فصیح و بلیغ خطیب جب سالانہ قومی مجالس میں کھڑے ہو جاتے۔ تو زور کلام سے اپنے دعوٰی کو منوا کر رہتے! اور بالمقابل حریف سے اُس کا جواب سُنتے۔ پھر ہر دو مُجتہ کے لئے حکم مُقرر ہوتے۔ جو راجح اور مرجوح کا فیصلہ دیتے۔ جس شخص نے اہل عرب کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ اس قسم کے سینکڑوں مشاعرے اور مجالس کتب تاریخ میں مندرج ہیں۔ ہم بطور نظائر چند ایک مفید مشاعروں کا ذکر کرتے۔ مگر افسوس کہ اس مختصر میں اس قدر گنجائش نہیں! الغرض صرف قرآن مجید ہی کے آیات بینات تھے جنہوں نے ان دریدہ دہنوں کا مُنہ بند کر دیا۔ اور باوجود مخالفت کے اُنہوں نے بجز اِس کے چارہ نہ دیکھا کہ وہ اس کے طاقت بشری سے خارج ہونے کا اقرار کرتے۔

ولید ابن مغیرہ نے جو اپنے زمانہ کا مشہور فصیح و بلیغ تھا جس وقت حضور علیہ السلام کی زبان مُبارک سے آیہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ سُنی۔ تو بلا اختیار پکار اُٹھا۔ کہ بخدا اس کلام کا ظاہر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے اور اس کا باطن معنے خیز ہے اور بوجہ حلاوت تلاوت کے تمام اقسام کلام سے نرالا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ عرصہ تئیس سال تک لگاتار ان لوگوں سے معارضہ کی استدعا کی جاتی رہی۔ اور فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے زبردست تحدی ہوتی رہی۔ مگر انہیں بجز ندامت اور خسارت کے کچھ حاصل

نہ ہوا۔ اور نضر بن حارث جیسے بیباک نے عاجز آکر اگر کچھ کہا تو یہ کہ ولو نشاء لقلنا مثل

ھٰذا یعنی اگر ہم چاہتے تو ایسا کلام کہدیتے۔ مگر اس سخن کی حقیقت خود معلوم ہے

کیونکہ محض رفع خجالت کے طور پر دفع الوقتی کی گئی ہے۔ لیکن اس پر بھی اللہ تعالٰے

کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ انہیں سنادو۔ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا

بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ یعنی اگر تمام

انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن کا مثل لانا چاہیں تو ہرگز کامیاب نہیں ہونگے۔

اگرچہ باہم ایک دوسرے کی مدد بھی کریں؛ مختصر یہ کہ جب زمانہ نبوت میں بڑے بڑے

فصحا اور بلغا اس کے مقابلہ سے عاجز آگئے۔ تو بعد میں جب وہ آثار ہی مفقود ہوگئے

کون مقابلہ کریگا؟ مذاہب باطلہ کے مباحثہ کے وقت اا دفعہ پڑھ کر جاتا خصم کو مغلوب کرنے تام

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِیْ مَدَدٍ وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِی الْحُسْنِ وَالْقِیَمِ	(۹۸)

معنئے شاں موج دریا در مدد با ہمدگر	آب و تاب قیمت شاں از گہر شد بیشتر

لَهَا ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ معان جمع معنی۔ کَ تشبیہ۔ موج دریا کی

ٹھاٹھ۔ مدد یاری۔ واو عطف۔ فوق اوپر۔ جوھر معرب گوہر۔ موتی جو دریا سے نکلتے

ہیں۔ ہ کی ضمیر طرف بحر کے ہے۔ حسن خوبصورتی۔ قیم جمع قیمت ؛

ترجمہ۔ آیاتِ قرآنیہ کئی ایک معانی پر مشتمل ہیں۔ جو موج دریا کی طرح ایک دوسرے

کے مؤید ہیں۔ اور وہ خوبصورتی اور قیمت میں گوہر دریا سے کہیں بڑھ کر ہیں ؛

تشریح۔ جس طرح دریا کی ایک موج باہم دوسری موج کی مدد کرتی ہے۔ اسی طرح

ایک آیت دوسری کی مُمد ہے۔ اور اس کے مضمون کو ثابت کرتی ہے ۔

(۹۹) فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا
وَلَا تُسَامُ عَلَى الْاِكْثَارِ بِالسَّأَمِ

ہست در قرآں عجائب کا نحصار آں محال	بیشتر چندانکہ خوانی بر لبت نا ید ملال

فا نتیجہ کے لئے ہے۔ ماتعد مضارع مجہول منفی۔ العد شمار کرنا۔ واو عاطفہ۔ لا تحصٰی صیغہ مضارع مجہول منفی۔ الاحصاء جمع کرنا۔ عد اور احصاء میں یہ فرق ہے کہ عد ایک ایک چیز کے گننے کو کہتے ہیں۔ اور احصا بلا شمار اندازہ لگانا۔ عجائب جمع عجیبہ۔ ہر ایک ایسے امر کو کہتے ہیں۔ جو موجب حیرت ہو۔ ھا ضمیر بطرف آیات۔ لا تُسامُ صیغہ نفی مضارع مجہول مُشتق ہے سوم بمعنی خریدنا سے یعنی لا تشتری بالمال یا اس کے معنے ہیں لا تترک۔ محاورہ ہے۔ سامت السائمۃ اذا ترکت علیٰ حالھا۔ میں نے چرنے والے جانور کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ السام ملول ہونا۔ لفظی معنے یہ ہیں کہ باوجود کثرت تلاوت کے وہ آیات ملال طبع کے ساتھ خریدی نہیں جاتیں۔ علیٰ بمعنے مع۔ اِکثار کسی کلام کا کثرت سے کرنا۔ یعنی اگر قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کی جائے۔ تو تنگ دلی اور ملال نہیں آتا ۔

ترجمہ۔ آیاتِ قرآنیہ کے عجائبات نہ گنے جا سکتے ہیں۔ اور نہ جمع کئے جا سکتے ہیں اور باوجود کثرت تلاوت کے اُن سے ملال دامنگیر نہیں ہوتا ۔

تشریح۔ کلام الٰہی کا خاصہ ہے کہ جس قدر کثرت تلاوت ہو اُسی قدر رغبت اور لذت زیادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر کسی کلام کی بار بار تکرار کی جائے۔ اُس سے دل اُکتا جاتا ہے۔

مگر یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ کہ جس قدر پڑھا جائے۔ اسی قدر دل کو حظ حاصل ہوتا ہے۔
در اصل یہ مضمون ایک حدیث شریف سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس کو ترمذی وغیرہ محدثین نے
روایت کیا ہے۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ ان ھذا القرآن لا یخلق علی کثرۃ الترداد
ولا تنقضی عجائبہ۔ یا یہ معنے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں جس قدر تدبر و تفکر کیا جائے۔ نئی نئے
نکات معلوم ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے اس میں زیادہ تدبر و تفکر سے دل نہیں اکتاتا۔

(۱۰۰)

قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيهَا فَقُلْتُ لَهُ
لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

چشم قاری شد خنک زینہا و دل شد مستنیر	گفتمش پنجہ بحبل اللہ زدی محکم بگیر

قَرَّتْ صیغہ واحد غائب ماضی۔ عین اس کا فاعل۔ ھا کی ضمیر آیات کی طرف ہے۔
القرۃ آنکھ کی ٹھنڈک۔ قاری پڑھنے والا۔ فقلتُ۔ فاء فصیحیہ جزائے شرط محذوف۔ ای
اذا قرت عین القاری بقرأتہا۔ فقلت لہٗ جب قاری کی آنکھ اس کے پڑھنے سے
ٹھنڈی ہو گئی۔ تو میں نے اس کو کہا۔ قُلْتُ صیغہ واحد متکلم۔ لَقَدْ میں لام تمہید قسم کے لئے
ہے۔ ای واللہ لقد ظفرتَ۔ خدا کی قسم ہے تو کامیاب ہوا۔ ظفرتَ صیغہ ماضی واحد
مخاطب مذکر۔ ظفر کسی چیز پر کامیاب ہونا۔ باء جار صلہ ظفرت حبل اللہ مجرور۔ خدا
کی رسی۔ مراد خدا تعالے کا کلام۔ فَاعْتَصِمِ فاء فصیحیہ۔ اذا وجدت حبل اللہ
فاعتصم بہ جب تجھے خدا کی رسی مل گئی۔ تو اسے پکڑ رکھ۔ اِعْتِصام کسی چیز سے
چنگل مارنا۔ من اعتصم باللہ فقد نجا۔
ترجمہ۔ جب پڑھنے والے کی آنکھ ان آیات شریفہ سے ٹھنڈی ہوئی۔ تو میں نے

اُس سے کہا کہ بیشک تو خدا تعالےٰ کے حبل متین پر ظفریاب ہو گیا۔ تو اسے مضبوط پکڑے ؀

تشریح۔ شاعر ایک وصف لازم بطور ایک واقعہ کے بیان کرتا ہے۔ حالانکہ کوئی معین قاری اُس کے سامنے موجود نہیں۔ یہ اسلوب بیان نہایت موثر ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تدبر سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور تصفیۂ قلب اُس کا وصف لازم ہے۔ اِس لئے ہر ایک ایماندار کو چاہیئے کہ تلاوت قرآن مجید پر مداومت کرے تاکہ ہر روز اُس کا قلب روزمرہ کی کدورت سے صاف ہوتا رہے ؀

(۱۰۱)	اِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِّنْ حَرِّ نَارِ لَظًى اَطْفَأْتَ حَرَّ لَظًى مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ	

سرد گردد آتش دوزخ ز آب وردِ شاں	گر ہمے خوانی ز خوفِ دوزخ آتش نشاں

اِنْ شرطیہ جازمہ۔ تَتْلُ صیغہ واحد مخاطب از تلا یتلو تلاوۃً۔ تَتْلُ در اصل تَتْلُوا تھا۔ اِنْ جازم کے آنے سے واو گر گئی۔ خِیفَۃٌ خوف۔ مِنْ متعلق خیفہ۔ حَر گرمی مجرور۔ لَظًی دوزخ۔ یا دوزخ کے طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے۔ اَطْفَأْتَ ماضی مخاطب مذکر ضمیر اَنْتَ اِس میں فاعل ہے۔ اِطْفاءُ آگ کا سرد کرنا۔ بُجھانا مِنْ سببیہ ہے جس کو اجلیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ای من اجلها۔ وِرْد روزمرہ کا وظیفہ۔ پانی پر پہنچنا۔ گھاٹ۔ یا مصدر بمعنے مفعول ہے المورود مراد پانی۔ ھا کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ شَبِم بفتحہ شین معجمہ وکسر بائے موحدہ سرد۔ ورد کی صفت ہے۔ تکرار آیات بھی سرد پانی کی طرح دل کو تسکین دینے والی ہے ؀

ترجمہ۔ اگر تو آتش دوزخ کے خوف کے لئے ان آیات کا وظیفہ کرے۔ تو

آتش دوزخ کو اُن کے سرد پانی سے بجھا دیگا ۔

تشریح ۔ تو اگر آیات کی تلاوت اس غرض سے کرے ۔ کہ آتش دوزخ سے امان پائے ۔ تو بیشک اُس کی برکت سے تو دوزخ سے نجات پائے گا ۔ یہ شعر ہر ایک تپ کے لئے مفید ہے خصوصاً تپ محرقہ کے لئے ۔

كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوهُ بِهِ
مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاءُوهُ كَالْحُمَمِ (۱۰۲)

گویا حوض اند کردہ عاصیاں را سفید	گرچہ بودند ہمچو انگشت سیاہ و نا امید

كَأَنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ ضمیر راجع آیات کی طرف ۔ حوض مراد کوثر ۔ تبیض صیغہ مضارع معلوم واحدہ مؤنث غائبہ ۔ ابیضاض روشن ہونا ۔ سفید ہونا ۔ وجوہ جمع وجہ چہرہ ۔ بہ کی ضمیر راجع بطرف حوض ہے ۔ مِنْ بیان عُصَاة جمع عاصی گنہگار ۔ و حالیہ قد فعل پر داخل ہوتا ہے تحقیق کے معنی دیتا ہے ۔ جاؤا صیغہ جمع مذکر غائب معلوم فعل ماضی مجیئی و مجیئۃ سے ۔ جاؤہ میں ضمیر مفعول حوض کی طرف راجع ہے ۔ ک مثلیہ ۔ الحمم جمع حُمَمَۃٌ کنتھمۃ ۔ کوئلہ ۔ فحم اور حُمَمہ میں یہ فرق ہے ۔ کہ فحم وہ کوئلہ ہے جو لکڑی جلنے کے بعد باقی رہ جائے ۔ اور حمم وہ ہے ۔ جو فحم کے جلنے کے بعد باقی رہ جائے ۔

ترجمہ ۔ گویا آیات قرآنیہ حوض کوثر ہیں جس سے قیامت کو گنہگاروں کے چہرے منور ہو جائینگے ۔ حالانکہ حوض پر آنے سے پہلے وہ کوئلوں کی طرح سیاہ ہونگے ۔

تشریح ۔ جس طرح نہر حیات میں قیامت کے دن گنہگار لوگ غسل کرنے سے منور ہو جائینگے ۔ اسی طرح آیات قرآنیہ کی برکت سے دنیا میں سیاہ دل منور ہو جاتے ہیں ۔ قیامت

کے دن مومنوں کو اُن کے گناہ کی سزا دی جائیگی۔ اور ایک معین مدت تک دوزخ میں رہینگے اور آتشِ دوزخ سے سیاہ ہو جائینگے۔ جب اُن کو نجات ہوگی۔ تو وہ نہرِ حیات پر لائے جائینگے۔ تب غسل کرنے کے بعد سفید اور براق ہو جائینگے۔ یہ مضمون حدیث صحیح میں وارد ہو چکا ہے ؁

(۱۰۳) وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيزَانِ مَعْدِلَةً
فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

چوں صراط و ہمچو میزاں از عدالت حکمِ آں	جز ازیشاں معدلت قائم نباشد در جہاں

کالصراط وکالمیزان میں ہر دو کاف تشبیہ۔ صراط راستہ۔ مراد وہ پُل جو جنت کی راہ میں جہنم پر تلوار سے تیز اور بال سے باریک تر ہے۔ میزان وہ ترازو جس سے عمل تولے جائینگے۔ معدلت مصدر میمی عدالت۔ ترکیب نحوی کی رُو سے تمیز ہے۔ فالقسط کی فا تفریع کے لئے ہے۔ قسط بمعنے عدل و ظلم۔ لیکن جب عدل کے معنوں میں ہو۔ تو نصر ینصر کے باب سے آتا ہے۔ اور جب بمعنی ظلم ہو۔ تو باب جلس یجلس سے ہوگا۔ اس جگہ قسط بمعنے عدل ہے۔ من غیرھا۔ مِن جار۔ غیر مجرور متعلق لم یقم۔ ھا ضمیر راجع بطرف آیات۔ ناس اسم للبشر یا تو انس سے ماخوذ ہے یا مقلوب نسی ہے۔ لم یقم صیغہ جحد معلوم۔ قیام قائم ہونا ؁

ترجمہ۔ آیات قرآنیہ معدلت میں صراط اور میزان کی مانند ہیں نتیجہ یہ ہے کہ بجز آیات قرآنیہ کے دنیا میں عدل قائم نہیں رہ سکتا ؁

تشریح۔ جس طرح صراط اور میزان سے حق و باطل کا امتیاز ہو جائیگا۔ اسی طرح

آیات قرآنیہ کے حق و باطل میں امتیاز قائم ہو جاتا ہے۔ پس اس اعتبار سے حقیقی عدالت بجز آیات کے جہان میں قائم نہیں رہ سکتی۔ سنت اور اجماع امت اور قیاس فقہی اس کے تابع ہیں ٭

(۱۰۴)	لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَّاحَ یُنْكِرُهَا تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَیْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

می کند انکار ہر گز این تعجب زاں مدار	از تجاہل گر حسودِ عاقل غفلت شعار

لَا تَعْجَبَنْ۔ نہی حاضر مؤکد بہ نون مخففہ۔ اے لا یکن لک عجب۔ تیرے لئے عجب نہ ہو۔ لِ جار حَسُوْدٍ بروزن فعول واحد حسد کرنے والا" مجرور۔ رَاحَ فعل ناقص بمعنی صار۔ ضمیر راجع بہ حاسد اسم۔ ینکرھا۔ ینکر صیغہ مضارع واحد غائب۔ ینکر میں ضمیر فاعل حسود کی طرف راجع ہے۔ جس میں حاسد مفرد مفہوم ہے۔ اور ھا ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ تَجَاهُل مصدر با وجود واقفیت کے اپنے آپ کو ناواقف ظاہر کرنا۔ وَهُوَ واو حالیہ۔ ھُوَ کی ضمیر راجع طرف حسود کے ہے۔ عین ذات نفس۔ عین اور حاذق ایک ہی چیز ہے۔ حاذق دانا۔ ماہر۔ فَهِم ذہین۔ ذکی ٭

ترجمہ۔ حاسد پر اس وجہ سے کہ وہ پورا ذہین اور فہیم ہے۔ اور پھر یہ دانستہ آیات قرآنیہ سے کیوں انکار کرتا ہے؟ تعجب مت کر ٭

تشریح۔ حاسد جو ماہر اور ذہین ہے۔ اور آیات سے انکار کرتا ہے۔ یہ نہ خیال کر کہ وہ ان کو نہیں سمجھا۔ اور بے سمجھی سے انکار کرتا ہے۔ بلکہ وہ عناد اور حسد کی وجہ سے انکار کرتا ہے ٭

(۱۰۵)

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ
وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمٍ

گہ زِ بیماری نہ بیند چشم نورِ آفتاب	گہ دہاں از تپ بیابد تلخ شیریں آب

قَدْ تقلیل کے لئے ہے۔ تُنْکِرُ صیغہ واحد مؤنث مضارع معلوم۔ اَنکار بُرا سمجھنا اور منکر ہونا۔ عَیْن آنکھ۔ ضَوْء روشنی۔ شَمْس سورج۔ رَمَد درد چشم و آشوب وغیرہ۔ واو عاطفہ۔ یُنْکِر واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم اِنکار سے مشتق۔ فَم حلقہ دہان ضرورۃً مشدد پڑھا گیا۔ طَعْم لذت۔ مَاء پانی۔ مِنْ سببیہ۔ سَقَم بیماری ؎

ترجمہ۔ کیونکہ آنکھ کبھی آشوب کی وجہ سے سورج کی روشنی کو بُرا سمجھتی ہے۔ اور کبھی مُنہ کی بیماری کے باعث پانی کا مزہ اچھا نہیں معلوم ہوتا ؎

تشریح۔ اِسی طرح منکرین آیات کا حال ہے۔ وہ بیمار ہیں اور اُن کی آنکھ آشوب زدہ ہے اِس لئے آیات قرآنیہ جو بمنزلہ آبِ شیریں اور روشنی آفتاب کے ہیں انہیں کڑوی اور بُری معلوم ہوتی ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اَلْفَصْلُ السَّابِعُ فِيْ مِعْرَاجِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

(۱۰۷) یَا خَیْرَ مَنْ یَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَہٗ
سَعْیًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَیْنُقِ الرُّسُمِ

اے مہین آن رگانے کہ بر درگاہ شاں	اہل حاجت چہ پیادہ چہ سوار آید داں

یَا در اصل ندائے بعید کے لئے آتا ہے۔ اور بعض وقت ندائے قریب کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اور کبھی تنبیہ کے لئے آتا ہے۔ جب منادٰی سے کوئی غفلت یا جہالت واقع ہو۔ کبھی اس امر کی اطلاع کے لئے۔ کہ مقصود مہتم بالشان امر ہے یا عظیم الشان ہستی ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ہستی عظیم الشان ہستی ہے اس لئے کہتا ہے۔ کہ اے عظیم الشان حضور انور علیہ السّلام! آپ کی وہ ذات ہے۔ جس کے آستان کو زائرین بوسہ دیتے ہیں۔ پس اس جگہ یا یا تو بعید کے معنے ہیں۔ یا اظہار اس امر کا کہ منادٰے مہتم بالشان ہے۔ خَیر اسم تفضیل بمعنے بہترین۔ مَنْ بمعنے اَلَّذِیْ اسم موصول ہے۔ یا مَنْ عمومیہ ہے۔ یَمَّمَ صیغہ ماضی بمعنی قَصَدَ۔ عافون جمع عافی۔ سائل۔ فاعل یَمَّمَ۔ ساحت صحن خانہ۔ سَاحَتَہٗ ضمیر مضاف الیہ حضور علیہ السّلام کی طرف راجع ہے۔ سعی منصوب حال ہے عافون کا۔ دوڑنا۔ وَفَوْقَ واو عاطفہ۔ فوق ظرف بمعنے بالا۔ یہ متعلق ہے راکبین محذوف کے۔ مُتُوْن جمع متن۔ پیٹھ۔ اَیْنُق جمع ناقہ اونٹنی۔ بتقدیم الیاء التحتانیۃ علی النون۔ مقلوب اَنْیُق بتقدیم النون علی الیاء۔ اصل میں انوق تھا۔ عمل قلب سے واو کو نون سے پہلے رکھا گیا۔ اونق ہوگیا۔ اور واو کو یاء سے تخفیف کے لئے بدلا گیا۔ رسم جمع رسوم اُس اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جس کی تیز رفتاری سے زمین پر نمایاں طور پر سراغ پایا جائے۔

ترجمہ:۔ اے تمام مقدسین کے اعلیٰ و افضل جن کی درگاہ کے سائلین۔ پیادہ

دوڑتے ہوئے اور تیز گام اونٹنیوں پر سوار ہو کر قصد کرتے ہیں ۔

اے ان تمام اہل جود و کرم سے اعلےٰ و افضل جن کی بارگاہ میں اہل حاجت پیادہ اور تیز رفتار اونٹوں پر دوڑے چلے آتے ہیں !

تشریح ۔ پہلے مادح علیہ الرحمۃ نے آیات قرآنیہ اور اُن کے کمالات کا ذکر کیا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی طرف گریز کیا ۔ جو مادح علیہ الرحمۃ کے کمال شوق و اضطراب قلب پر دلالت کرتا ہے ۔

(۱۰۷)	وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمٍ

اوست بہر چشم عبرت آیت عالی نشاں	اوست بہر قلب فطر نعمت دو جہاں

وَمَنْ واو عاطفہ عطف ہے خیر پر ۔ مَنْ موصولہ ۔ ھُوَ ضمیر واحد غائب مذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے ۔ اس کو حصر کے لئے لایا گیا ہے ۔ الاٰیۃ الکبریٰ نشان عظیم ۔ لمعتبر لام تخصیص کے لئے ۔ معتبر بضم میم و کسر بائے موحدہ اسم فاعل از اعتبار بمعنے نصیحت حاصل کرنا ۔ یعنی عبرت حاصل کرنے والا ۔ مراد حق و باطل میں تمیز کرنے والا ۔ النعمۃ العظمیٰ نعمت بزرگ ۔ لمغتنم لام تخصیص کے لئے جار مغتنم غنیمت سمجھنے والا مجرور اس مصراع کا عطف پہلے مصراع پر ہے ۔ یعنی ۔

یامن ھو الاٰیۃ الکبریٰ لمعتبر ویامن ھو النعمۃ العظمیٰ لمغتنم

ترجمہ ۔ اے وہ ذات اقدس ! جو عبرت گیر کے لئے نشان عظیم ہیں ۔ اور اے وہ وجود مقدس ! جو غنیمت سمجھنے والے (یعنی جو سائل تھوڑی چیز کے مل جانے کو غنیمت سمجھتا

ہے) کے لئے ایک بڑی نعمت ہیں ۔

تشریح ۔ جو شخص عقل رکھتا ہے اور غور سے دیکھتا ہے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود اُس کے لئے ہدایت کا نشانِ عظیم ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ایک نعمتِ عظمے ہے ۔ جو گم گشتگان وادی ضلالت کے لئے بمنزلہ شمع کے ہے کیونکہ حضورؐ کے معجزات و اخلاق حسنہ پر غور کرنے کے بعد کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا ۔

ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کے وجود مبارک کو نعمتِ عظمے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حضور رحمۃ للعلمین (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں ۔ اور ہر ایک قسم کی ظاہری اور باطنی نعمتیں وجود مقدس سے وابستہ ہیں پس جس چیز پر تمام نعمتوں کا انحصار ہو ۔ اُس سے بڑھ کر اور کونسی ہو سکتی ہے ۔ اہل باطن کہتے ہیں کہ نعمت کی چھ صورتیں ہیں نعمۃ النفس ۔ جس سے طاعت و احسان مراد ہے ۔ نعمۃ القلب ۔ جس سے یقین و ایمان مراد ہے ۔ نعمۃ الروح ۔ جس سے خوف و رجا ۔ نعمۃ العقل ۔ جس سے حکمت و ایمان ۔ نعمۃ المعرفت ۔ جس سے ذکر اور قرآن ۔ نعمۃ المحبۃ ۔ جس سے اُلفت و مواصلت مراد ہے ۔ درحقیقت یہ مراتب وہ مقامات عالیہ ہیں جو اولیاء اللہ کو کمال اتباع جنابؐ (فداہ اُمّی وابی) سے حاصل ہوتے ہیں ۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود باجود کو تمام نِعَم الٰہیہ کا منبع سمجھنا چاہیئے ۔

(۱۰۸)	سَرَیۡتَ مِنۡ حَرَمٍ لَیۡلًا اِلٰی حَرَمٍ کَمَا سَرَی الۡبَدۡرُ فِیۡ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

سیر کردی از حرم سوئے حرم در نیم شب	در شب تاریک چوں سیر قمر فی عجب

یہ شعر جواب ندا ہے ۔ پہلے دو اشعار کا قل یا خیر من الخ دوسرے ومن ھو آیۃ الکبریٰ الخ

سَرٰی ماضی مخاطب واحد مذکر حضور علیہ السلام کی طرف خطاب ہے۔ سریٰ مثل اَسریٰ ہے سُریٰ رات میں سفر کرنا۔ مِنَ ابتدائیہ۔ حرم مکہ معظمہ اِلیٰ انتہا ہے غایت کے لئے حرم ثانی سے مراد مسجد اقصےٰ ہے۔ لیلاً ظرف ہے۔ کما کاف تشبیہ ما زائدہ۔ سریٰ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم مثبت ثلاثی مجرد ناقص یائی از باب ضَرَبَ یَضرِبُ۔ بدر ماہ چہاردہم چاند۔ فی ظرفیہ۔ داجٍ اصل میں داجی تھا تعلیل سے مثل قاضٍ داجٍ ہوگیا۔ مشتق دَجُوٌّ سے۔ یہ صفت ہے موصوف محذوف کی۔ ای لیلٌ داجٍ۔ شب تاریک من الظلم۔ مِنَ بیانیہ۔ ظُلَم جمع ظلمت تاریکی ؎

ترجمہ آپ رات کو حرم مکہ سے حرم مسجد اقصےٰ تک اس طرح تشریف لے گئے جیسے چاند رات کو تاریکی شب میں چلتا ہے ؎

تشریح - جس طرح چاند کی روشنی سیاہ رات میں پھیل جاتی ہے اور بھلی معلوم ہوتی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کے انوار تاباں سے شب معراج میں آفاق عالم روشن ہوگئے یا تشبیہ یوں ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکہ معظمہ سے مسجد اقصےٰ تک جانا اس طرح تھا۔ جس طرح چاند ایک بادل سے نکل کر دوسرے بادل میں جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک حضور علیہ السلام دولت خانہ حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب سے پہلے مسجد اقصےٰ تک تشریف لے گئے۔ بعد ازاں عرش اعظم پر رونق افروز ہوئے۔ حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے لئے جبرئیل علیہ السلام براق لایا۔ جو سفید رنگ اور قد میں گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔ اور ایسا تیز رَو تھا۔ کہ انتہائے نظر پر اُس کا قدم جا پڑتا تھا۔ حتیٰ کہ مَیں بیت المقدس پہنچا۔ اور حرم کے باہر سواری کو باندھ دیا۔ اور مسجد کے اندر دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد فراغت نماز ملائکہ و انبیاء علیہم السلام ارواح طیبہ سے ملاقات کی۔ سب نے درود پڑھا اور باہر تشریف

لائے حضرت جبریل علیہ السلام نے دو پیالہ ایک دودھ اور ایک شراب طہور کا پیش کیا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لیا۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا۔ دودھ کا پیالہ لینا دلالت کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت یعنی دین حق کو پالیا۔ مکہ معظمہ اور مسجد اقصےٰ شریف کے مابین چالیس دن کا راستہ ہے۔ علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ معراج شریف مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک بجسد عنصری تھی۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور اس سے آگے علما میں اختلاف ہے۔ اس لئے جسدِ عنصری سے معراج ہونے کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اختلاف روایات کی وجہ سے ہر ایک فرقہ اپنے اپنے استدلال کو اپنے مسلّمہ روایات پر مبنی کرتا ہے ؏

وَبِتَّ تَرْقیٰ اِلیٰ اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَۃً مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمٖ	(۱۰۹)

رفتہ رفتہ در گزشتی اندر آں شب بر تری	تا مقامِ قاب قوسینے کہ ناید در گماں

واو عاطفہ اس کا عطف سَرَیتَ پر ہے۔ بِتَّ صیغہ ماضی۔ بیتوتۃ رات بسر کرنا فعل ناقص ہے۔ تَرْقیٰ صیغہ مضارع مخاطب یعنی تصعد آپ اوپر چڑھے۔ رقی بلند جانا۔ الی واسطے انتہائے غایت کے ہے۔ اِلیٰ ان نلت جار مجرور متعلق ترقی۔ ان مصدریہ۔ نلت فعل ماضی مخاطب۔ آپ نے پالیا۔ نَیْل حاصل کرنا کسی چیز کا پانا۔ منزلۃ مقام مرتبہ مِنْ بیان منزلۃ۔ قَابَ مقدار دو گوشہ کمان۔ قوسین تثنیہ قوس۔ کمان۔ قاب قوسین سے غایت قرب مراد ہے۔ اور لفظی معنے یہ ہیں۔ دو کمان کا گوشہ۔ لیکن دراصل قابی قوس ہیں بمعنے دو گوشہ کمان تھا۔ جو تبدیل ہو کر محاورہ عرب میں قاب قوسین ہو گیا قرآن شریف میں آیا ہے۔ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ ؏

بایہ کہ عرب میں قاعدہ تھا۔ کہ جب دو امیر یا دو بادشاہ باہم صلح اور صفائی کرنا چاہتے تھے۔ تو دونوا اپنی اپنی کمانیں لے کر ان کی دونو طرفیں ملا دیتے تھے۔ اور یہ ان کے ہاں صلح کی علامت ہوتی تھی۔ لم تدرك نہیں پائی گئی صیغہ جحد مجہول۔ ضمیر راجع منزلہ کی طرف۔ ادراك پانا۔ لم ترم مجہول ضمیر منزلہ کی طرف راجع ہے۔ نہیں طلب کی گئی۔ رام وم طلب کرنا۔

ترجمہ: اور آپؐ رات چڑھتے چڑھتے منزل قاب قوسین پر پہنچے۔ یعنی آپؐ اور خدا تعالٰے کے درمیان میں دو گوشۂ کمان کا فرق تھا۔ یہ منزل ایسی ہے جو نہ قبل ازیں حاصل کی گئی۔ اور نہ طلب کی گئی۔ یعنی اس سے پہلے نہ کبھی کوئی یہاں تک پہنچا۔ اور نہ اُس کا طلب گار رہؤا۔

صیغہ مجہول لانے میں مبالغہ ہے۔ یعنی یہ منزل اس قدر بلند و اعلٰے ہے کہ بجائے اس کے کہ کوئی یہاں پہنچنے کی خواہش کرے اِس کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا۔ ادراک و تصور ہمیشہ طلب سے پہلے ہوتا ہے۔

تشریح: واضح ہو کہ دو گوشۂ کمان کے فاصلہ سے غایت قرب مراد ہے۔ چونکہ کلام الٰہی محاورۂ عرب پر نازل ہؤا ہے۔ اِس لئے محض بغرض تفہیم اس لفظ کا استعمال کیا گیا۔ ورنہ قرب مکانی مقصود نہیں۔ بلکہ قرب منزلت اور قرب محبت مراد ہے۔ جس پر کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ذالك فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

(۱۱۰)

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاۤءِ بِهَا
وَالرُّسْلُ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

ہمچو مخدومے کہ باشد خادماں را پیشوا	پیشوایت کردہ اند آنجا رُسل ہم انبیا

واؤ عاطفہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ قدمتک۔ قدمت ماضی واحد مؤنث۔ کاف خطاب۔ یہ متعدی بھی اور لازم بھی ہے۔ یہاں متعدی ہے۔ یعنی تمام پیغمبروں (علیہم السلام) نے آپ ﷺ کو اپنا امام بنایا۔ اور خود مقتدی ہوئے۔ تقدیم آگے بڑھانا۔ مراد پیشوا بنانا۔ انبیا جمع نبی۔ پیغمبر۔ بھا میں با بمعنے فی! اور ھا کی ضمیر مؤنث مجرور راجع مسجد اقصٰے "بنادیل لقبعہ" کی طرف ہے۔ رسل جمع رسول۔ ضرورت شعری کیلئے رسل کے سین مضموم کو ساکن کیا گیا۔ تقدیم مخدوم سردار۔ آقا کا آگے کرنا۔ علیٰ اوپر۔ خدم جمع خادم۔ نوکر۔ اس شعر کا عطف شعر ماسبق پر ہے۔ حضور علیہ السلام کو بیت المقدس میں جہاں تمام انبیاءؑ جمع تھے۔ اپنا امام مقرر کیا۔ اور نماز پڑھی۔ حدیث کا اقتباس ہے ؛

ترجمہ:۔ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے وہاں حضور علیہ السلام کو اپنا پیشوا بنایا جس طرح آقا اپنے خادموں کا پیشوا بنایا جاتا ہے ؛

تشریح:۔ چونکہ حضور علیہ السلام باعتبار فضائل و کمالات تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے! اس لئے آپ ہی شایان امامت تھے! اور آپ کی امامت معمولی نہ تھی بلکہ اس نسبت کی امامت تھی جو آقا اور ملازم کے درمیان ہوتی ہے ؛

(۱۱۱)

وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِيْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

اندر آں لشکر کہ بودی قائد و صاحب علم	طے نمودی منزل ہفت آسماں با حشم

واؤ یا عاطفہ ہے یا حالیہ۔ تخترق کا عطف سہ ہیت پر۔ آنت اسم ضمیر واحد مذکر

مخاطب کے لئے! اور انت کا مقدم لانا باعتبار فصاحت خصوصیت رکھتا ہے۔ یعنی آپؐ ہی تو تھے جنہوں نے سات آسمانوں کو طے کیا۔ تخترق صیغہ واحد مخاطب مذکر فعل مضارع معلوم۔ خرق۔ تخریق دریدن۔ متعدی بیک مفعول۔ اِخْتِرَاق۔ تَخَرُّق۔ اِخْرِیْرَاق کے معنے دریدن (پھاڑنا) ہے۔ نیز خرق کے معنے بریدن مسافت کے بھی آتے ہیں۔ اس شعر میں یہی مراد ہیں۔ محاورہ ہے۔ اِخْتَرَقَ الطَّرِیْق اس نے راستے کو قطع کیا۔ پس تخترق کے معنے تقطع ہوگا۔ یہاں بجائے صیغہ ماضی کے مضارع لایا گیا۔ حالانکہ معراج کا واقعہ زمانہ ماضی میں ہوا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ واقعہ اگرچہ گزشتہ ہے۔ مگر اب بھی وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ السبع سات۔ طِبَاق جمع طبق۔ طبق یا تو مصدر ہے ایک چیز کا دوسری چیز سے مطابقت کرنا۔ عرب کا مقولہ ہے طابق النعل بالنعل جوتی کے تلے آپس میں ایک دوسرے کے برابر آگئے۔ سبع طباق سے مراد سات آسمان ہیں قرآن مجید میں ہے۔ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ بھم میں با ملابست کے لئے ہے۔ یعنی ان کے ساتھ گزرے تھے۔ اور ھم کی ضمیر جمع مذکر غائب انبیا ؑ و رسل کی طرف راجع ہے۔

روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کے لئے بلائے گئے۔ تو فرشتے آپ کے دائیں بائیں تھے۔ فی معنے بَیْنَ۔ اَیْ بَیْنَ مَوْکِبٍ۔ مَوْکِب سواروں کا رسالہ مراد فرشتے۔ جو ہوا پر سوار ہیں۔ کُنْتَ ماضی مخاطب مذکر حضورؐ کی طرف خطاب ہے۔ فیہ کی ضمیر موکب کی طرف ہے۔ صاحب العلم صاحب معنے دوست۔ منصرف۔ قابض۔ عَلَم جھنڈا۔ صاحب العلم لشکر کا قائد۔ سردار۔ رئیس۔

ترجمہ۔ آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی تو تھے کہ جس لشکر میں آپ علمبردار تھے۔ اُس کی معیت میں سات آسمانوں کو طے کیا۔

تشریح - حدیث شریف میں ہے کہ بارگاہ ایزدی میں حضور علیہ السلام صرف اکیلے حاضر ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام بھی ایک مقررہ حد سے آگے نہ جا سکے۔ چنانچہ یہ شعر جبرائیل علیہ السلام کی حالت بیان کرتا ہے ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم   فروغ تجلّٰے بسوزد پرم

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتوں اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا لشکر سات آسمانوں تک آپ کے ہمراہ تھا کیونکہ شعر کے الفاظ سے اُن کی ہمرکابی سات آسمان تک ثابت ہوتی ہے۔ اس کے اوپر نہیں۔ سُبحان اللہ حضور علیہ السلام کس شان و شوکت سے ارواح انبیاء اور فرشتوں کا لاؤ لشکر لے کر خدائے عزاسمہٗ کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے! اور یہ لشکر اپنی حد پر ٹھہر گیا۔ مرحبا یا رسول اللہ

(۱۱۲) حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِّمُسْتَبِقٍ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًی لِّمُسْتَنِمِ

تاکہ در اوج فضا نگزاشتی جاؤ مقام	تا ز تو سبقت برد کس از رسولانِ عظام

حتّٰی انتہائے غایت جملہ انت تخترق کے لئے ہے۔ اِذا اس جگہ محض ظرفیت کے لئے ہے۔ جس کے بعد کلام شروع ہوتا ہے۔ اگر اذا شرط کے معنے میں ہو۔ تو جواب شرط محذوف ہوگا۔ یعنی کنت۔ لم تدع جحد مخاطب معلوم ودع یدع سے ودع چھوڑنا۔ لم تدع تو نے نہ چھوڑا۔ شاو نہایت دُور گزشتن۔ لمستبق لام جار۔ مستبق اسم فاعل۔ آگے بڑھنے والا متعلق لم تدع۔ من الدنو جار مجرور متعلق لم تدع یا صفت ہے شاو کی۔ مِن جار دنو قریب ہونا مجرور متعلق مستبق۔ مرقی چڑھنے کی جگہ مستنم اسم فاعل مرتفع۔ بعض نے لکھا ہے۔ کہ مستنم سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ لا نہ مرتفع

مطمئن ای متمکن لانہ ذو قوۃ عند ذی العرش مکین ؁

ترجمہ - آپ بڑھتے بڑھتے وہاں پہنچے۔ کہ کسی دوسرے آگے بڑھنے والے کے لئے کوئی درجۂ قرب کا نہ رہا۔ اور نہ کسی اوپر چڑھنے والے (پیغمبر یا جبرائیل) کے لئے کوئی چڑھنے کے لئے جگہ باقی رہی ؁

تشریح ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں وہ مدارج عالیہ عطا ہوئے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دئے گئے اور نہ بعد ازیں کسی کا وہاں تک پہنچنا ممکن ہے ؎

بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبیؑ

(۱۱۳)	خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ نُودِيتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

پست کردی نسبتہً ہر یک مقام انبیاؑ	رفع تو شد ہمچو نام مفرد از حرف ندا

خفضت فعل ماضی مخاطب خفض بالفتح پست کرنا۔ کسی کو رتبہ سے نیچے گرانا اور کسرہ جو بمقابلۂ فتحہ و ضمہ ہوتا ہے ۔ کل تمام ۔ یہ لفظ جس اسم پر آتا ہے اس کے کل افراد کو ایک امر یا صفت میں جمع کرتا ہے ۔ جیسا کہ کل انسان حیوان ہر انسان کا فرد حیوان ہوتا ہے ۔ کل من علیہا فان ۔ ہر چیز جو روئے زمین پر ہے فانی ہے ۔ اگر کوئی فرد اس شمولیت سے نکالتا ہو ۔ تو حرف الا سے استثنا کیا جاتا ہے ۔ مقام ظرف مکانی ۔ اقامت کی جگہ ۔ رتبہ ۔ چونکہ مقام ایک کثیر الاستعمال لفظ ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کی تشریح کی جائے ۔ بعض کا خیال ہے ۔ کہ مقام اگر اس کا فعل ثلاثی مجرد ہے ۔ مثلاً قام زیدٌ مقام عمرو ۔ تو مقام بفتح میم ہوگا ۔ اور اگر ثلاثی مزید فیہ ہے ۔ مثلاً اقیم زید مقام عمرو

تو مقام بضم میم ہوگا۔ لیکن ابوسعود ایک ادیب فاضل کی رائے اِس کے برخلاف ہے۔ کسی نے اُن سے دریافت کیا ؎

یا وحید العصر یا شیخ الانام   افتنا فرق المقام والمقام

آپ نے بہت اچھا جواب دیا۔ اور مذکورہ بالا خیال کو رد کیا۔ اور مثال دے کر اُس کو واضح کیا۔ اور کہا کہ ثلاثی مجرد اور ثلاثی مزید فیہ کا یہاں تعلق نہیں ہے۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مقام کس کا ہے ؛

نحو کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ قسم کے لئے در اصل حرف با ہوتا ہے۔ باللہ خدا کی قسم۔ پھر باء بدل واؤ سے ہؤا۔ اور کہا واللہ۔ پھر واو کی بدل تاء آئی۔ اور کہا گیا۔ تاللہ پس اِس صورت میں دیکھا جائے۔ کہ مقام کس کا ہے۔ اور اگر اُسی کا مقام ہے جو مقام کا مضاف الیہ ہے۔ تو میم پر فتح پڑھینگے۔ اور اگر مقام دوسرے کا ہے تو میم پر ضمہ ہوگا۔ مثلاً اقیم التاء مقام الواو۔ اِس صورت میں مقام کے میم کو ضمہ سے پڑھینگے۔ کیونکہ مقام واؤ کا نہیں ہے۔ بلکہ باء کا ہے۔ اور جب کہا جائیگا۔ الواو اقیم مقام الباء تو مقام کے میم پر فتح ہوگی۔ خواہ فعل قام خواہ اقیم مزید فیہ ؛

بالاضافۃ۔ با بمعنے مِن جار مجرور متعلق خفضت کے ہے۔ اضافت بمعنے نسبت ایک چیز سے دوسری چیز سے نسبت کرنا۔ غلام زید۔ غلام نسبت کیا گیا ہے زید کی طرف۔ اِذ حرف شرط ہے۔ اِس کا استعمال چار طرح پہ ہے۔ اوّل (۱) زمان ماضی کا اسم ہو۔ اس صورت میں یا ظرف ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (۲) یا مفعول کا بدل۔ مثل آیت کے وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ (۳) یا اسم زمان کا مضاف الیہ ہوتا ہے۔ مثلاً یومئذٍ ؛ دوم۔ اسم واسطے زمانہ

مستقبل کے یومئذٍ تحدث اخبارھا۔ سوم مفاجات کے لئے۔ خرجتُ فاذ السبع۔ چہارم تعلیل کے لئے۔ لن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم + نودیت صیغہ مجہول ماضی۔ مخاطب مشتق ندا سے۔ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ بالرفع۔ با۔ ملابست کے لئے ہے۔ رفع ضمہ بمقابلہ فتح وکسر۔ رفعة بالکسر بلندی مثل بفتح لام مصدر محذوف کی صفت ہے جو ترکیب میں مفعول مطلق ہے۔ مفرد جو اپنی قوم میں بوجہ رتبہ منفرد ہو۔

ترجمہ۔ جب آپ معراج کے لئے مفرد عَلم کی طرح بلائے گئے۔ تو آپ نے تمام انبیا علیہم السلام کے مقامات کو اپنی منزلت عالیہ کے مقابلے میں پست کر دیا۔

تشریح۔ اس شعر میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اصطلاحاتِ نحویہ کو بطور مراعات النظیر خوب ادا کیا ہے خفض۔ اضافت۔ ندا۔ رفع۔ مفرد۔ علم۔ سب اصطلاحات نحو ہیں قاعدہ نحو کے رُو سے جب منادیٰ عَلَم مفرد غیر مضاف واقع ہو۔ تو وہ مرفوع ہوتا ہے۔ مثلاً یَا زَیْدُ۔ پس حضور علیہ السلام کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عَلَم مفرد ہے۔ بارگاہ جلال سے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا۔ یا محمد ارتفع من مقام الیٰ مقام ھو اعلیٰ منہ۔ تو اس ندا سے لفظاً اور معناً حضور علیہ السلام کو جلیل القدر رفعت حاصل ہوئی نحوی قاعدہ کے رو سے نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رفع پڑھا گیا۔ اور ارتفاع کے لفظ سے مدارج عالیہ عطا ہوئے۔ اور بالمقابل اس کے دوسرے انبیا علیہم السلام کے مقامات لفظاً اور معنےً حضور علیہ السلام کے منازل سے پست ہے۔ اور نیز رفع حروف کے اوپر اور کسرہ حروف کے نیچے لکھا جاتا ہے۔ اس لئے خفضت کا لفظ بہت ہی مناسب ہے۔ خفضت کل مقام بالاضافۃ جواب ہے اذ نودیت کا۔ نیز عَلَم کے معنے پہاڑ کے ہیں۔ پس مفرد عَلَم سے

پہاڑ مراد ہوگا۔ جو اکیلا ہو۔ نیز علم تصریف و نحو میں ضمہ باعتبار تلفظ کے کسرہ اور فتحہ سے ثقیل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عظمت میں زیادہ ہؤا۔ اس صورت میں بطور ایہام تناسب یہ معنے بھی مفہوم ہوتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السّلام نے اپنے مقام عالی کے مقابل دیگر انبیا علیہم السلام کے مقامات عالیہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور وہ رفعت حاصل کی۔ جو ایک الگ تھلگ پہاڑ کو بمقابلہ مجتمع پہاڑوں کے حاصل ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو پہاڑ میدان میں اکیلا ہو۔ اُس کی بلندی زیادہ معلوم ہوتی ہے ؛

بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ بارگاہ جلالت سے حضور علیہ السّلام کو یہ خطاب ہؤا تھا یَا مُحَمَّدُ اُدْنُ اتَّخِذْكَ حَبِيبًا۔ خدا تعالےٰ نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حبیب کے لفظ سے مفتخر فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مقام محبت کا کل مقامات سے افضل ہے +

(۱۱۴)

كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَيِّ مُسْتَتِرٍ
عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَيِّ مُكْتَتِمٍ

تا شوی فائز بہ راز وصل کان باشد نہاں | از تماشائے نگاہ و نیز ز ادراکِ جناں

حرف کی اس شعر میں سبب اور تعلیل کے لئے۔ نودیت کی علت ہے۔ جو شعر ماسبق میں مذکور ہے۔ اور ما زائدہ ہے۔ تفوزَ مضارع مخاطب فوز کامیاب ہونا۔ با ملابستہ کے واسطے۔ وصل ملاقات۔ لفظ اَیّ کمال وصف کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ اَیّ مُسْتَتِرٍ نہایت ہی پوشیدہ۔ حرف عن جار۔ عُیُوْن مجرور متعلق مستتر کے۔ واو عاطفہ سِرّ راز اَیّ مُكْتَتِمٍ نہایت ہی خفی۔ مستترٌ اور مُکْتَتِمٍ اسم فاعل وصل و سر کی صفات

لہ اے محمد علیک الصلوٰۃ والسلام! آپ ذرا قریب آجائیں۔ میں آپ کو دوست بناتا ہوں +

یعنی وصل مستتر و سِرّ مکتتم۔ ای مستتر و ای مکتتم بمعنے کامل الاستتار وکامل الاکتتام ہے ؛

ترجمہ:- بساط قرب پر آپ اس لئے بلائے گئے تھے۔ کہ آپ اس نعمت وصل سے بہرہ ور ہوں۔ جو کبھی کسی مقرب کی آنکھ کو دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔ اور ایسے راز سربستہ پر اطلاع پائی۔ جس پر کبھی کوئی عارف آگاہ نہیں ہوا؛

تشریح۔ وصل سے مراد یہاں وصل الٰہی اور سِر سے مراد اسرار الٰہیہ ہیں۔ جس خصوصیت اور قرب منزلت سے حضور علیہ السلام کو وصل نصیب ہوا۔ اور اسرار خفیہ پر اطلاع دی گئی۔ کسی اور پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔ کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (یعنی وہ اسرار و معارف جن پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج اطلاع ہوئی۔ وہ از سر بستہ تھے) منجملہ ان اسرار و معارف کے رویت الٰہی تھی جس کی کیفیت ہم بیان نہیں کر سکتے بروایت صحیح مسلم حضور علیہ السلام نے قلب اور عین ہر دو سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ رَأَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَبِقَلْبِیْ۔ خواجہ نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

دید خدا را نہ بچشم دگر　　　بلکہ ہمیں چشم ہمیں چشم سر

بعض علمائے اُمت نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان اسرار و معارف کو جو حضور علیہ السلام کو حاصل ہوئے دیگر لوگوں سے مخفی رکھا۔ کیونکہ خاصۂ محبت یہی ہے۔ کہ مُحب و محبوب کے درمیان ایسے امر کا تعلق رہے جس پر کسی غیر کو اطلاع حاصل نہ ہو سکے۔ کما قیل ؎

میان عاشق و معشوق رمز یست　　　کرامًا کاتبین را ہم خبر نیست

آیۂ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی میں لفظ ما کا ابہام انہیں معارف مخفیہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ مگر واضح رہے کہ حضور علیہ السلام کی بعض تعلیمات جو آپ کو بارگاہ رب العزت سے حاصل

ہوئیں۔ ایسی بھی تھیں جو شریعت کے اوامر و نواہی پر مبنی تھیں۔ اس لئے اُن کی تبلیغ حضور علیہ السلام نے اُمت مرحومہ تک کر دی ❖

(۱۱۵) فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ
وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمِ

جمع کردی فخرہائے اشتراک از ہر مقام	در نوشتی ہر مقامے را بغیر از ازدحام

بعض نسخوں میں فحزت حائے مہملہ اور زاء معجمہ سے اور بعض میں خاء معجمہ اور رائے مہملہ سے لکھا ہے۔ گویا نقطہ کی مشابہت سے اختلاف ہوا۔ اور دونوں مربوط ہو سکتے ہیں۔ حازۃً۔ جمعۃً۔ اُس نے اُسے اکٹھا کیا۔ پس فاء فحزت اِس صورت میں فاء تفریع ہے۔ جو گذشتہ امر کے نتیجہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور حزت فعل ماضی مخاطب ہے۔ اور خاء معجمہ کی صورت میں حرف فانفس کلمہ میں داخل ہے۔ اور مشتق ہے فخر سے ناز کرنا۔ کلّ منصوب حزت کا۔ فخار فخر کرنا۔ غیر مشترک جس میں دوسرا شریک نہ ہو۔ واو عاطفہ جزت فعل ماضی مخاطب۔ جواز گزرنا۔ مقام منزل۔ غیر مزدحم جس میں دوسرا شریک نہ ہو۔ یہ دونو اسم مفعول کے صیغے بمعنے مصدر یعنی اشتراک و ازدحام ہیں ❖

ترجمہ: پس نتیجہ اس ملاقات کا یہ ہوا۔ کہ آپ نے ہر قسم کی عزت بلا شرکت غیرے حاصل کی۔ اور ہر ایک مقام سے بلا مزاحمت گذر گئے ❖

اور نسخۂ ثانی کے لحاظ سے یہ معنے ہوئے کہ آپ نے اس افتخار مخصوص پر نہایت ناز کیا کیونکہ اس میں کوئی غیر شریک نہیں تھا۔ مگر توجیہ اوّل زیادہ صحیح ہے ❖

تشریح: جو عزت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی۔ اُس میں کوئی شریک نہیں

ہو سکتا۔ مراد اس سے شفاعت کبرٰے مقام محمود۔ مغفرتِ اُمت۔ حوض کوثر۔ الوسیلہ۔ درجہ رفیعہ۔ رویت حق تعالےٰ شانہٗ وغیرہ وغیرہ ۔

(۱۱۹)

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَآ اُوْلِیْتَ مِنْ رُتَبٍ
وَعَزَّ اِدْرَاكُ مَآ اُوْلِیْتَ مِنْ نِّعَمِ

بس بلند است آں مراتب آنچہ داده شد ترا	قدر نعمتہائے تو بالاتر از ادراکِ ما

واو استینافیہ۔ جَلَّ بمعنے عَظُمَ بزرگ ہے۔ مقدار اندازہ۔ مَا موصولہ۔ اُوتِیت صیغہ واحد مذکر مخاطب مجہول فعل ماضی۔ تو دیا گیا۔ ایتاء دینا۔ اور بعض نسخوں میں بجائے اوتیت کے وُلّیت بروزن صُرِّفْتَ کے ہے۔ باب تفعیل سے بصیغہ ماضی مجہول مذکر مخاطب بمعنے تُو والی کیا گیا۔ تولیہ کسی کو کسی امر کا والی بنانا۔ مِن بیانیہ۔ رتب جمع رُتبہ۔ عَزَّ فعل ماضی بمعنی قَلَّ۔ عزیز نادر الوجود مشکل۔ کمیاب۔ ادراک پالینا۔ اُولیتَ ماضی مجہول مخاطب۔ تو دیا گیا۔ ایلاء بمعنی اعطاء۔ مِن بیانیہ۔ نعم بکسر نون و فتح عین جمع نعمت ۔

ترجمہ۔ جن مدارج عالیہ پر آپ متمکن کئے گئے اُن کی قدر و منزلت بہت بڑی ہے اور جو نعمتیں آپ کو دی گئیں۔ اِن کا حصول کسی غیر کے لئے مشکل ہے۔ کیونکہ ان کی تمثیلات اور نظائر دنیاوی نعمتوں میں مفقود ہیں۔ اِس شعر میں اشارہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اُن فضائل و کمالات کی طرف جو آپ کو اس عالم میں عطا ہوئے۔ اور نیز جو مصداق وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی قیامت کو حاصل ہونگے ۔ اس شعر کو ہمیشہ نماز کے بعد تین دفعہ پڑھنا جائز ملازمتوں کے حصول کے لئے مفید ہے ۔

(۱۱۷) بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَایَۃِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْھَدِمِ

مژدہ باد اے معشرِ اسلام ملت مژدہ باد	شد عطا مارا ز الطافِ خدا محکم عماد

بشریٰ اے بشارت - بشریٰ بشارت ہے بتدا محذوف ھٰذا کی - لَنَا میں لام تخصیص
نا ضمیر جمع متکلم - معشر الاسلام گروہ مسلماناں - اِنَّ لَنَا - اِنَّ تاکید کے لئے - لام تخصیص کا ہے
نا ضمیر جمع متکلم پس لنا ظرف مستقر اور رکنا اسم ہے اِنَّ کا - من العنایۃ من بیانیہ - عنایۃ
مہربانی - رکن ستون - اور ہر وہ چیز جس کے ساتھ کوئی چیز قائم رہے - لنا خبر مقدم ہے
اِنَّ کی - رکن سے مراد یا تو حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے - یا شریعت حقہ - منھدم
اسم فاعل - انھدام گر پڑنا - ٹوٹ جانا - خراب ہونا - غیر منھدم صفت ہے رکن کی اگر
رکن کے معنے شریعت کے ہوں تو یہ معنے ہونگے کہ شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کبھی منسوخ نہ
ہوگی - اگر ذات حضور اقدس مراد ہوں - تو یہ معنے ہیں کہ حضور امت کیلئے ایک ستون ہیں جو
ہمیشہ قائم رہیگا - کیونکہ جب حیوٰۃ النبی ثابت ہے تو حضور کے آثار فیوض و برکت بدستور جاری ہیں +

ترجمہ - مسلمانو! یہ مژدہ خاص ہمارے لئے ہے - کہ خدا کے فضل سے حضور علیہ السلام
کی شریعت حقہ ہمارے لئے ایک ایسا ستون ہے - جو کبھی لغزش نہیں کھائے گا - بلکہ
ہمیشہ کے لئے مستحکم اور مضبوط رہے گا +

(۱۱۸) لَمَّا دَعَا اللّٰہُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِہٖ
بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ

ہادئیے ما را خدا خیر الرّسل گفت از کرم	شد خطاب ما طفیل نام او خیر الامم

لمّا شرط میں مثل اذ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لمّا معنے اذ ہوتا ہے۔ جب اس کے ساتھ ماضی لفظاً یا معنےً ہو۔ تو جواب بھی ماضی ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔ اور کبھی جو ماضی اُس کے جواب میں آتی ہے۔ اُس پر فا لاتے ہیں۔ اور کبھی اُس کے جواب میں جملہ اسمیہ آتا ہے۔ جس کے ابتدا میں فا ہوتی ہے۔ اور کبھی لما معنے حرف استثنا اِلّا آتا ہے۔ پس اس صورت لما جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ۔ ان کل نفس لمّا علیہا حافظ بمعنے الّا علیہا حافظ۔ کبھی علت کے لئے آتا ہے۔ اَھلکنا ھم لمّا ظلموا۔ دعا فعل ماضی معلوم بمعنے مبنے۔ از باب سمّٰے یُسمّی تسمیۃ۔ یعنی جب خدا تعالےٰ نے آپ کا نام اکرم الرسل رکھا۔ دعوۃ بلانا۔ داعی بلانے والا۔ مضاف الیہ۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ لِطاعتہ لام بمعنے الیٰ۔ طاعت فرمانبرداری۔ عبادت۔ داعینا الطاعتہ کے لفظی معنے ہم کو خدا تعالےٰ کی اطاعت کے لئے بلانے والا۔ مراد حضور علیہ السّلام ہیں۔ جو اُمّت محمدیہ کو خدا تعالےٰ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ با جار متعلق دعا۔ اکرم الرّسل تمام پیغمبروں علیہم السّلام سے افضل۔ مجرور۔ اُمَم جمع اُمت بمعنی گروہ۔ داعینا کی یا کو ضرورۃً ساکن پڑھا گیا۔

ترجمہ۔ جب حضور علیہ السّلام کو جو اُمّت کو خدا تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہترین پیغمبران (علیہ و علیہم السّلام) کہہ کر پکارا۔ تو بلاشک ہم اشرف الامم ٹھیرے۔

تشریح۔ آیہ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ سے نصّاً ثابت ہے کہ اُمت محمدیؐ تمام انبیاء علیہم السّلام کی اُمتوں سے افضل ہے۔ اور اُمت محمدیؐ کا جمیع امم سے افضل ہونا حضور علیہ السّلام کے افضل الرّسل ہونے کو مستلزم ہے۔ اور یہ دعویٰ صحائف انبیاء علےٰ نبینا

علیہم السلام سے بھی ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت مرحومہ محمدیہ کو لتکونوا شہداء
علی الناس کا افتخار حاصل ہوا۔ فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک ۔

چوں بنا لش نگاہ سوئے کرد	شدن از متش تمتا کرد

افضل من فی الناجہاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

اصحابہ وآلہ احبابہ وانصارہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ وعشیرتہ وسلم

(۱۱۹)
راعت قلوب العدیٰ انباء بعثتہٖ
کنبأۃٍ اجفلت غفلاً من الغنم

در دلِ اعدا فگندہ خوف اخبار نبی	چوں گریزاند بُزاں را شیر از بانگ خفی

راعت فعل ماضی۔ روع ڈرانا۔ قلوب جمع قلب دل۔ عِدیٰ جمع عدو دشمن
انباء جمع نبأ کسی مہتم بالشان یا ہولناک واقعہ کی خبر یا اطلاع۔ بعثۃ رسالت۔
کنبأۃ کاف تشبیہ۔ نبأۃ شیر، بھیڑیئے یا کتے کی آواز۔ اجفلت صیغہ ماضی مؤنث
غائبہ۔ اجفال بھگانا۔ ڈرانا۔ تتر بتر کرنا۔ جملہ اجفلت مع متعلقات صفت ہے، نبأۃ
کی۔ غفل جمع غافل وغفل۔ غنم بکریوں کا ریوڑ۔ غفلاً من الغنم بکریوں کا ریوڑ جس کو
کسی درندہ کا اندیشہ نہ ہو۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی خبروں نے دشمنوں کے دلوں کو اس طرح

ڈرایا یا دھمکایا جس طرح شیر کی آواز نخشت بکریوں کے ریوڑ میں ہل چل ڈال دیتی ہے۔

تشریح - بعثت حضور علیہ السلام کی خبریں پہلے ہو اور کفار قریش میں شائع ہو چکی تھیں۔ اور اُن کے دل اس خوف سے ایسے دہل رہے تھے جیسے بکریوں کا ریوڑ جو بالکل بے خبر پڑا ہو۔ اور ناگہاں کسی شیر یا بھیڑیئے کے حملہ کی آہٹ پالے اور اُس میں بھاگڑ پڑ جائے۔ اس شعر کا مقدمے میں پیش ہونے کے وقت پڑھنا بشرطیکہ مقدمہ الاحق بجانب ہو مفید ہے۔

(۱۲۱) مَا زَالَ یَلْقَاهُمْ فِیْ کُلِّ مُعْتَرَكٍ
حَتّٰی حَکَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰی وَضَمٍ

جسم شاں از نیزہ چون کرتختۂ قصاب گوشت	جنگ کرد با اعدا و زجسم شاں بر گذار بو ست

مازال دوام کے معنے دیتا ہے۔ کیونکہ زوال معنے نفی کے ہے۔ اور دو نفی کے ملنے سے اثبات ہوتا ہے۔ یلقا مضارع معلوم لقاء ملاقات جنگ کرنا۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب عدا کی طرف ہے۔ فی ظرفیت کے لئے۔ کل ہر ایک۔ معترك بصیغہ اسم ظرف میدان جنگ۔ حتی انتہائے غایت کے لیے حکوا صیغہ ماضی جمع غائب حکایت مشابہ ہونا ضمیر راجع بعدا۔ بالقنا۔ با سبب کے لئے۔ قنا نیزہ۔ لحم گوشت۔ علی اوپر۔ وضم تختۂ قصاباں۔ یا وہ لکڑی جس کے ساتھ گوشت لٹکاتے ہیں۔ لحم علی وضم۔ عرب کا محاورہ ہے۔ اور اس سے مراد ذلیل وخوار لیا کرتے ہیں۔ کیونکہ تختہ پر گوشت کا سر بازار پڑا ہونا اس کے مبتذل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ترجمہ - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک جنگ میں کفار سے برابر لڑتے رہے۔

یہاں تک کہ کفار مجاہدین کے نیزوں سے بالکل ذلیل و خوار ہوگئے۔ یا نیزوں سے کٹ کر اس گوشت کی طرح ہوگئے۔ جو تختۂ قصّاب پر رکھا جاتا ہے ۞

(۱۲۱)	وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوْا يَغْبِطُوْنَ بِهِ أَشْلَاءً شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

آرزو دارند در راہِ فرار از بیمِ جاں	عضوہائے جسمِ شاں بودے بچنگ کرگساں

وَدُّوا صیغہ جمع غائب ضمیر راجع عدا کی طرف۔ مودت دوست رکھنا۔ فرار بھاگنا۔ فکادوا۔ فا عاطفہ یا تفسیریہ۔ کادوا صیغہ ماضی غائب جمع۔ کاد افعال مقاربہ سے ہے۔ یغبطون صیغہ مضارع جمع غائب۔ غبطہ بکسر غین معجمہ کسی دوسرے کی نعمت کے حصول کی آرزو کرنا۔ غبطہ اور حسد میں یہ فرق ہے۔ کہ غبطہ میں دوسرے کے زوال دولت کی خواہش نہیں ہوتی بخلاف حسد کے حسد میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے کی نعمت کا زوال ہو۔ بہ با سببیہ۔ ہ ضمیر فرار کی طرف۔ اشلاء جمع شلو عضو۔ شالت اونٹ کا بھاگنے کے وقت دُم اُٹھانا۔ مع مصاحبت کے معنے دیتا ہے۔ عقبان جمع عقاب۔ کرگس۔ رخم جمع رخمہ ایک قسم کا مردار خوار جانور ہے ۞

ترجمہ۔ کفار بھاگنا چاہتے تھے! اور قریب تھا۔ کہ اُن کی یہ خواہش ہوتی کہ اے کاش! وہ گوشت کے ایسے ٹکڑے بن جاتے جنہیں مردار خوار جانور اور گدھ لے اُڑتے ۞

بعض شارحین نے یہ معنی کئے ہیں کہ اُن کی آرزو تھی کہ وہ اپنے خویش و اقارب مقتولین کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے جن کو چیل اور عقاب اُٹھا کر لے گئے ہیں لیکن

پہلے معنے میں زیادہ مبالغہ اور فصاحت ہے ؛

تشریح۔ کفار تو یہ چاہتے تھے۔ کہ کسی طرح رستہ ملے تو بھاگ جائیں۔ مگر مجاہدین نے اُن کو ایسا محصور کیا۔ کہ عنقریب نیزہ اور تلوار کی نوبت اُن پر آنے والی تھی اور ایسی مصیبت اُن پر آگئی تھی۔ کہ وہ یہ چاہتے تھے۔ کہ کاش ! ہم اُن گوشت کے ٹکڑوں کی طرح ہوتے جن کو کرگس اُڑا کر لے اُڑتے ہیں۔ تاکہ اِس خوف اور ہیبت سے نجات پائیں ؛

(۱۲۲)

تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَا یَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا
مَا لَمْ تَکُنْ مِّنْ لَّیَالِی الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

بے خبر کفار از تعداد شبہائے زماں	جز ازاں شبہا کہ باشند اندر آں ماہ حرام

تمضی فعل مضارع۔ مضی گذرنا۔ لیالی جمع لیل رات۔ مراد مطلق زمانہ۔ واو حال کے لئے۔ لا یدرون نفی فعل مضارع۔ فاعل کفار۔ درایت جاننا۔ عدۃ شمار و شمار کرنا۔ ما ظرفیہ مصدریہ۔ لم تکن صیغۂ جحد مؤنث۔ ضمیر اُس کی لیالی کی طرف راجع ہے۔ من متعلق ہے لم تکن کے لیالی جمع لیل رات۔ اشہر جمع شہر مہینہ۔ حرم جمع حرام۔ جن مہینوں میں جنگ کرنی منع ہے۔ رجب۔ ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم چار ماہ ہیں ؛

ترجمہ۔ راتیں گذر رہی ہیں۔ اور کفار سوائے ان مہینوں کی راتوں کے جن میں جنگ منع ہے۔ شمار کرنا نہیں چاہتے ؛

تشریح۔ کفار کو حملۂ اسلام کا سوائے ان مہینوں کے جن میں جنگ جائز نہیں ہے ہر وقت ڈر رہتا ہے۔ اور مارے ڈر کے یہاں تک مخبوط الحواس ہو گئے ہیں۔ کہ وہ

راتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ البتہ اشہر حرم کے دنوں کو شمار کرتے ہیں جن میں اُن کو جنگ کا اندیشہ نہیں رہتا۔ کیونکہ شرعاً ان مہینوں میں جنگ کرنی منع ہے۔ وُہ کچھ انہیں مہینوں میں ہوش سنبھالتے ہیں۔ اہل عرب عموماً زمانے کے شمار کو راتوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ غالباً رات محل حوادث وغیرہ ہوتی ہے ÷

اِس شعر میں اہل اسلام کی شجاعت اور ہشیاری اَور کفار کی بُزدلی اَور کمزوری کو ظاہر کیا ہے۔ عربوں کے بارہ مہینے ہیں۔ جن کے نام اس وقت کے موسم کے لحاظ سے رکھے تھے۔ پہلا محرم۔ تحریم سے مشتق ہے۔ چونکہ اس میں جنگ منع ہے۔ اِس لئے اِس کو محرّم کہا گیا۔ دُوسرا صفر۔ صفر خشک ہونا۔ چونکہ اِس مہینے میں درختوں کے پتّے خشک ہوگئے تھے اِس لئے اُس کا نام صفر ہوا۔ تیسرا ربیع الاوّل۔ چوتھا ربیع الآخر ربیع مشتق ہے۔ رَبع سے ربع مقیم ہونا۔ چونکہ ان مہینوں میں عرب اپنے گھروں میں مقیم رہتے تھے۔ اِس لئے اِن کو ربیع کہا۔ یا ارتباع سے بمعنی آزمائش قوت کے لئے پتھر اُٹھانا۔ جسے مگدر کہتے ہیں۔ اِن مہینوں میں عرب کے نوجوان باہم قوت آزمائی کرتے تھے۔ پانچواں جمادی الاولےٰ۔ چھٹا جمادی الاخریٰ۔ یہ نام اُن کا اس لئے تھا۔ کہ جمود کہتے ہیں۔ پانی کا جم جانا۔ اِن مہینوں میں پانی یخ بستہ ہوگیا تھا بساتوا رجب۔ رجب کے معنے بزرگ جاننا تعظیم کرنا بعض قبائل اس مہینے کی تعظیم کرتے تھے۔ آٹھواں شعبان۔ انشعاب سے ماخوذ ہے۔ انشعاب کے معنے متفرق ہونا۔ عرب اس مہینے میں لوٹ گھسوٹ کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔ نواں رمضان۔ رمض جلانا۔ چونکہ اِس مہینے میں گرمی شدّت کی پڑی تھی۔ اِس لئے یہ نام ہوُا۔ یا بوجہ صوم کے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔ اِس لئے رمضان نام ہوُا۔ یا رمض معنے کثرت باراں۔ اِس تبرک

مہینے میں اللہ تعالے بارش رحمت و مغفرت بکثرت برساتا ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام ہوا۔ ۱۰ شوال۔ یہ تشاول سے ماخوذ ہے۔ تشاول ایک دوسرے کو نیزہ مارنا۔ اس مہینے میں عرب نیزہ بازی کرتے تھے۔ گیارھویں ذی قعدہ۔ قعود بیٹھنا۔ اس مہینے میں عرب بوجہ اس کے کہ جنگ حرام ہے۔ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھ جاتے تھے۔ بارھواں ذوالحجہ چونکہ اس مہینے میں حج بیت اللہ شریف کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔

(۱۲۲)	كَاَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدٰى قَرِمِ	

ہست دین مہمان شاں باغازیان نامدار	گوشت اعدا است ایشاں را غذائے خوشگوار

كَاَنَّ حرف تشبیہ ہے۔ اور حرف ما کافہ عمل كَاَنَّ کو روکتا ہے۔ دین مذہب۔ ضیف مہمان۔ حَلَّ۔ حلول مصدر۔ اترنا۔ ساحۃ صحن خانہ۔ اور ضمیر ھُم کفار یا مجاہدین کی طرف راجع ہے۔ بکل باجار کل مجرور متعلق حَلَّ کے ہے۔ کل کے لفظ سے ہر ایک فرد کی شجاعت ثابت کرنا ہے۔ اور بکل قرم حال ہے۔ اس ضمیر سے جو حل میں ہے۔ اور دین کی طرف راجع ہے۔ قرم بفتح القاف و سکون الراء المھملۃ۔ مرد دلاور۔ سردار۔ الیٰ انتہائے غایت کیلئے ہے۔ جار مجرور متعلق بہ قرم جو اخیر مصراع کا قافیہ ہے۔ لحم گوشت۔ العدیٰ جمع عدو بمعنے دشمن۔ قرم بفتح القاف و کسر الراء المھملۃ گوشت کھانے کا آرزومند بصیغہ صفت ہے ؂

ترجمہ۔ گویا اسلام ایک مہمان ہے۔ جو ایسے بہادروں اور سرداروں کو ہمراہ لیکر کفار کے صحن میں اترا ہے۔ جن میں سے ہر ایک سردار دشمنوں کے گوشت کھانے کا آرزومند ہے ؂

تشریح ۔ اگر ساحتہم کی ضمیر مجاہدین کی طرف راجع ہو تو معنے یہ ہونگے کہ گویا اسلام مع سرداران قوم ان مجاہدین کے گھر اترا ہے جن میں سے ہر ایک دشمن کے گوشت کا بھوکا ہے اِس لئے مجاہدین نے اُس کی ضیافت کے لئے بے دریغ کفار کو قتل کیا ۔ چنانچہ وہ ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ زمانہ کا شمار بھی نہ کر سکے ؎

(۱۲۴)	یَجُرُّ بَحْرَ خَمِیْسٍ فَوْقَ سَابِحَۃٍ یَرْمِیْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمٖ

از سواراں میکشد لشکر چو دریائے رواں	کو زند موج گراں از کثرت جنگ آوراں

یجر صیغہ مضارع واحد غائب ۔ جر کھینچنا ضمیر یجر کی ضیف یا اسلام یا حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے ۔ بحر دریا خمیس لشکر ۔ فوق ظرف واقع ہوا ہے یعنی بالا اور اوپر ۔ سابح تیرنے والا ۔ یرمی صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم ضمیر یرمی کی خمیس یا بحر کی طرف راجع ہے ۔ رمی تیر پھینکنا محاورہ ہے ۔ رایت البحر یرمی بموج ۔ دریا میں موج پر موج اُٹھتی تھی ۔ من الابطال میں من بیان ہے بحر خمیس کا ۔ جار مجرور متعلق یجر کے ۔ ابطال جمع بطل دلاور ۔ بہادر ۔ ملتطم اسم فاعل از التطام معنے موجوں کا باہم ٹکرانا ۔ ملتطم صفت موج کی ہے ؎

ترجمہ ۔ اسلام ایک ایسے بحر خونخوار کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا ہے جس کے جنگجو بہادر خوش رفتار گھوڑوں پر میدان جنگ میں باہم یوں ٹکراتے ہیں جیسے دریا کی موجیں ؎

تشریح بہادران لشکر کو بحر زخار کی ان موجوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو نہایت زور

سے باہم ٹکراتی ہیں۔ خمیس کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ لشکر کے پانچ حصہ ہوتے ہیں مقدمہ جو آگے چلتا ہے۔ ساقہ جو پیچھے ہوتا ہے۔ قلب درمیانی حصہ لشکر کا۔ میمنہ دائیں جانب کا۔ میسرہ بائیں جانب کا ✦

(۱۲۵)

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَسْطُوْ بِمُسْتَأْصِلٍ لِّلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

ہر یکے زیشاں مطیع و مسلم و پرہیزگار	میکند حملہ بہ تیغ بیخ کن در کارزار

مِنْ بیانیہ مِنَ الابطال کے مِن کی طرح منتدب للہ دعوت حق کو قبول کرنے والا۔ محتسب صفت منتدب امیدوار ثواب۔ احتساب امیدوار ثواب ہونا۔ یسطو صیغہ مضارع واحد غائب فاعل اس کا منتدب۔ سطوۃ حملہ کرنا۔ بمستاصل۔ با استعانت۔ مستاصل جڑسے اکھاڑنے والا۔ مراد تلوار یا ذات اقدس سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم استیصال بیخ سے اکھاڑنا۔ للکفر لام جار۔ کفر مجرور متعلق مستاصل۔ مصطلم معنے مستاصل تاکید مستاصل۔ اصطلام جڑسے اکھاڑنا۔ کان کترنا۔ مراد ہلاک کرنا۔ منتدب الابطال کا بدل ہے۔ جو شعر ماسبق میں ہے ✦

ترجمہ: اس لشکر کا ہر ایک بہادر خدا تعالے کے حکم کا تابع اور اپنے عمل سے آخرت میں ثواب کا امیدوار ہے۔ اور ایسی تلوار سے جو کفر کو جڑسے کاٹنے والی اور برباد کرنے والی ہے۔ حملہ آور ہوتا ہے ✦

تشریح: اس شعر میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ان کی شجاعت اور جہاد صرف اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ہے۔ اور ان کا مقصد صرف شرک اور بت پرستی کا استیصال تھا۔ یا یہ مراد

ہے۔ کہ وہ حضور علیہ السلام کی امداد سے جو شرک اور کفر کی بیخ کنی کرنے والے ہیں حملہ آور ہوتے ہیں۔
شعر سابق اور اس شعر میں الفاظ کا بہت تعلقات ہے۔ بوجہ مختلف تعلق کے مختلف معنے ہو جاتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ یک جا انکی تفسیر و توضیح کی جائے۔ یجرُّ کا فاعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ بحر خمیس اضافت تشبیہی ہے۔ ایک ہی چیز ہے۔ خمیس یعنے لشکر کو بحر سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح دریا کسی سے نہیں رکتا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا لشکر بھی نہیں رکتا تھا۔ فوق سابحۃ خمیس کی صفت ہے یعنی وہ لشکر بادرفتار گھوڑوں پر سوار تھا۔ یرمی بموج یہ دوسری صفت خمیس کی ہے۔ وہ لشکر دریا کی طرح موجزن تھا۔ ملتطم موج کی صفت ہے یعنی ایسی موج کی طرح ہے جو باہم ٹکراتی ہے من الابطال میں من بیانیہ ہے خمیس کا بیان یا تفسیر ہے وہ لشکر۔ بہادر غازیوں۔ منتدب للہ اور محتسب للہ پر مشتمل تھا۔ یسطو حملہ کرتا تھا۔ فاعل اس کا منتدب للہ اور محتسب للہ ہے باعتبار ہر ایک فرد کے۔ مستاصل للکفر صفت ہے۔ موصوف محذوف کی۔ ای بسیف مستاصل للکفر اور مصطلم کے پہلے واو عطف کی محذوف ہے۔ اصل تھا و مصطلم للکفر جار مجرور متعلق یسطو کے ہے پس دونوں اشعار کے یہ معنے ہوئے:۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسا لشکر مرتب کیا۔ جو بادرفتار گھوڑوں پر سوار تھا۔ اور موجوں کی طرح بوجہ ازدحام باہم ٹکراتا ہوا اور اچھلتا ہوا معلوم ہوتا تھا! اور یہ لشکر ابطال (بہادران اسلام) منتدب للہ (جہاد کی دعوت قبول کرنے والوں) اور محتسب للہ (شہادت کا ثواب حاصل کرنے والوں) کا مجموعہ تھا۔ جو بیخ کن اور جاں ستاں تلواروں کو لے کر دشمنوں پر حملہ آور ہوتا تھا:۔

(۱۷۶)

حتیٰ غدت ملۃ الاسلام وھی بھم
من بعد غربتہا موصولۃ الرحم

بعد غربت ملت اسلام زیشاں شد قوی	گشت مستحکم ازیشاں رشتۂ دین نبیؐ

حتیٰ غایت ہے۔ بحر بسیط کی۔ غدت فعل ماضی واحدہ غائبہ مؤنث۔ از باب دعا یدعو بمعنی بسارت و صبحت۔ غدو صبح کرنا اور گذرنا۔ ملۃ الاسلام آئین اسلام ملۃ الاسلام اسم ہے غدت فعل کا۔ اور اضافت ملت کی طرف بیانیہ ہے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ مثل شجر العنب انگور کا درخت، دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ دین۔ ملت۔ اسلام فرق یہ ہے۔ کہ اس اعتبار سے کہ مذہبی احکام کی متابعت کی جاتی ہے دین ہے اور اس خیال سے کہ احکام دینی سے لوگ مستفید ہوتے ہیں، شرع ہے۔ اور اس وجہ سے کہ یہ احکام لکھے جاتے ہیں، ملت ہے۔ پس ملت۔ املال بمعنے املا۔ یا از امل بمعنی اجتمع سے ماخوذ ہے۔ واو حالیہ۔ ھی ضمیر راجع ہے بسوئے ملت۔ وھی بھم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شریعت اُن کے ساتھ مختص تھی۔ یا ان کو زیبا تھی۔ یا اُن کی فطرت میں تھی۔ من بعد غربتھا۔ من زائدہ بعد ظرف مضاف۔ غربت مضاف الیہ جار مجرور متعلق موصولۃ کے۔ ھا کی ضمیر ملت کی طرف راجع ہے۔ غربت مسافر ہونا۔ مراد کمزوری۔ موصولۃ از وصل باہم ملنا۔ رحم قرابت۔ موصولۃ الرحم جس کو حقوق صلہ رحمی حاصل ہوں۔ یہ خبر ہے غدت کی ؎

ترجمہ: اسلام کے بہادر برابر لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ شریعت (جو حقیقۃً ان کی فطرت میں داخل تھی) کمزوری اور غربت کے بعد تقویت پا کر اپنے بھائی بندوں کے ساتھ مل گئی ؎

تشریح۔ جب تک اسلام کی کمزوری رفع نہ ہوئی۔ وہ برابر جہاد کرتے رہے۔ وھی ھم جملہ معترضہ ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ شریعت اسلام مجاہدین کی فطرت میں داخل تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی فطرت کو جو کمزور ہوگئی تھی تقویت دی۔ گویا دو بھائی غربت میں جدا ہوگئے تھے۔ جو مجاہدین کی کوشش سے پھر باہم مل گئے۔ غربتھا تلمیح ہے حدیث ان الدین بدء غریبا وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء (رواہ مسلم فی صحیحہ) اسلام شروع میں غریب تھا اور آخیر میں بھی غریب ہوگا پس خوشخبری ہے غریبوں کو۔

	(۱۲۷)
مکفولۃً اَبَدًا مِّنْھُمْ بِخَیْرِ اَبٍ وَخَیْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَیْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ	

دائماً ملت شدہ محفوظ با شوئی پدر	بعد ازیں ہیوہ نہ شد نے یتیم نوحہ گر

مکفولۃ ضمانت کی گئی۔ کفالت ضمانت وحفاظت۔ مکفولہ بمعنے محفوظ۔ غدت کی خبر بعد خبر ہے۔ ابدًا بمعنے دائما۔ زمانہ مستقبل غیر متناہی جیسا کہ ازل زمانہ ماضی غیر متناہی۔ منھم ضمیر راجع مجاہدین کی طرف۔ خیر اب بہترین باپ۔ خیر بعل بہترین شوہر۔ مراد خیر اب اور خیر بعل سے مربی اور متکفل ہے۔ کیونکہ باپ اولاد کا اور شوہر زوجہ کا متکفل ہوتا ہے۔ یہاں خیر اب سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ۔ اور خیر بعل سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ جو پشت و پناہ اُمت ہیں۔ لم تیتم فعل جحد من الیتیم بتقدیم الیاء علی التاء المثناۃ الفوقانیہ بمعنے بے پدر شدن بچہ۔ فلم تئم۔ بروزن

فَلَمْ تَئِمْ۔ لم تئم پہلے تا پھر ہمزہ مکسورہ مشتق ہے امت المرأة۔ ایمۃ سے عورت کا
رانڈ ہونا۔ یعنی ایم۔ یئیمُ بروزن باع یبیع ؛

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکفولہ خبر ہو مبتداء محذوف کی۔ ای کل واحد من الملۃ
والامۃ۔ مکفولۃ یا حال ہے یا بدل ہے موصول کا یا اُس پر عطف ہے۔ اور حرف عطف
محذوف ہے ؛

ترجمہ:- مجاہدین برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ عروس اسلام ہمیشہ کے لئے
بہترین شوہر کی برکت سے مجاہدین کے ہاتھوں میں محفوظ ہوگئی۔ جو نہ تو کبھی یتیم ہوگی اور
نہ کبھی رانڈ ؛

تشریح:- اسلام کی بنیاد ایسے اصول حق پر مبنی ہے کہ یہ کبھی بلا مربی و کفیل نہیں
رہے گا۔ خدا تعالےٰ اس کا حافظ و ناصر ہے۔ فانہٗ نعم المولیٰ ونعم النصیر ؛

(۱۲۸)

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُّصَادِمَهُمْ
مَاذَا رَاٰى مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمٖ

آنچہ دید ند از دم شمشیر شان در کارزار	ہمچو کہ بودند ثابت پرس از شہر دیار

ھُم کی ضمیر مجاہدین کی طرف راجع ہے۔ مبتداء۔ جبال جمع جبل۔ پہاڑ۔ خبر
فَسَلْ فا تفریعیہ ہے۔ سَل صیغہ امر از سال یسال۔ سوال کر۔ دریافت کر۔ یہ جزا ہے شرط
محذوف سے۔ ای ان لم تصدقنی اگر میری بات تسلیم نہیں کرتا۔ تو اُن کے کارناموں
پُوچھ۔ عنھم کی ضمیر مجرور مجاہدین کی طرف راجع ہے۔ مُصادم ظرف۔ از مُصادمۃ
باہم ٹکرانا۔ لڑنا۔ یا جمع مَصْدَم ظرف مکان از صدم یعنی جنگ کا میدان یا مصدر میمی بمعنی جنگ

ما۔ذا یہ دونوں کلمے مل کر ایک ہی کلمہ استعمال ہوتا ہے۔ اور استفہام کے معنے دیتا ہے
معنے ای شئے۔ یہ مفعول ہے رأی کا۔ رأی فعل ماضی رویت دیکھنا۔ رأی کا فاعل مصادم بتاویل
کل واحد۔ بعض نسخوں میں بصیغۂ جمع رأو ہے۔ اس کا فاعل کفار ہونگے۔ منھم کی
ضمیر مجرور مجاہدین کی طرف راجع ہے۔ مصطدم اسم مکان یا زمان وقت جنگ
یا میدان جنگ بعض شارحین نے عنھم کی ضمیر مجرور کفار کی طرف راجع کی ہے بمطلب ظاہر ہے
ترجمہ۔ وہ مجاہدین ثبات و استقلال کے پہاڑ ہیں اگر تجھے میری بات کا یقین نہیں
تو میدان ہائے جنگ سے ان کے کارناموں کی تفصیل پوچھ لے۔ کہ انھوں نے ان کی
تیغ زنی کے کرتب کیا کیا دیکھے ہیں ۔

تشریح۔ ان کے تہور و شجاعت کے آثار اب تک مقامات جنگ میں پائے جاتے
ہیں۔ اور میدان جنگ ان کی داد مردانگی میں گونج رہا ہے۔ یا یہ کہ ملکوں پر اہل اسلام
کا تصرف خود ان کے تہور اور شجاعت کی دلیل ہے۔ یا یہ مراد کہ کفار تو نیست و
نابود ہو گئے اب کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو یہ پتہ دے کہ ان پر کیا گزری۔ میدان جنگ
زبان حال سے مجاہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شجاعت کی شہادت دے رہا ہے ۔

(۱۲۹) وَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

یعنی از تفصیل مرگ شاں کہ بد سخت از وبا	از احد ہم از حنین و بدر پرسی ماجرا

واو عاطفہ عطف سل عنہم پر ہے۔ سل صیغہ امر۔ سوال کر حنین مکہ اور طائف کے
درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ وسل بدرا عطف ہے سل حنینا پر۔ بدر ایک چاہ کا نام ہے

جو اپنے بانی کے نام پر مشہور ہے۔ وَسَلْ اُحداً واؤ عاطفہ۔ سل، بدل اِ پر عطف ہے
اُحُد بضمتین ایک پہاڑ ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ فصول
جمع فصل بمعنی زمانہ قلیل۔ حتف موت۔ فصول حتف اقسام موت۔ اوقات موت۔ لھم
کی ضمیر مجرور کفار کی طرف راجع ہے۔ اَدْھٰی سخت ترین۔ من تفضیلیہ و خم تخمہ۔
بدہضمی۔ مراد وبا اور ہیضہ ہے ؏

ترجمہ۔ اگر تمہیں باور نہ ہو۔ تو کفار کی موت کی تفصیلیں (جو ان کے لئے وبا سے بدتر
تھیں) مقامات جنگ حُنین اور بدر اور اُحد سے پُوچھ لو ؏

تشریح یعنی اُن مقامات سے مفصل حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ میرے قول کی
تصدیق ہو گی۔ کوئی کافر نیزہ سے مارا گیا۔ کوئی تلوار سے اور کوئی تیر سے یعنی معاملہ
ایسا واضح اور ثابت ہے کہ پتھر اور زمین بھی اُس کی شہادت دینے کو تیار ہیں۔ لفظ
سل کا تکرار ایسے موقع پر نہایت فصیح ہے۔ جس سے دعوے کی تقویت اور اُس کے
ثبوت کا استحکام پایا جاتا ہے۔ گویا منکر پر ایک گونہ اتمام حجت ہے ؏

جنگِ حُنین کا مختصر بیان یہ ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکے کو فتح
کیا۔ وہاں ابھی پندرہ دن ہی ٹھیرے تھے۔ کہ بنی ہوازن کو فتح مکہ کی خبر ہوئی۔ تو
اِن کے امیر مالک بن عوف بصری نے بنی ثقیف اور سعد بن ابی بکر وغیرہ قبائل کو جمع
کیا۔ اِس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچی۔ آپؐ نے مجاہدینؓ
کو حُنین کی طرف نکلنے کا حکم صادر فرمایا۔ اِس موقع پر مُسلمانوں کی قریباً دس ہزار فوج
جمع ہو گئی۔ اور تین ہزار کفار کی فوج تھی۔ ایک شخص نے مسلمانوں میں سے اپنی کثرت
فوج پر نازاں ہو کر کہا۔ کہ آج کفار ہرگز فتح نہ پا سکیں گے۔ کیونکہ وُہ بالکل تھوڑے ہیں

اور مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ یہ مقولہ حضرت صلی اللہ کو ناگوار گذرا۔ پھر لشکر اسلام چل پڑا۔ دشمن گھاٹیوں میں چھپے تھے اُنھوں نے مسلمانوں پر دفعتہً حملہ کر دیا مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالٰے کی نصرت کو بھول گئے تھے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ ابوبکرؓ و عمرؓ و علی علیہ الرضوان باقی رہ گئے اِس وقت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفید خچر پر سوار تھے۔ اور فرماتے تھے انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ پھر آپ نے دُعا کی۔ کہ اے خداوند تعالےٰ تو نے فتح کا وعدہ کیا ہے اِس کو پورا کر۔ اور عباسؓ کو فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور دونو لشکر لڑنے لگے۔ اِس موقع پر خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتوں کو بھیجا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی سنگریزوں کی کفار کی طرف پھینکی۔ تمام لشکر کفار بھاگ گیا۔ اور مسلمانوں نے فتح کا نقارہ بجایا۔ واللہ خیر الناصرین۔

قصۂ بدر۔ بدر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ غزوہ رمضان میں واقع ہوُا۔ کل لشکر اسلام میں صرف تین سو تیرہ شخص تھے۔ اور کفار قریباً ایک ہزار تھے۔ اِس جنگ میں بھی خداوند تعالےٰ نے اسلام کی مدد کیلئے ملائکہ بھیجے۔ اُس دن کفار میں سے ستر آدمی قتل ہُوئے۔ اور اتنے ہی قید کئے گئے۔ اور بہت سے سرداران قریش اس جنگ میں قتل ہوئے۔

اُحُد یعنی مدینہ طیبہ کے قریب چار میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جہاں پر یہ غزوہ واقع ہوُا۔

چونکہ جنگ بدر میں مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔ اور بہت سے سرداران قریش بھی مقتول ہُوئے اِس لئے قریش مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اِدھر رسول اللہ صلے اللہ

علیہ آلہ وسلّم کو خبر پہنچی۔ رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا۔ اور لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا! اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائے ذبح کی ہُوئی ہے۔ اور میں ایک محکم زرہ میں ہوں۔ اور میری تلوار ٹوٹ گئی ہے! اور میں ایک کبش کے ساتھ ہوں۔ اور اس خواب کی میں نے یہ تعبیر کی ہے۔ کہ میرے اصحابؓ میں سے کچھ صحابی رضؓ جنگ میں شہید ہونگے! اور زرہ سے مدینہ مراد ہے! اور تلوار کا ٹوٹنا یہ ہے۔ کہ مجھے کچھ تکلیف پہنچیگی کبش (مینڈھا) سے یہ اشارہ ہے کہ میں ایک سردارِ کفار کو قتل کرونگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم جمعہ کے روز جنگ کے لئے باہر نکلے اور لڑائی شروع ہوگئی مشرکین بھاگ نکلے! اور مسلمان مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کفار نے جمع ہو کر یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگ مسلمانوں سے داخل جنّت الفردوس ہوئے! اور جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو بھی کچھ تکلیف پہنچی۔ واللّٰہ تعالےٰ اعلم بالصّواب ؞

(۱۳۰)	اَلْمُصْدِرِی الْبِیْضَ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

آں جوانانے کہ از جعدِ سیاہ و شمناں	تیغ ابیض بردں آرند سُرخ و خوں فشاں

المصدرِیْ در اصل المصدرین تھا۔ اضافت سے نون گرگیا۔ اصدار واپس لانا۔ المصدری منصُوب فعل اس کا امدح محذوف ہے! اور یہ نیا مضمون ہے یا المصدری مجرور بدل ہے ضمیر متہم سے جو مصرعہ ماذا رأی منہم فی کل مصطدم میں ہے۔ بیض جمع ابیض بسفید۔ مراد تلوارِ صیقل شدہ۔ حمر جمع احمر۔ سُرخ مراد خون آلودہ حُمرًا حال ہے بیض کا۔ بعد ظرف۔ المصدری۔ ما مصدریہ۔ وردت ورود کے معنے گھاٹ

پڑجانا۔ داخل ہونا۔ من العدیٰ جار مجرور متعلق بہ کائنات صفت یا حال سوّد کا۔ عدیٰ
جمع عدو۔ دشمن۔ کل مسود۔ کل لفظ سوّر ہے جو کل افراد کو شامل کرتا ہے۔ مسود سیاہ۔
لمم جمع لمہ۔ بال جو کندھوں تک پہنچیں۔ اشارہ ہے نوجوان کفار کی طرف۔ جن کے
بال لمبے اور سیاہ تھے۔

ترجمہ: اسلام کے بہادر اپنی چمکتی ہوئی تلواریں۔ دشمنوں کے لمبے لمبے
سیاہ بالوں پر مارنے کے بعد سرخ واپس لاتے تھے۔

تشریح: ترجمہ لفظی کیا گیا ہے۔ اس لئے اُس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔
سیاہ لمبے لمبے بال سے مُراد کفار کے نوجوان ہیں۔ عرب کا دستور تھا۔ کہ نوجوان جنگ آور
لمبے بال رکھتے تھے۔ اور اُن کو سر کی چوٹی پر لپیٹتے تھے۔ تاکہ جنگ میں سر کی حفاظت ہو سکے۔
ایک تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ لشکر اسلام کے مقابلہ میں کفار کے نوجوان آتے تھے۔
جو اپنے بالوں کو لپیٹے ہوئے ہوتے۔ اور مجاہدین اُن کے سروں پر پہنچ کر بجائے دوسرے
اعضا کے اُن کی چوٹیوں ہی پر ضرب کاری لگاتے تھے۔ عقال اور بالوں کو کاٹ کر تلوار
سر کے اندر گھس جاتی تھی۔ اور پھر مجاہدین اُس کو کھینچ کر سرخ یعنی خون آلودہ واپس لاتے۔
مراد اس میں استعارہ در استعارہ اور کنایہ در کنایہ ہے۔ اور نیز اس میں اظہار ہے کہ ان کا
وار خالی نہ جاتا تھا۔

(۱۳۱)	وَالْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

کاتب انداز نیزۂ خطی نوشتہ خوب خط	کلک شاں نگذاشتہ حرفے کہ باشد بے نقط

واو عاطفہ ہے۔ المصلادی پر عطف ہے۔ کاتبین جمع کاتب۔ با استعانت۔ سُمر جمع اسمر۔
نیزہ گندم گوں خطی منسوب بہ خط جو ایک قصبہ ہے بحرین کے قریب وہاں نیزہ عمدہ تیار ہوتا تھا۔
ما نافیہ۔ ترکت فعل ماضی۔ ترک چھوڑنا۔ اقلام جمع قلم۔ ھم کی ضمیر کاتبین کی طرف راجع ہے
حرف طرف۔ مراد اعضا جسم تن۔ غیر سوا منجم صیغہ اسم فاعل۔ اعجام نقطہ دار ہونا ÷

ترجمہ۔ اسلام کے بہادر سپاہی خطی نیزوں سے لکھنے اور اُن کے قلموں (نیزوں) نے
کبھی کسی حرف (عضو) جسم کو بلا نقطہ (بلا زخم) نہ چھوڑا ÷

تشریح۔ کاتب خط۔ حرف۔ منجم تناسبات شعری ہیں۔ اور باعتبار استعارہ و تشبیہ
لائے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کوئی دشمن ایسا نہیں ہے۔ جس کے اعضاء جسم پر مجاہدین کے
نیزوں کا نشان زخم نہ لگا ہو ÷

(۱۳۴)	شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ

آں زرہ پوشاں کہ ممتاز اند از سیمائے خویش	از مغیلاں چوں گلاب از بوئے خود گردد پیش

شاکی دراصل شاکین تھا اضافت سے نون گر گیا۔ واحد شاکی اور یہ اصل میں شائک کا
مقلوب ہے۔ جس کے معنے ہیں تام السلاح یعنی مکمل ہتھیار والا۔ سلاح ہتھیار۔ شاکی
السلاح جس کے ہتھیار مکمل ہوں۔ شاکی السلاح کاتبین کا بدل ہے جو ما سبق میں مذکور ہے
ھم کی ضمیر شاکی السلاح کی طرف راجع ہے۔ سیما مقصور ہے۔ علامت و نشان مؤنث
ہے۔ کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ تمیز
صیغہ مضارع واحدہ غائبہ مؤنث بمعنے تفرق جدا کرتا ہے۔ ھم ضمیر کاتبین کی طرف ہے

یہ جملہ صفت یا حال ہے سیما کا۔ والورد واو استینافیہ۔ ورد گلاب۔ یمتاز مضارع معلوم بصیغہ واحد مذکر غائب ضمیر راجع ورد کی طرف۔ امتیاز سے یعنی ایک چیز کا دوسری چیز سے الگ ہو جانا۔ بالسیما۔ با حرف سببیہ۔ سیما انسان کے چہرے پر وہ علامت جس کے باعث بعض حالات انسان معلوم ہو جاتے ہیں۔ من بعض نسخوں میں عن آتا ہے۔ دونو درست ہیں۔ سلم ببول کا درخت۔ کیکر ؟

ترجمہ ۔ بہادران اسلام پورے مسلح تھے جن کے لئے ایک خاص نشان تھا۔ جو انہیں دوسروں سے اس طرح ممتاز کرتا تھا جس طرح گلاب ببول کے درخت سے ممتاز ہوتا ہے ؟

تشریح ۔ بہادران اسلام بظاہر تو عام لوگوں جیسے تھے۔ مگر ان میں خاص اوصاف شجاعت۔ استقلال۔ صداقت۔ دیانت۔ تقوےٰ پائے جاتے ہیں۔ جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہو رہے تھے۔ اُن کی مثال گلاب کی سی ہے۔ اگرچہ گلاب اور سلم دونوں خاردار درخت ہیں۔ مگر گلاب اپنی بوئے خوش سے نمایاں امتیاز رکھتا ہے۔ یا یہ معنے ہیں کہ بہادران اسلام کی پیشانی پر سجدہ کے نشان تھے۔ اور نور ایمان اُن کی پیشانی سے چمک رہا تھا۔ جو ان کے لئے نشان امتیاز تھا ؟

(۱۳۳) تُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمُ ۔ فَتَحْسَبُ الزَّهْرَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِي

باد نصرت آیدت زیشاں ببوئے مشک ناف	ہر کیا زرہ ابرانی چوں شگوفہ در غلاف

تهدی صیغہ مضارع معلوم مؤنث واحدہ غائبہ۔ الیک۔ الیٰ واسطے انتہائے غایت کے۔ ک خطاب۔ اِهداء تحفہ پیش کرنا۔ ریاح جمع ریح۔ ہوا۔ مراد باد صبا۔ نصر

نتج - ریاح النصر سے اشارہ ہے حدیث شریف نُصِرۡتُ بالصَّبَاءِ کی طرف - نشر
خوشبو - ھم ضمیر جمع غائب مجاہدین کی طرف راجع ہے - ریاح النصر فاعل تهدی -
نشر ھم مفعول - فتحسب میں فا تفریع - تحسب صیغہ مضارع مخاطب - حسبان شمار
کرنا - زهر شگوفہ - اکمام جمع کم پردہ و غلاف شگوفہ - کمیّ بالتشدید - شجاع
زرہ پہننے والا - ضرورت شعری سے مخفف پڑھا گیا ۔

ترجمہ - نصرت کی باد صبا ان کی بُوئے خوش کو تجھ تک پہنچا رہی ہے، پس
ہر ایک بہادر کو تو ایسا خیال کر کہ وُہ اپنے غلافوں میں ایک شگوفہ ہے ۔

تشریح - بہادروں کی فتحمندی کی خبروں کو بادِ صبا سے اور اسکی خوشی کو جو ان خبروں
سے حاصل ہوتی ہے - خوشبو سے اور زرہ کو غلاف سے اور مجاہد بہادر کو شگوفہ سے
تشبیہ دی گئی ہے یعنی مجاہدین جو زرہ پہن کر جنگ کفار میں داد شجاعت دے رہے
تھے اور ان کی فتحمندی اور کامیابی کی خبریں دُور دراز ملکوں میں پہنچ گئی تھیں -
اُن کو ایسا خیال کرنا چاہیئے - کہ وُہ ایسے شگوفے ہیں - جو غلاف میں لپٹے ہوئے
ہیں - جن کی خوشبو سے عالم مہک رہا ہے ۔

بعض نسخوں میں نشر ھم بالنون کی جگہ بشرھم بالباء ہے - اس صورت
میں بشر کے معنے خندہ روئی - کشادہ پیشانی کے ہوں گے - یعنی ان کی تازہ
روئی تمام جہان میں مشہور ہے - لفظ ریاح النصر - نصرت بالصَّبَا کی تلمیح
ہے ۔

اس شعر کا پڑھنا دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب کرتا ہے ۔

(۱۳۴) كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًى
مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ

مستقر بر پشت اسپاچوں گیاہ کوہ سبز رنگ	از کمالات سواری نے بوجہ سخت تنگ

کاَنَّ تشبیہ کے لئے ہے۔ ھم کی ضمیر مجاہدین کی طرف راجع ہے۔ ظھور جمع ظَہر پشت۔ خیل گھوڑے۔ مذکر، مؤنث دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ نبت گیاہ وسبزہ۔ رُبیٰ جمع ربوۃ۔ ٹیلا۔ ٹیلے کا سبزہ مستحکم اور پائدار ہوتا ہے۔ شدۃ بکسر شین سختی۔ شدید سخت۔ لا من شدۃ لا نافیہ۔ من سببیہ۔ شدۃ (ثانی) بالفتح کسی چیز کو سخت باندھنا۔ زور سے کسنا۔ حزم بفتح الحاء وسکون الزاء احتیاط اور فن سواری میں حاذق ہونا۔ حزم بضم الحاء والزاء جمع حزام۔ گھوڑے کا تنگ جس سے زین کسا جاتا ہے۔ اس شعر میں شدۃ اور حزم دو دفعہ آیا ہے۔ پہلی شدۃ بکسر شین اور پہلا حزم بفتح حاء اور دوسری شدۃ بفتح شین اور دوسرا حزم بضم حا ہے ؂

ترجمہ:۔ بہادران اسلام شہسواری میں یکتا ہونے کی وجہ سے نہ اس وجہ سے کہ ان کے گھوڑوں کے تنگ خوب کسے ہوئے ہیں۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر اس طرح ران جما کر بیٹھتے ہیں۔ جس طرح ٹیلے کی سبز گھاس ؂

تشریح:۔ بہادران اسلام ایسے شاہ سوار اور ان کے گھوڑے اس قدر تیار ہیں کہ ان کو اس گھاس سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جو بلند ٹیلے پر لہلہاتی ہو۔ یا گھوڑے ایسے فربہ اور بلند قامت ہیں۔ کہ ٹیلے سے ان کو تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ مجاہدین ان پر اس طرح آسن جمائے بیٹھے ہیں۔ جس طرح ٹیلے کی گھاس۔ جس کی جڑھ دور تک زمین

میں دھنسی ہوتی ہے۔ اور اصلاً جنبش نہیں کرتی۔ اور ان کا اس طرح جم کر بیٹھنا اس وجہ سے ہے کہ وہ شاہ سواری کے فن میں طاق ہیں۔ نہ اس وجہ سے کہ گھوڑوں کے تنگ کسے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تنگ کسنا فن شہسواری کے ناواقف کے لئے کچھ مدد نہیں دے سکتا۔

(۱۳۵) طَارَتْ قُلُوْبُ الْعِدٰی مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا
فَمَا تُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

قلبِ عدا سخت تر سید از مہران شیر	بچہ بزر اند استند چوں مرد دلیر

طارت فعل ماضی مؤنث۔ طیران اُڑنا۔ قلوب جمع قلب دل۔ طیران القلب دل کا اضطراب۔ پریشانی۔ العدٰی جمع عدو۔ من سببیہ۔ بأس سختی۔ جنگ یا حملہ کی سختی مراد ہے۔ ھم کی ضمیر راجع مجاہدین کی طرف۔ فرقًا مفعول لہ۔ یعنے خوف۔ فما۔ فا نتیجیہ یا سببیہ۔ ما نافیہ۔ تفرق صیغہ مضارع۔ تفریق جدا کرنا۔ امتیاز کرنا۔ ضمیر راجع بسوئے قلوب العدٰی۔ بین درمیان۔ بَھم بفتح با و سکون ہا جمع بہمۃ۔ بکریوں کے بچے۔ بُھَم بضم با و فتح ہا۔ جمع بُہمہ بالضم بہادر۔

ترجمہ۔ دشمنوں کے دل بسبب شدید حملۂ مجاہدین مارے خوف کے اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ وہ بہادروں اور بکریوں کے بچوں میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔

تشریح۔ یعنی ایسے حواس باختہ ہوئے۔ کہ اگر کہیں اِدھر اُدھر بکریوں کے بچوں کا ریوڑ دیکھتے تو خوف زدہ ہو کر کہتے۔ کہ وہ آ گئے۔ مثل مشہور ہے :-

مار گزیدہ از ریسماں مے ترسد

(۱۳۶)

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللهِ نُصْرَتُهُ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

گر نہ بیند بیشش آید شیر گردد ناتواں	ہر کہ را باشد مدد از حضرت عالی نشاں

واو عاطفہ ہے یا استینافیہ۔ مَنْ موصول شرطیہ۔ تکن صیغۂ واحدہ غائبہ مؤنث مضارع اصل میں تکون تھا۔ مَن کے آنے سے تکُن ہو گیا۔ برسول اللہ باء استعانت یا سببیہ رسول اللہ فرستادۂ خدا تم۔ مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خبر مقدم ہے تکن کی۔ نصرتہ نصرت یاری فتحمندی مضاف۔ ہ ضمیر مضاف الیہ راجع بہ من۔ اِن حرف شرط۔ تَلْقَ مضارع واحدہ غائبہ مؤنث۔ لقی یلقی سے لقاء دیکھنا۔ ملنا۔ ہ ضمیر مَن کی طرف ہے۔ اُسد جمع اسد۔ شیر۔ فی ظرفیت کے لئے اٰجام جمع اجم جمع اجمۃ جنگل۔ ھا کی ضمیر اُسْد کی طرف ہے۔ تجم صیغۂ مضارع واحدہ مؤنث۔ وجم یجم وجمًا سے وجم بمعنی سکوت اور دم بخود ہونا۔ پہلا مصراع شرط ہے اور دوسرا مصراع جزا۔ شرط اور جزا دونوں مل کر پہلے مصراع کی جزا ہے۔

ترجمہ۔ اور جس شخص کو حضور علیہ السلام کی امداد ہو۔ اگر اس کے سامنے جنگل کے شیر بھی آجائیں۔ تو مارے خوف کے دم بخود ہو جاتے ہیں +

تشریح۔ اس شعر میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو امام نووی رح نے شرح السنۃ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ سفینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام کفار کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ موقع پا کر کسی طرف کو نکل بھاگا۔ ایک جنگل میں شیر نے اس کا رستہ روک لیا۔ اس نے کہا اے شیر! میں رسول اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اور اپنے لشکر میں

جاتا ہوں۔ یہ سُن کر شیر اُس کے آگے آگے ہو لیا۔ اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے ایک شیر کو کہ جس نے کئی آدمی ہلاک کئے تھے۔ اور لوگ اُس سے سخت مصیبت میں تھے۔ کان سے پکڑ کر کہا۔ کہ لوگوں کو مت ستاؤ۔ اس کے بعد وہ جنگل کو کہیں چلا گیا۔ اور لوگوں نے اُس کی اذیت سے نجات پائی ۔

(۱۳۷) وَلَنْ تَرٰى مِنْ وَّلِيٍّ غَيْرَ مُنْتَصِرٍ
بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصِمِ

دوستش بینی ہمیشہ کامیاب و کامراں	دشمنش بینی تو یا شد دل شکستہ ناتواں

واو عاطفہ عطف اس شعر کا شعر ما سبق پر ہے۔ لن ترٰی۔ لن حرف تاکید۔ ترٰی صیغہ مضارع مخاطب۔ رویت دیکھنا۔ من ولی۔ من زایدہ ولی دوست۔ مراد ہر مومن عاشق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیر منتصر مدد نہ کیا گیا۔ نا کامیاب۔ لن کے آنے سے نفی در نفی بمعنے اثبات ہوا یعنی تو ہمیشہ حضور علیہ السلام کے دوست کو فتحمند دیکھیگا انتصار مدد پانا۔ قوت حاصل کرنا۔ نصرۃ مدد۔ منتصر یا تو صیغہ فاعل ہے یا مفعول کا مگر صیغہ مفعول کو ترجیح ہے۔ منتصر بصیغہ فاعل مدد پانے والا و بصیغہ مفعول مدد دیا گیا۔ بہٖ کی ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ واو عاطفہ۔ لا نافیہ۔ عدو دشمن۔ منقصم بالقاف شکست خوردہ۔ انقصام ٹوٹنا۔ من ولی و من عدو میں من عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے کسی غلام کو نہ دیکھو گے۔ کہ آپ کی امداد سے وہ فتحمند نہ ہو اور آپ کا مخالف کوئی ایسا نہ ہوگا جو ذلیل اور شکستہ حال نہ ہو۔

تشریح: دنیا اور آخرت میں پابند شریعت محمدیؐ مظفر اور منصور ہوگا۔ اور مخالف

دونوں جہان میں ذلیل رہے گا۔

چہ غم دیوار اُمت را کہ باشد چوں تو پشتیباں
چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوحؔ کشتیباں

(۱۳۸)

اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِہٖ
کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

اُمت خود را در آوردہ بحفظِ دین خود	ہمچو آں شیرے کہ بچہ ہا بہ بیشہ مے بُرد

اَحَلَّ فعل ماضی متعدی۔ الاحلال اُتارنا۔ مراد پناہ دینا۔ اُمت گروہ محمدیؐ فِیْ ظرفیہ۔ حِرز پناہ۔ ملّت مذہب شریعت۔ ضمیر اُمتہ و ملّتہ راجع حضور علیہ السلام کی طرف ہے۔ کاللیث کاف تشبیہ۔ لیث شیر۔ حَلَّ فعل لازم۔ حلول اترنا۔ مع کے ساتھ نتیجۃً متعدی ہُوا۔ الاشبال جمع شبل بچۂ شیر۔ اَجَم جمع اجمہ جنگل ؎

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کو اپنے دین کے قلعہ میں لے لیا۔ جس طرح جنگل کا شیر اپنے بچے کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے ؎

تشریح:۔ شیر اپنے بچوں کی حفاظت نہایت احتیاط سے کرتا ہے نہایت گنجان جنگل یا پہاڑ میں جہاں کسی کا گذر نہ ہو سکے اُن کی تربیت کرتا ہے۔ اور شیر نر اور مادہ پہرہ دیتے ہیں۔ شیر کی ذاتی قوت اور نگرانی اور محفوظ جگہ ہونے کے باعث کوئی اُس کے بچوں پر قابو نہیں پا سکتا۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت آپ کی پناہ میں ہے۔ کیونکہ دین مانند حصن حصین کے ہے! اور حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اور ہمدردی بمنزلۂ قوت شیر کے ہے۔ کس کا حوصلہ ہے کہ اُمت کو اذیت پہنچائے۔

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شیر اور اُمّت کو شیر کے بچوں اور دین کو نیستان سے تشبیہ دینے میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے حق بلاغت ادا کر دیا ہے ۔

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللهِ مِنْ جَدِلٍ
فِيْهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمٍ

بس کہ قرآں بہر دادش سرِ منکر شکست	آیت برہاں زباں دشمن او را بہ بست

کم خبریہ ہے ۔ جدلت فعل ماضی ۔ تجدیل زمین پر گرانا ۔ کلمات اللہ فاعل جدلت مراد قرآن شریف ۔ مِن زائدہ ۔ جدل صیغہ صفت مشبہ ۔ بہت جھگڑنے والا ۔ فیہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اسلام کی طرف راجع ہے ۔ وکم خصم واؤ عاطفہ اس کا عطف کم جدلت پر ہے ۔ کم خبریہ ۔ خصّم بالتشدید خصومت میں غالب آیا ۔ برھان دلیل ۔ مراد معجزہ ۔ فاعل خصِم صیغہ صفت ۔ بہت خصومت کرنے والا ۔ من جدل اور من خصم میں مِن زائدہ ہے ۔ جیسا کہ کہتے ہیں ۔ قد کان من مطر ۔ بارش ہو رہی تھی ۔ جدلت اور خصّم باب تفعیل سے ہیں اس باب کے خواص میں سے تغلیب ہے ۔ ان افعال میں بھی یہی خاصہ پایا جاتا ہے ۔

ترجمہ ۔ کئی بار قرآن مجید نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ کرنیوالوں کو نیچا دکھایا ۔ اور کئی دفعہ معجزات نے سخت ترین دشمن کو مغلوب کیا ۔

تشریح ۔ آیات قرآنیہ کا فصاحت و بلاغت میں کئی بار عرب کے بڑے بڑے قادر الکلام فصحا و بلغا نے مقابلہ کیا ۔ آخر ناکام رہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں جا بجا تحدی مذکور ہے ۔ اور کئی دفعہ اظہار معجزات سے حضور علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق ہوئی ۔ اور مخالف مغلوب ہوئے یعنی جس طرح جنگ میں کفار مغلوب اور ذلیل ہوتے تھے ۔

اسی طرح فصاحت اور بلاغت کے مقابلے میں عاجز آتے تھے۔ فصاحت و بلاغت قرآن لفظ اور ظہور معجزات کو دیکھ کر سوائے تسلیم کے انہیں کوئی چارہ نہیں تھا ۔

فائدہ:۔ اس شعر کا ربط بظاہر اُن اشعار ماسبق سے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے جہاں قرآن مجید کے اعجاز کا ذکر آچکا ہے۔ اس شعر کے پڑھنے سے مناظرے میں مخالفین پر فتح ہوتی ہے ۔

(۱۴۰)

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأْدِيبِ فِي الْيُتُمِ

در زمان جاہلیت ہست اعجاز عظیم	اُمیے گشتہ علیم وہم مؤدب شد یتیم

کفی صیغہ ماضی۔ کفی یکفی کے باب سے ہے فاعل اس کا علم ہے۔ کاف خطاب ہے کفایۃ کافی ہونا۔ عام خطاب ہے۔ ای کفاک علمک فی کونہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمیا معجزۃ تمیز ہے۔ بالعلم میں با زائدہ ہے علم جاننا۔ فی الامی یہاں مضاف محذوف ہے۔ ای فی شان الامی۔ اُمّی کی کئی توجیہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُم کی طرف منسوب ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اور آپ والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی گود میں رہ گئے ۔

یا مکہ معظمہ جس کو اُم القریٰ کہتے ہیں۔ یا اُم العرب قبائل عرب کی طرف۔ جو اکثر خط و کتاب اور حساب نہیں جانتے تھے۔ منسوب ہیں۔ اور اصل میں اُمّی کے معنے وہ شخص ہے جو پڑھا لکھا ہوا نہ ہو ۔

معجزہ کوئی امر جو بطور خرق عادت پیغمبر علیہ السلام سے بمقابلہ منکرین نبوت ظہور میں آئے۔

جاھلیۃ مراد زمانہ جاہلیت جو قبل از اسلام ہے تا دیب ادب دینا۔ یتم بے پدر رہ جانا۔

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام کا زمانہ جاہلیت میں اُمی ہو کر علم حقیقی کا عالم ہونا۔ اور یتیم رہ کر صاحب ادب ہونا (ایک سمجھ دار آدمی کے لئے) یقینی حجت ہے۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معجزہ ہے۔ مخالفین کو عاجز کرنے والا۔

تشریح:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے جس میں تعلیم مفقود ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے نہ تو کسی قسم کی تعلیم حاصل کی اور نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اسی واسطے آپؐ کا لقب اُمی ہوا۔ مگر باوجود اس کے تمام علوم ظاہری اور باطنی کا خزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ رب العزت سے عنایت ہوا۔ الغرض آپؐ یتیم رہ گئے تھے۔ اور کوئی مربی نہیں تھا۔ قوم بھی سب کی سب جاہل تھی۔ مگر جب خلعت رسالت آپؐ کو عطا ہوئی تو سب لکھے پڑھوں پر غالب آ گئے ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

پس اے مخاطب ایسے حالات میں دوسرے معجزات سے قطع نظر کر کے (جو بطور خرق عادت ظاہر ہوئے یا آیات قرآن شریف سے ثابت ہوئے) تیرے لئے یہ معجزہ کافی نہیں۔ کہ آپ پر تمام اسرار و معارف کھل گئے۔ اور اداب و فضائل اور اخلاق میں تمام عالم کے پیشوا مانے گئے۔ اور آپ کے کلام حقیقت التیام کے سمجھنے میں دنیا کے بڑے بڑے عقلاء و اذکیا بھی وبدیوانہ ہو کر بیٹھ گئے۔ سبحان اللہ ما اعظم شانہ وما اجلی برھانہ ؎

نگار ما کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

یعود الی مدحہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویظھر تقصیر النفس عن المھمات ویرجوا شفاعتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

اَلْفَصْلُ التَّاسِعُ فِی التَّوْبَۃِ بِسُوْءٍ لِلّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(۱۴۱) خَدَمْتُہٗ بِمَدِیْحٍ اَسْتَقِیْلُ بِہٖ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَّضٰی فِی الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

زیں مدائح بخشش و غفراں بخواہم زاں گناہ	اکانچہ شد سرزد زمن در خدمت توصیف شاہ

خدمت۔ صیغہ واحد متکلم فعل ماضی۔ خدمۃ۔ چاکری کرنا۔ ہٗ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ بمدیح۔ ب جار۔ مدیح مدح و ستائش مجرور۔ مراد اس قصیدہ سے ہے۔ یا مجموعہ قصاید سے جو مصنف رحمہ نے نعت میں لکھے۔ استقیل فعل مضارع واحد متکلم۔ استقالہ طلب عفو۔ بہٖ کی ضمیر مجرور مدیح کی طرف راجع ہے۔ ذنوب جمع ذنب گناہ۔ عمر حیات زندگانی۔ مضٰی فعل ماضی۔ المضی گذرنا۔ شعر سخن موزون۔ خدم جمع خدمت۔ نوکری۔

ترجمہ۔ مَیں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی نعت میں یہ قصیدہ اس خیال پر لکھا ہے۔ کہ مَیں اس کے ذریعے سے اپنی عمر بھر کے اُن گناہوں کو معاف کرا لوں۔ جو اُمرا و سلاطین کی مدح سرائی اور ملازمت میں سرزد ہوئے۔

تشریح۔ شیخ ناظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میری غرض اس نعت سے یہ ہے۔ کہ اکثر حصہ میری عمر کا شاعری اور ملازمت شاہی میں گذرا۔ شعر گوئی سوائے حمد و نعت و منقبت بزرگان اور حکمت و دانش کے مذموم و ممنوع ہے۔ چنانچہ الشعراء یتبعھم الغاوٗن انہی لوگوں کی شان میں ہے۔ جو فضول نظمیں لکھی جاتی ہیں۔ ان میں ضرور کوئی

نہ کوئی امر خلاف شریعت شامل ہو جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس ملازمت امرا کا بھی یہی حال ہے۔ اِس لئے شاعری اور چاکری میں گناہوں سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ اِس لئے مَیں اس قصیدہ کو اپنے گناہوں کی معافی کا وسیلہ خیال کر کے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں ! ایک کتاب سے معلوم ہوا ہے کہ ناظم رحمہ کسی بادشاہ کا وزیر تھا۔ خاکسار مترجم گنہگار کی بھی بالکل یہی حالت ہے۔ کہ شاعری اور مختلف عہدوں اکثر انہار وشیرمال اور قائمقام ریونیو ممبر) کی ملازمت میں تمام عمر گذری۔ اے شفیع المذنبین میرے حال پر رحم فرمائیں ! آپ کی شفاعت میرے مغفرت گناہ کا وسیلہ اور آپ کی محبت میرے لئے اطمینان قلب کا ذریعہ ہو ✝

إِذْ قَلَّدَانِي مَا تُخْشٰى عَوَاقِبُهُ كَأَنَّنِي بِهِمَا هَدْيٌ مِّنَ النَّعَمِ	(۱۴۲)

ہمچو قربانی بندم تیغ و خنجر آختہ	شعر و خدمت رشتۂ در گردنم انداختہ

اِذْ تعلیل کے لئے ہے۔ شعر ما سبق کی علت ہے۔ قلّدا صیغہ تثنیہ ہے فاعل ضمیر راجع بشعر و خدم ہے۔ نون وقایہ یائے متکلم مفعول۔ تقلید گردن میں پٹہ ڈالنا۔ مَا موصولہ تخشٰی فعل مضارع مجہول۔ خشیۃ ڈرنا بعض نسخوں میں اخشی فعل مضارع متکلم آیا ہے۔ عواقب جمع عاقبہ انجام کار مراد عذاب۔ عواقبہ کی ضمیر راجع مَا کی طرف ہے۔ کَاَنَّ تشبیہ کا حرف ہے۔ یائے متکلم اس کا اسم ہے۔ بھما۔ ب سببیہ۔ ھما ضمیر راجع شعر و خدم کی طرف۔ ھدیٌ خبر۔ وہ جانور قربانی کا جو بتقریب حج وغیرہ ذبح کیا جاتا ہے۔ مِنْ تبعضیہ۔ نعم بفتحتین اونٹ۔ گائے۔ بکری کو کہتے ہیں۔ اس کی

جمع انعام ہے۔ اور یہ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے ۔

ترجمہ ۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ شعر اور ملازمت شاہی نے میری گردن میں ایک ایسے امر کو بطور قلادہ پہنا دیا ہے۔ جس کے نتائج بد سے ڈرایا جاتا ہے۔ گویا شعر اور ملازمت اُمرا نے مجھے قربانی کا جانور بنا رکھا ہے۔ جو بالآخر ذبح کیا جاتا ہے۔

تشریح ۔ پٹہ اُس جانور کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ جو قربانی کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ جو جانور مکہ شریف کو بتقریب حج یا عمرہ بھیجا جاتا ہے۔ اُس کے گلے میں پٹہ ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ کوئی اس سے متعرض نہ ہو۔ ناظم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔ کہ میری گردن میں شعر اور ملازمت نے گناہ کا پٹہ ڈالدیا یعنی شعر اور ملازمت نے مجھے اسیر گناہ بنا دیا۔ جو موجب ہلاکت ہے۔ حضور علیہ السلام کی شفاعت نے میری دستگیری کی۔ تو میرا انجام بخیر ہوگا۔ ورنہ ہلاک کا اندیشہ ہے ۔

(۱۴۳) اَطَعْتُ غَیَّ الصِّبَا فِی الْحَالَتَیْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَی الْاٰثَامِ وَالنَّدَمِ

در دو حالت ہمچو طفلاں بود ام آوارہ گرد	جز ندامت کو شش من ہیچ چیزے حاصل نکرد

اطعت فعل ماضی متکلم ۔ اطاعت فرمانبرداری۔ غیّ گمراہی۔ مراد خیالات فاسد صبا بکسر الصاد و بقصر۔ لڑکپن۔ یعنی جہالت۔ حالتین ہر دو حالت۔ شاعری ملازمت شاہی ما حصلت بالتشدید۔ ما نافیہ۔ میں نے حاصل نہ کیا۔ اثام جمع اثم بمعنے گناہ۔ ندم بفتحتین پشیمانی ۔

ترجمہ ۔ ہر دو حالت (شعر اور ملازمت شاہی) میں بچپن کے خیالات فاسدہ کے تابع رہا۔

اور میں نے گناہوں ورپشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ کیا۔

تشریح ۔ اگرچہ مطلق شعرگوئی اور ملازمت ممنوع نہیں ہے ۔ مثلاً خدا تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی تعریف کرنا ۔ جیسا کہ حضرت حسانؓ و حضرت نعمانؓ وغیرہما نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں قصاید لکھے ۔ اور قاضی شریح نے ملازمت کی اور عدالت و انصاف کو ہر ایک مقدمہ میں ملحوظ رکھا مگر میں نے شعر کو برمحل استعمال نہ کیا ۔ بادشاہوں کے قصاید مدحیہ لکھتا رہا ۔ اور اس میں بے معنی مبالغہ کرتا رہا ۔ جیسا کہ متنبی کا ایک شعر ہے ؎

وقالوا اھل یبلغک الثریا   فقلت نعم اذا شیئت السفالا

اور شاہی خدمت میں پورا پورا انصاف بین العباد نہ کر سکا۔

(۱۴۴) فیا خسارۃ نفسٍ فی تجارتھا
لم تشتر الدین بالدنیا ولم تسم

دیں بدنیائے دنی نخرید این نفس لئیم	از حماقت در تجارت کرد نقصان عظیم

فا تفریع کے لئے ۔ یا حرف ندا ۔ اس جگہ تنبیہ کے لئے آیا ہے ۔ خسارۃ نقصان تجارت ۔ نفس مراد ذات و وجود بعض نسخوں میں نفسی آیا ہے ۔ فی تجارتھا ۔ فی جار ۔ تجارت مجرور متعلق خسارت کے ۔ ای فی وقت تجارۃ النفس ۔ لم تشتر صیغہ جحد ۔ اشترا خریدنا ضمیر اس کی نفس کی طرف راجع ہے ۔ الدین بالدنیا ۔ دین سے مراد اطاعت احکام شرعی ۔ دنیا سے مراد اشتغال امور دنیا ۔ دنیا کی تعریف ہے ۔ دنیاک کل ما یشغلک عن مولاک ۔ جو تجھے خدا کی یاد سے ہٹائے وہ تیری دنیا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بدن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا مؤنث ادنیٰ از دنو بمعنی قریب یعنی قریب الزوال لم تسم۔ تسم سام یسوم سوما سے مشتق ہے۔ سوم سودا کرنے کے لئے آمادہ ہونا۔ فاعل اس کا ضمیر نفس ہے یا خسارۃ نفس میں منادی محذوف ہے یعنی یا قوم انظروا خسارۃ النفس۔ اے قوم نفس کا زیان دیکھو یا خود خسارت نفس منادیٰ ہے۔ اس شعر میں آیۂ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ ؕ

ترجمہ۔ اے میرے غمگسارو! میرے نفس کی تجارت کو تو دیکھو۔ کہ اس نے تو دنیا کے عوض میں دین خریدا اور نہ اس کے خریدنے کا ارادہ کیا ہے ؕ

تشریح۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ آخرت پر دنیا ناپائدار کے فوائد کو مقدم سمجھا جائے۔ اگر منادٰے خسارت نفس ہو تو یہ معنے ہونگے۔ اے لے خسارت نفس کہ یہ سرکش نفس نقصان میں حد سے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ دین کو بھی اس نے دنیا کے بدلے بیچ ڈالا۔ آخر نقصان کی بھی تو کوئی حد ہوا کرتی ہے ؕ

وَمَنْ يَّبِعْ اٰجِلًا مِّنْهُ بِعَاجِلِهٖ يَبِنْ لَّهُ الْغَبْنُ فِيْ بَيْعٍ وَّفِيْ سَلَمِ	(۱۴۵)

بیع باشد یا سلم سرمایہ را ضائع کنی	آخرت اگر فروشی بہر دنیائے دنی

واو ابتدائیہ ہے۔ مَن اسم شرط۔ مبتدا۔ یَبِعْ فعل مضارع۔ اصل میں یَبِیْعُ تھا۔ مَن شرطیہ کے آنے سے مجزوم ہوا۔ بَیْع فروخت کرنا۔ اٰجِل دیر کے بعد آنے والا۔ مراد آخرت۔ منہ کی ضمیر راجع مَن کی طرف یا دین کی طرف۔ عاجل جلد آنے والا۔ مراد دنیا عاجلہ کی ضمیر مَن کی طرف راجع ہے۔ یَبِن فعل مضارع۔ بیان ظاہر ہونا۔ لَہٗ کی

ضمیر مجرور رہن کی طرف ہے۔ غَبن بفتح الغین وسکون الباء نقصان۔ بیع دست بدست سودا
کرنا۔ سلم وہ بیع جس میں قیمت پہلے دی جائے۔ اور چیز کچھ عرصہ کے بعد لی جائے۔ جس کو
بدھنی کہتے ہیں +

ترجمہ ۸۸: جس شخص نے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا۔ تو کچھ شک نہیں کہ
اُس نے بیع اور سلم دونوں میں بہت بڑا نقصان اُٹھایا ہے +

تشریح: نیک اعمال کا صلہ دنیا اور آخرت میں ملتا ہے۔ دنیا میں صلہ کا ملنا بیع کا
حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ نیک عمل کرنے کے ساتھ ہی صلہ مل گیا۔ اور آخرت میں نیک عملوں
کی جزا میں مدارج عالیہ کا ملنا سلم کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں نیک عمل کئے اور آخرت
میں اُس کا عوض پالیا۔ جس شخص نے کوئی نیک عمل ہی نہیں کیا۔ اور دنیا کے دھندوں میں
پھنسا رہا تو اُسے نہ دنیا میں صلہ مل سکتا ہے نہ آخرت میں + جائز تجارت کے لئے اس شعر کا
ایک دفعہ نماز ظہر کے بعد پڑھنا۔ تاجر کو خرید و فروخت میں نفع دیتا ہے +

(۱۴۶)

إنْ آتِ ذَنْباً فَمَا عَهْدِي بِمُنْتَقِضٍ
مِنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِي بِمُنْصَرِمِ

گر گناہے سر زد از من عہد من نشکند
دست من در دامنش کے رشتہ من بگسلد

اِنْ شرطیہ۔ آتِ بصیغہ مضارع متکلم واحد در اصل آتی تھا۔ اِن شرطیہ کے آنے سے یا حذف
ہوئی۔ یہ مشتق ایتاءٌ سے ہے جس کے معنے دینا۔ لانا ہے۔ یہاں آتاہ بمعنے فعلہ آیا ہے۔
ذنب گناہ۔ مراد گناہ کبیرہ۔ فَمَا۔ فا جزا کی ہے۔ ما نافیہ۔ عہد پیمان۔ بمنتقض
با زائدہ۔ منتقض اسم فاعل بمعنے ٹوٹنے والا۔ انتقاض ٹوٹ جانا۔ مِن النبی جار مجرور

متعلق منتقض۔ ولا حبلی واو عاطفہ لا نافیہ حبلی اسم لا حبل رسی۔ مراد واسطہ اور علاقہ بمنصرم بازائدہ۔ منصرم اسم فاعل بمعنے منقطع۔ انصرام قطع ہونا خبر لا ؂

ترجمہ: مَیں اگرچہ گناہ کا مرتکب ہوتا رہا ہوں۔ پر میرا وہ تعلق جو حضور علیہ السلام سے ہے۔ ہرگز قطع نہیں ہو سکتا۔ اور نہ میری اُمید کی رسی کٹ سکتی ہے ؂

تشریح: پہلے اشعار میں ناظم علیہ الرحمۃ نے ظاہر کیا تھا۔ کہ مجھے شامت اعمال سے آخرت کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس شعر میں اپنے دل کو تسکین دیتے ہیں۔ کہ مجھے کوئی خوف کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگرچہ مَیں گنہگار ہوں۔ لیکن چونکہ مَیں خدا تعالےٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس لئے شفاعت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ یہ ایسا تعلق نہیں ہے۔ کہ گناہوں سے ٹوٹ سکے۔ عہد سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وعدۂ شفاعت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے۔ شفاعتی لاھل الکبائر ؂

بیمار شخص کے لئے اس کا ہر وقت وِرد رکھنا بیماری سے شفا دیتا ہے ؂

(۱۴۷)

فَاِنَّ لِیْ ذِمَّۃً مِّنْہُ بِتَسْمِیَتِیْ
مُحَمَّدًا وَّھُوَ اَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

چوں محمد نام دارم تکیہ ام برنام او ست	از خلائق برتر آمد در وفائے عہد دوست

فا تعلیلیہ ہے یعنی پہلے شعر کی علت ہے۔ یا تفسیر کے معنے دیتا ہے۔ یعنی پہلے شعر کی تفصیل و تفسیر ہے۔ ذمۃ عہد و پیمان منہ کی ضمیر مجرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ بتسمیتی با سبب کے معنے دیتی ہے۔ تسمیہ نام رکھنا۔ اور ذکر کرنا۔ محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ستودہ شدہ۔ سب ناموں سے اس کو

فضیلت زیادہ ہے۔ واوا بتدائیہ ہے۔ نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔ ھو کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ اوفیٰ صیغہ فعل التفضیل مشتق وفا سے بہت وفا کرنے والا۔ ذمم جمع ذمہ۔ یہ شعر شعر سابق کی دلیل ہے ؛

ترجمہ :- کیونکہ میرا نام بھی محمد ہے۔ سو اس ہمنامی کی وجہ سے آپ کا عہد و پیمان میری شفاعت کے لئے لازم الایفاء ہو گیا۔ کیونکہ آپ تمام دنیا سے ایفائے عہد میں بڑھے ہوئے ہیں ؛

تشریح - شیخ علیہ الرحمۃ کا نام **شرف الدین محمد** ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہمنامی کی وجہ سے میری شفاعت لازم ہو گئی ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن منادی ہوگی کہ جس کا نام محمدؐ یا احمدؐ ہے۔ وہ بہشت میں جانے کے لئے کھڑا ہو جائے ؛

بعض نے لکھا ہے کہ جب ناظم شرف الدین محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے عالم رؤیا میں یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں پڑھا تھا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محمدؐ کے نام سے پکارا تھا۔ اس لئے اس واقعہ کو ذمہ قرار دیتا ہے ؛

	(۱۴۸)
إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَعَادِي آخِذًا بِيَدِي فَضْلًا وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ	

از رہ لطف و عطا و فضل و اکرام و سخا	وائے برمن گر نگیرد دست من روز جزا

اِنْ شرطیہ۔ لم یکن فعل جحد۔ فی جار۔ معاد یا مصدر ہے یا اسم زمان و مکان مراد زمانہ بعد الموت۔ یا قیامت۔ مجرور۔ آخذ پکڑنے والا۔ ب جار۔ ید ہاتھ۔ فضل وہ

عنایت جو بلا استحقاق ہو۔ اِلَّا اس لفظ میں شارحین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں یہ حرف استثنا ہے بعض کا خیال ہے۔ کہ اِلّا بمعنی عہد و پیمان ہے۔ تمیز ہے اخذا سے۔ یا حرف ندا حسرت کے لئے ہے۔ منادیٰ زلۃ القدم ہے۔ زلۃ القدم پاؤں کا پھسلنا۔ ارتکاب معاصی۔ شامت اعمال یعنی اے لوگو! میری لغزش قدم اور گناہوں کی شامت کو دیکھو۔

ترجمہ ۔ اگر آپ قیامت کے دن از روئے مہربانی و پیمان میری دستگیری نہ فرمائینگے۔ تو مجھے کہنا چاہیے کہ ہائے لغزش یعنی میری قسمت۔

تشریح ۔ ایک شارح نے اِلّا کی نسبت لکھا ہے۔ کہ در اصل ان۔ لا۔ اِن شرطیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ اِن کے نون کو لام میں ادغام کیا گیا۔ اس کی شرط و جزا دونوں محذوف ہیں۔ ای ان لم یکن ترک اخذہ فانا ناج فائز بالمطلوب۔ یعنی اگر قیامت کے دن آپ میری امداد کو نہ چھوڑیں۔ تو میں ناجی اور کامیاب ہو گیا۔ گویا یہ جملہ معترضہ ہے درمیان شرط۔ ان لم یکن فی معادی اخذا بیدی فضلاً۔ اور جملہ "یا زلۃ القدم" کے یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ شرط و جزا دونو محذوف کرنے پڑتے ہیں بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اِلّا یہاں زائد ہے۔ اس صورت میں بھی شعر کے معنے صاف ہیں۔

	(۱۴۹)
حَاشَاهُ اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِيْ مَكَارِمَهٗ اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ	

بس بعید از سائلے محروم گردد از درش	یا پناہ جوئندہ خستہ حال آید از برش

لہ جیساکہ یہ توجیہ معقول نہیں ایسے ہی اِلّا بمعنے عہد و پیمان بھی یہاں کچھ چسپاں نہیں ہے۔ کیونکہ معاملہ جب محض فضل پر موقوف ہے۔ تو عہد کیسا؟ پس اِلّا زائد ہے جیساکہ آخری توجیہ ہے۔

حاشا بمعنے اَتنزّہ۔ پس حاشاہ بمعنے اُنزِّھہ ہُوا۔ فاعل اس کا ضمیر ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ ہ ضمیر مفعول نوکہ اللہ تعالیٰ رسولہ من ان یحرم الراجی او یرجع الجار۔ یحرم فعل مضارع معلوم احرام سے مشتق ہے کسی کو محروم کرنا۔ اس کے دو مفعول ہونگے۔ مثلاً احرم زید عمراً من مالہ محروم کیا زید نے عمر کو اپنے مال سے عمر پہلا مفعول من مالہ دوسرا مفعول۔ اس شعر میں یحرم فعل۔ اس کی ضمیر جو راجع حضور علیہ السلام کی طرف ہے۔ وہ فاعل الراجی مفعول اوّل۔ مکارمہ دوسرا مفعول ہے۔ یا یحرم کا فاعل مکارم ہے۔ اور راجی مفعول جو منصوب ہونا چاہئیے تھا۔ مگر ضرورت شعری کی وجہ سے یا ساکن ہوئی۔ راجی اُمیدوار مفعول یحرم۔ دونوں توجیہیں شارحین نے رکھی ہیں۔ مکارم جمع مکرمت بخشش فاعل یحرم۔ یرجع مضارع۔ رجوع لوٹنا۔ واپس ہونا۔ جار ہمسایہ دوست۔ منہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ محترم اسم مفعول احترام۔ معزز رکھنا۔ غیر محترم ذلیل۔ اگر یحرم بصیغہ مجہول ہو۔ تو راجی مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا۔ اور مکارمہ منصوب ہوگا بتقدیر حرف من جیسا کہ قاعدہ ہے۔ یعنی من مکارمہ۔ اور بعض نسخوں میں بجائے یحرم کے یمنع ہے ؎

ترجمہ۔ آپ کی ذات اقدس سے یہ بعید ہے۔ کہ آپ کے الطاف و کرم اُمیدوار کو محروم کریں۔ یا آپکے الطاف سے وہ محروم کیا جائے۔ اور آپ کا پناہ گزیں آپ کی درگاہ سے بلا احترام واپس ہو ؎

تشریح۔ شیخ علیہ الرحمۃ کا اس شعر سے مطلب ہے کہ میرا یہ خیال کرنا۔ کہ شاید میں محروم رہ جاؤں۔ باطل ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس اس سے منزہ ہے۔ کہ آپ کی درگاہ عالیہ سے کوئی ارادتمند بلا عطائے خلعت الطاف و کرم واپس کیا جائے۔ پس ایسی حالت

میں کس طرح محروم رہ سکتا ہوں ؏

(۱۵۰)

وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِیْ مَدَائِحَهٗ
وَجَدْتُّهٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمِ

من از آں روزے کہ مشغولم بمدح مصطفےٰ
یافتم اُو را معین و ناصر اندر نہر بلا

مُنْذُ ابتداء زمانہ کے لئے آتا ہے۔ اَلْزَمْتُ فعل ماضی متکلم از الزام لازم کرنا۔ افکار جمع فکر۔ اندیشہ۔ سوچنا۔ مدائح جمع مدیح نعت۔ ہ کی ضمیر مضاف الیہ حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ وجدتہ وجدان پانا۔ حاصل کرنا۔ ہ کی ضمیر مفعول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے۔ لخلاصی لام اجلیہ۔ خلاصی نجات۔ یائے متکلم اپنی نجات کیلئے۔ ملتزم بصیغہ اسم فاعل لازم پکڑنے والا۔ مراد معاون۔ مددگار۔ خیر ملتزم بہت اچھا معاون ؏

ترجمہ: مَیں نے جب سے اپنے افکار کو حضور علیہ السلام کی نعت کے لئے لازم یا وقف کر دیا ہے۔ تب سے مَیں نے حضور علیہ السلام کو اپنی نجات کا بہترین معاون پایا ؏

تشریح: یعنی جب سے اِدھر اُدھر سے ہٹ کر مَیں نے حضور علیہ السلام کی نعت کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ تب سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم یقیناً میری مخلصی کے ضامن بن گئے۔ اشارہ ہے کہ فالج کی بیماری جاتی رہی۔ یا عذاب دوزخ سے نجات کے کفیل ہو گئے۔

اس شعر کا وظیفہ ملزم قیدی کو قید سے رہائی دیتا ہے ؏

(۱۵۱)

وَلَنْ یَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْهُ یَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَیَا یُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِی الْاَكَمِ

بشگفاند بر رشتۂ شگوفہ در بہار		دست خاک آلودہ از در زر انداز بہار

واو عاطفہ۔ لن یفوت مضارع مؤکد بلن مشتق ہے فوت سے۔ غنی تونگری۔ مراد فیاضی۔ منہ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ ید ہاتھ۔ مفعول لن یفوت کا ہے۔ تربت عربی کا محاورہ ہے۔ فلاں تربت یداہ۔ اس کے ہاتھ خاک آلودہ ہو گئے یعنی محتاج اور فقیر ہو گیا۔ اِنّ مؤکدہ ہے۔ حیا بالقصر بارش۔ وبالمد شرم۔ اس جگہ حیا بالقصر بمعنے بارش مراد ہے۔ تنبت مضارع واحد غائبہ مؤنث انبات نباتات کا اُگانا۔ ازھا جمع زہر شگوفہ۔ اکم جمع اکمہ ٹیلا۔ منہ غنی کی صفت یا حال ہے۔ مراد اس غنی سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہو۔ اور جملہ تربت۔ یدا کی صفت ہے۔

ترجمہ۔ آپ کی فیاضی کسی خاک آلودہ ہاتھ کو نہیں چھوڑتی۔ کیونکہ بارش ٹیلوں پر بھی پھول کھلایا کرتی ہے۔

تشریح۔ جس طرح بارش کا اثر باغ اور ٹیلوں پر یکساں پہنچتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا فیض ادنے اور اعلے پر اعلے السویہ ہے پس اس حالت میں کوئی ناامیدی نہیں ہے۔ اس شعر کو لکھ کر سب سے بلند درخت پر باندھنا باغ کو سرسبز رکھتا ہے۔

	وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي اقْتَطَفَتْ يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰى عَلٰى هَرِمِ	(۱۵۲)

نیستم من چوں زہیر مادح شاہ ھرم		من ز زیب مدحت نخواہم گنج دینار و درم

واو عاطفہ مستانفہ۔ لم ارد فعل جحد متکلم۔ ارادۃ خواہش رکھنا۔ زھرۃ الدنیا تازگی دنیا۔ مراد لذت ومتاع الّتی اسم موصول صفت ہے زہرہ کی۔ نہ دنیا کی۔ اقتطفت

صیغہ واحدہ غائبہ مؤنث فعل ماضی معلوم - اقتطاف پھلوں پھولوں کا چُننا ضمیر محذوف ہے۔ دراصل اقتطفتھا تھا - یدا تثنیہ ید - واحد ہاتھ - زہیر بن سلمیٰ ایک مشہور شاعر کا نام ہے۔ سبعۂ معلقات میں اس کا ایک قصیدہ ہے جس کے بیٹے کعبؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں قصیدہ بانت سُعاد لکھا ہے جس پر آپ نے اپنی چادر مبارک اُن کو عطا کی تھی ؞

مَیں نے بھی بانت سُعاد کی مفصّل شرح لکھی ہے۔ جس کے صلہ میں مجھے غیر متوقع من حیث لا یحتسب گراں بہا دولت ملی - یہ مجرب ہے کہ ان دونوں قصائد کا ورد کرنیوالا دنیا میں تنگ دست و ذلیل نہیں ہوتا - بلکہ دین و دنیا میں کامیاب ہوتا ہے ؞

بما میں ب سببیہ یا معاوضہ کے لئے - ما موصولہ یا مصدریہ - اثنیٰ صیغہ ماضی - اثناء تعریف کرنا - ھرم بن سنان نام ممدوح زہیر کا جو عرب کا ایک بڑا سخی بادشاہ تھا ؞

ترجمہ - مَیں اس نعمت سے دنیا کی اس متاع کی (جس کو زہیر کے ہاتھوں نے ہرم کی تعریف سے حاصل کیا) خواہش نہیں رکھتا ؞

تشریح - زہیر کی طرح اِس قصیدہ سے میرا مقصد دنیا کا حاصل کرنا نہیں ہے - بلکہ مَیں اس قصیدہ کا صلہ آخرت کی نعمت چاہتا ہوں جس سے مراد حضور علیہ السلام کی شفاعت ہے ؞

اَلْفَصْلُ الْعَاشِرُ فِی الْمُنَاجَاتِ وَعَرْضِ الْحَالِ

(۱۵۳) يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

تا پناہ جو ییم بڈ در انقلاب و حادثات	کیست جز تو ناصرم اے بہترین کائنات

یاؔ۔حرف ندا، و قدمر تفصیلھا۔ اکرمؔ صیغہ فعل تفضیل بزرگ تر۔ خلق بمعنے مخلوق۔ ماؔ نافیہ۔ لیؔ میں لام انتفاع کے لئے ہے۔ یاء متکلم۔ منؔ موصولہ۔ الوذ یہ صلہ۔ بہٖ کی ضمیر راجع منؔ کی طرف ہے۔ لوذ۔ لیاذ پناہ لینا۔ سواؔ حرف استثنا۔ کاف خطاب۔ عندؔ ظرف بمعنی نزدیک۔ حلول نازل ہونا۔ حادث سختی، مصیبت۔ العمم بفتحتین وبکسر المیم الاوّل دونوں روایتیں ہیں عام تام جو تمام دنیا کو شامل ہو۔

ترجمہ۔ اے اشرف المخلوقات سوائے آپؐ کے بوقت نزول حادثات عامہ کوئی ایسا نہیں ہے۔ جس کے پاس میں جا کر پناہ لوں۔ غیبت سے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ جو زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں ایاك نعبد

تشریح۔ جس شخص کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہو۔ اُس کے حضور علیہ السلام جائے پناہ ہیں۔ کیونکہ محض خالصاً لوجہ اللہ حضور علیہ السّلام کی محبت و اطاعت؛ عین محبت و اطاعت الٰہی ہے پس جب بندہ آن سے قطع تعلق کر کے حضورؐ کے دامان محبت سے وابستہ ہو جائے تو یقیناً وہ مستحق شفاعت ہوگا۔ اور حوادثات دنیویہ میں بھی بوقت دُعا توسّل بحضرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم موجب امن و امان ہے۔

بعض منکرین اس شعر سے ناک چڑھایا کرتے ہیں۔ مگر بیچارے بے خبر کیا کریں بات بات پر شرک کا حکم لگانا ان کے ہاں ایک معمولی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فیضان باطنی سے محروم رہتے ہیں۔

اگر ایک لاکھ اور ایک دفعہ یہ شعر اُن علماء کو جمع کر کے جو صحیح تلفظ سے پڑھتے ہوں پڑھایا جائے تو ہر ایک مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔

(۱۵۴) وَلَنْ یَّضِیْقَ رَسُوْلَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِیْ
اِذَا الْکَرِیْمُ تَجَلّٰی بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

چوں خدائے منتقم جلوہ بود در یوم دیں	رتبۂ تو کم نگردد یا شفیع المذنبیں

واؤ حالیہ۔ لن یضیق نفی مؤکد بلن۔ ضیق تنگ ہونا۔ رسول اللہ خدا تعالیٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اظہار شوق و استعطاف کے لئے ہے۔ جاہ وجاہت۔ مرتبہ۔ کاف خطاب۔ بی با سببیہ یعنی میری شفاعت کی وجہ سے آپ کا رتبہ کم نہ ہوگا۔ اذا الکریم۔ اذ شرطیہ ظرفیہ۔ کریم سخی۔ بزرگ۔ باذل۔ تجلی فعل ماضی۔ بمعنے انکشف تجلی روشن ہونا۔ دراصل التجلیُ تھا بضم لام مشدد بروزن التفعّل۔ جب ضمہ بوجہ ثقالت یاء سے گرگیا۔ تو ضم لام کو کسرہ سے بدلا گیا۔ مناسبت یا کے لئے کہ کسرہ اخت یا کا ہے اور نیز یائے ساکن کا ماقبل مضموم کلام عرب میں پایا نہیں گیا۔ الاعلی التدی ودوالدہ۔ اور یہ مطرد ہے مثل تمنی۔ ترجی۔ تشفی اور تسلی وغیرہ کے لئے باسم منتقم اسم اس جگہ بمعنے صفت۔ مُنْتَقِم انتقام لینے والا جاہ کو میدان سے اور کمی درجہ کو تنگی سے تشبیہ دی گئی اور جاہ سے مراد اجازت شفاعت ہے۔ بعض نسخوں میں تحلی بحائے مہملہ یعنے اتصف ہے محاورہ ہے۔ تحلت المرأۃ۔ عورت نے زیور پہنا اور ہار سنگار کیا۔

ترجمہ۔ جب خداوند کریم قیامت کے دن منتقم کی صفت میں جلوہ گر ہوگا۔ تو حضور (علیک الصلوٰۃ والسلام) میری شفاعت کرنے میں آپ کا مرتبہ علیا وشان اعلےٰ کم نہیں ہوسکتا۔

تشریح۔ یعنی اگر میں حضور علیہ السلام کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوں۔ تو اس میں

حضور علیہ السلام کی شانِ والا میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ شعر نہایت اخلاص محبت کا پتہ دیتا ہے ؎

چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے | ز قدرِ رفیعت بدرگاہ حے
کہ باشند مشتے گدایانِ خیل | بمہمانِ دار السلامت طفیل

؎ آمدہ ام با ہمہ آلائشے
منتظرِ بخشش و بخشائشے

(۱۵۵) فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ایں جہان و آں جہاں از بحر جودت شد علم | از علوم تست علم لوح و ہم علم قلم

فا شعر ماسبق کی دلیل ہے۔ مِنْ بمعنے بعض ہے۔ جود بخشش۔ ضَرَّة بمعنے سوت۔ سوکن۔ اتباغ۔ مراد عالم آخرت۔ ضَرَّتھا کی ضمیر راجع ہے دنیا کی طرف گویا دنیا اور آخرت ایک شوہر کی دو زوجہ ہیں۔ جو فطرتاً باہم مخالف ہیں۔ ومن علومك واو عاطفہ من بعضیہ۔ جمع علم۔ کاف خطاب۔ علم اللوح والقلم سے مراد معارفِ الٰہی ہے لوح کتاب مبین۔ جس کی عظمت لطافت الفاظ و حروف کا عقل اندازہ نہیں لگا سکتی" لوح چار ہیں۔ لوحِ قضا جس میں تغیر و تبدّل نہیں ہو سکتا۔ لوحِ عقل۔ لوحِ قدر۔ لوحِ نفس جس میں ہر ایک چیز جو اس جہان میں ہے۔ اُس کو شکل و مقدار کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ قلم وہ چیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے سب جسمیات سے پہلے پیدا کیا۔ اُس نے ہر ایک چیز کو لکھا۔ میرے خیال میں قلم سے مُراد امر اللہ تعالیٰ ہے +

ترجمہ:- آپ ہی کی بخشش سے دنیا اور اُس کی سوت (آخرت) معرضِ وجود میں آئیں۔ اور لوح و قلم کا علم! آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے علم کا ایک جزو ہے ۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا رتبہ نہایت بلند ہے۔ ہر دو عالم حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے طفیل ظہور میں آئے۔ اشارہ ہے حدیث قدسی لولاک لما اظہرت الربوبیۃ کی طرف یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔ ممکن ہے کہ بعض کوتاہ فہم لوگ اس شعر پر نکتہ چینی کرنے لگیں۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ حضرت ناظم علیہ الرحمۃ نے نہایت صحیح طور پر مذہب مجمع علیہ کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا وجود علت آفرینش ہے اور تمام افراد کائنات کا منبع ہے۔ اور یہ مضمون حدیث مسند عبدالرزاقؒ میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی ہے۔ ؎

توئی علت وجود آدمی از نخست ۔۔۔ دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

طالب علموں کے لئے اس شعر کو باوضو گیارہ دفعہ پڑھ کر امتحان میں بیٹھنا کامیاب کرتا ہے ۔

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِي مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

ہاں مشو نومید از غفران عصیان عظیم	خورد باشد یا کلاں یکساں است نزد عفو کریم

یا النفس۔ یاء نداء۔ نفس کے کئی معنے ہیں۔ بدن۔ روح۔ خون۔ وجود خاص۔ بعض نے لکھا ہے کہ نفس وہ چیز ہے جس کی طرف ہر ایک شخص لفظ انا (میں) کے

ساتھ اشارہ کرتا ہے۔ اس کی صفتیں اَمَّارَہ۔ لَوَّامَہ۔ مُلہمہ۔ مُطمَئِنّہ ہیں۔ نفس کو اگر مرفوع پڑھا جائے۔ تو منادٰی مفرد ہے۔ اور اگر مکسور پڑھا جائے۔ تو یہاں یائے متکلم محذوف ہوگی۔ اور نفس مؤنث سماعی ہے چنانچہ خطاب بھی اس کی طرف بصیغۂ مؤنث خطاب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں۔ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ط فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ + لا تقنطی صیغہ نہی واحدہ مؤنث۔ قنط۔ قنوط ناامید ہونا۔ مِن زَلَّةٍ مِن سببیہ۔ زَلّۃ لغزش۔ عظمت فعل ماضی۔ ضمیر اس کا زلّۃ کی طرف راجع ہے۔ عظمت بزرگی۔ کبائر جمع کبیرہ۔ مراد گناہ کبیرہ۔ اور گناہ کبیرے یہ ہیں۔ شرک باللہ۔ قتل نفس بغیر حق۔ کسی پاک دامن عورت کو اتہام لگانا۔ زنا کرنا۔ لشکر اسلام سے بوقت جنگ کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا۔ جادو کرنا۔ یتیم کا مال ظلم سے کھانا۔ مسلمان والدین کی نافرمانبرداری۔ صغیرہ گناہ پر مُصر رہنا۔ چنانچہ کسی صاحب نے نظم میں لکھا ہے ؎

ہفدہ جرم اکبر اندر شرع داں	زاں کبائر چار از دل ہست خواں
شرک نیت دائم اندر معصیت	ایمنی از قہر و یأس از مغفرت
در زباں چار است قذف محصنیں	سحر و کذب اندر شہادت ہم یمیں
در شکم سہ۔ شرب خمر۔ اکل ربوا	اکل مال بے پدر ہست از جفا
شد لواطت ہم زنا از شرمگاہ	قتل و سرقہ فعل دست است از گناہ
ہرب حرب کافراں بیشک شیں	جرم جسم آمد عقوق والدین

غفران بخشنا۔ اللمم بفتحتین لغزش اور گناہ کی طرف میلان کرنا۔ گناہ صغیرہ۔
ترجمہ۔ اے نفس! اس خیال سے کہ تیرے گناہ بڑے ہیں ناامید ہو کیونکہ

مغفرت کے لئے گناہ کبیرہ کیا اور صغیرہ کیا، ہر دو برابر ہیں ۔

تشریح ۔ دریائے بخشش کے آگے چھوٹا بڑا گناہ دونوں برابر ہیں ؎

دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر
لَا تَقْنَطُوا جواب ہے ھل من مزید کا

خداوند تعالے اپنے گنہگار بندوں کو پہلے ہی یہ خوشخبری سنا چکے ہیں ۔ اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا بیشک خداوند تعالے تمام گناہوں کو بخشدیگا ۔

(۱۵۷)

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا
تَأْتِيْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

چوں کند تقسیم رحمت را خدائے مہرباں
ہر کسے را مثل عصیانش دہد بہرہ ازاں

لعلّ ترجی اور تحقیق کے لئے آتا ہے ۔ یہاں تحقیق کے لئے ہے ۔ رحمۃ مہربانی کرنا ربّ پرورش کرنے والا ۔ یائے متکلم ہے ۔ حین وقت ۔ یقسم کی ضمیر فاعل رب کی طرف اور ھا کی ضمیر مفعول رحمت کی طرف راجع ہے ۔ قسمت بانٹنا ۔ تأتی صیغہ مضارع مؤنث اِیتان آنا ۔ مراد نازل ہونا ۔ حسب اندازہ ۔ عصیان گناہ ۔ القسم جمع قسمت معنے حصہ ۔

ترجمہ ۔ اس میں شک نہیں ہے کہ خدا تعالے جب اپنی رحمت کو تقسیم کرے گا ۔ تو رحمت گناہگاروں کے حصہ میں بقدر گناہ آئے گی ۔

تشریح یعنی جس قدر کسی شخص کے گناہ ہونگے ۔ اسی انداز سے رحمت کا استحقاق ہوگا زیادہ گناہگار زیادہ رحمت کے مستحق ہونگے ۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو
کہ مستحق کرامت گناہگارانند

(۱۵۸) يَا رَبِّ فَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ
لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمٍ

اے خدا از درم ران محروم امیدم مکن	اعتمادے بر تو دارم از گناه محفوظ دار

یارَبِّ در اصل یاربی تھا۔ فاجعل میں فاء فصیحہ ہے۔ بعض نسخوں میں واؤ ہے۔ اگر فا فصیحہ ہوگی تو یہ معنے ہونگے۔ کہ جب تو بحسب گناہ رحمت تقسیم کریگا۔ پس میری اُمید کو رد نہ کرنا۔ اور واؤ کی صورت میں معطوف علیہ محذوف سمجھا جائے گا یعنی یا رب حقق رجائی میری اُمید کو پورا کر اور میری اُمید کو رد نہ کر۔ رجا بالقصر المد و بفتح الراء المہملۃ بمعنے اُمید۔ منعکس الٹا۔ برعکس۔ انعکاس اُلٹا ہو جانا۔ لدیٰ نزدیک۔ کاف خطاب۔ حساب شمار کرنا۔ گمان کرنا اور انتظار کرنا۔ منخرم مشتق انخرام سے قطع ہونا۔ غیر منخرم غیر منقطع یعنی ثابت۔ کار آمد ۔

ترجمہ۔ اے میرے خدا! میری اُمید کو جو تجھ سے وابستہ ہے۔ رد نہ کر۔ اور میرے یقین کو جو تیری رحمت سے متعلق ہے منقطع نہ فرما ۔

تشریح۔ حسابی سے مراد حُسن ظن ہے۔ جو بارگاہ ایزدی میں بمنزلہ یقین ہے۔ خدا! میرے یقین کو شک سے مُبدل نہ کر۔ اس کو مرتبہ حق الیقین عطا کر۔ منخرم دفتر شاہی کی اصطلاح ہے۔ وہ فرد حساب جو غلط ہوتا ہے اور بعد تصحیح اُس کو دوسرے کاغذ پر نقل کیا جاتا ہے۔ اور غلط فرد کو پھاڑ دیا جاتا ہے ۔

مغفرت دارم اُمید از لطفِ تو ۔۔۔ زانکہ خود فرمودۂ لَا تَقْنَطُوْا

جو شخص کسی عہدے یا منصب جائز کا اُمیدوار ہو۔ اس شعر کو ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھے ۔

(۱۵۹)

وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ اِنَّ لَهٗ
صَبْرًا مَتٰی تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

می گریزد صبرو چوں آیدش رنج و بلا		در دو عالم لطف کن بر بندۂ خود اے خدا

واؤ عاطفہ ہے۔ لُطف مہربانی کرنا۔ احسان۔ با صلۂ الطف۔ عبد غلام۔ فِی جار۔ دارین مجرور تثنیۂ دار۔ دو جہان۔ اِنَّ حرف تاکید۔ لہٗ خبر مقدم۔ ہٗ کی ضمیر عبد کی طرف۔ صبر شکیبائی۔ اسم اِنَّ کا ہے۔ مَتٰی کلمۂ شرط۔ تدع صیغہ مضارع مخاطب واحد۔ دعوۃ بلانا۔ تدعہٗ کی ضمیر مفعول صبر کی طرف راجع ہے۔ الاھوال جمع ھول۔ خوف۔ دعوۃ الاھوال مراد نزول بلیات و مصائب۔ ینھزم صیغہ مضارع۔ انھزام بھاگ جانا۔ شکست کھانا۔ اور ینہزم مجزوم بجواب متی مجرور بضرورت شعری ؛

ترجمہ۔ خدایا! دونوں جہان میں اپنے بندہ پر مہربانی کر۔ کیونکہ اس کا صبر ایسا کمزور ہو گیا ہے۔ کہ جب مصیبتیں اُس کو مقابلہ کے لئے بُلاتی ہیں۔ تو وہ (تاب مقابلہ نہ لا کر) بھاگنے لگتا ہے ؛

تشریح۔ خدایا! مجھ میں تاب تحمل مصائب و تکالیف نہیں ہے۔ مجھے مصائب میں مبتلا نہ کر۔ تیرے لطف و کرم کے سوا نہ تو زندہ رہ سکتا ہوں اور نہ نجات پا سکتا ہوں۔ الغرض نہایت مصیبت زدہ اور بے کس قابل رحم ہوں ؛

اِس شعر کو ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھنا اندوہ و مصیبت کے واسطے باعث تسکین ہوتا ہے ؛

(۶۰) وَأْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوةٍ مِّنْكَ دَائِمَةٍ
عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمٍ

حکم فرما ابرِ فضل خویش را بر مصطفےٰ	دائما پیہم ببارد روز و شب آبِ صفا

واو عاطفہ۔ اِءْذَنْ صیغۂ امر۔ اذن اجازت دینا۔ سُحب بالضم جمع سحاب بادل صلوٰۃ رحمت۔ منک صفت صلوٰۃ ہے یعنی وہ رحمت جو تجھ سے مخصوص ہے۔ دائمۃ ہمیشہ رہنے والی۔ صلوٰۃ کی صفت ہے۔ علی النبی متعلق صلوٰۃ کے ہے۔ یا دائمۃ کے۔ بمنهل بائی الصاق۔ منہل برسنے والا۔ انہلال بارش کا برسنا۔ واو عاطفہ۔ عطف بر منہل۔ منسجم اسم فاعل از انسجام بروزن انفعال یعنے پانی کا چلنا۔ بمنهل و منسجم متعلق اِءْذَنْ کے ہے۔

ترجمہ۔ خدایا! اپنی دائمی رحمت کے بادلوں کو حکم دے کہ حضور علیہ السلام پر ہر وقت برستے رہیں۔

تشریح۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کو سحاب سے اور کثرت رحمت کو لگاتار بارش سے اور عمومیت رحمت کو عالمگیر بارش سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَحْبَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بعدد قطرات الامطار۔ وبعدد ما خلق فی البحار۔ وبعدد اوراق الاشجار۔ و بعدد رمل القفار۔ وبعدد ما اظلم علیہ اللیل و ما اشرق علیہ النہار۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کا پڑھنا آپ کے لطف و کرم کو زیادہ کرتا ہے اور قیامت کو موجب شفاعت ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک

دفعہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس پر دس دفعہ رحمت نازل کرتا ہے ؎

یاربِّ صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علےٰ نبیِّکَ خیرِ الخلقِ کلِّھِمِ

(۱۶۱) وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ لَھُمْ
اَھْلِ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْکَرَمِ

نیز بر اولاد و صحب و تابعین بارد صحاب	ہر یکے زیشان سحابِ علم و جود و تقویٰ آفتاب

واو عاطفہ عطف النبی پر ہے۔ آل اصل میں اھل تھا۔ ھا کو ہمزہ سے بدلا گیا۔ آل ہو گیا۔ آل النبی کل من تبع دینہٗ۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو آپ کے دین کا تابع ہو۔ صحب جمع صاحب وہ اہل اسلام لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔ یہاں مراد عامہ صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ تابعی وہ مسلمان جو حضور علیہ السلام کے صحابہؓ سے ملا ہو۔ تُقیٰ بالضم تقویٰ۔ گناہوں سے بچنا۔ نُقیٰ گناہوں سے پاک ہونا بعض نسخوں میں نھی جمع نُھیہ بمعنے عقل و حکم کے ہے اور بجائے اہل التقی کے اہل النھی ہے ؎

ترجمہ۔ خدایا حکم دے کہ رحمت دائمی کے بادل حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی آل اور اصحاب اور تابعین (علیہم الرضوان) پر (جو پرہیزگار اور پاکباز اور صاحب حلم و کرم تھے) برستے رہیں ؎

تشریح۔ درود شریف بھیجتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ و اولاد و ازواج مطہرات کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ (چنانچہ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ لفظ سلام کا لانا ضروریات سے ہے۔ حدیث میں صلوٰۃ بے سلام کو ناقص و دم بریدہ

فرمایا ہے ؎

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَعَشِیْرَتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ ؎

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِیْحُ صَبَا

وَاَطْرَبَ الْعِیْسَ حَادِی الْعِیْسِ بِالنَّغَمِ

تا وزد باد صبا بر شاخہائے سرو باں	تا شتر را در طرب آرد حدائے سارباں

ما ظرفیہ ہے یا مصدریہ۔ رنحت فعل ماضی۔ ترنیح شراب کا انسان کو مست کرنا۔ یہاں مجازاً تحریک و امالت مراد ہے۔ عذبات جمع عذبہ شاخ مفعول رنحت کا ہے۔ بان ایک درخت کا نام ہے۔ ریح صبا اضافت عام بسوئے خاص۔ مراد باد صبا جو مشرق سے آغاز بہار میں چلتی ہے۔ اطرب صیغہ ماضی۔ اطراب خوشی میں لانا۔ عیس جمع اعیس یا عیسا۔ سفید اونٹ یا اونٹنی جو مائل بسرخی ہو۔ حادی اونٹ چلانے والا۔ حدی وہ راگ جو اونٹ چلاتے وقت گاتے ہیں ؎

ناقہ را مے راند لیلی سوئے منزلگاہ خویش

سارباں در راہ حدے میگفت و مجنوں میگریست

نغم جمع نغمہ۔ عرب کا دستور ہے۔ کہ جب اونٹ کو لاد کر چلتے ہیں۔ تو ایک قسم کا راگ گایا کرتے ہیں جس سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ اس راگ کو حدی اور گانے والے کو حادی یعنی حدی خواں بولتے ہیں۔ عرفی کہتا ہے ؎

نوا را تلخ تر مے زن چو ذوق نغمہ کم یابی	حدی را تیز تر مے خواں چو محمل را گراں بینی

ترجمہ۔ بارانِ رحمتِ خدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آل و اصحاب اور تابعین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین پر اُس وقت تک برستا رہے۔ جب تک کہ بادِ صبا درخت بان کی ٹہنیوں کو ہلاتی رہے۔ اور حدی خوان سواری کے اونٹوں کو اپنے سُریلے نغموں سے سُرور میں لاتا رہے ٭

تشریح۔ شعرا کا دستور ہے کہ دُعا کو ایسے اُمور سے جو قانون قدرت میں جاری ہوں معلق کیا کرتے ہیں۔ اور اُس سے دوام مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک دُنیا قائم ہے۔ باد صبا چلتی رہے گی۔ اور بادِ صبا کے چلنے سے ٹہنیاں جھومتی رہینگی۔ اور اونٹ حدی خوان کے نغمہ پر وجد و سرور میں آتے رہینگے۔ یعنی جب تک دُنیا قائم ہے۔ خدائے رحیم کی رحمت رسُول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ و صحبہٖ وسلم اور آل و اصحاب اور تابعین سب پر نازل ہوتی رہے۔

آمین ثمہ آمین ٭

اس شعر پر **قصیدۂ بُردہ** ختم ہوگیا ہے اور اکثر نسخوں میں بھی یہی شعر آخری ہے۔ اور مضمون کے لحاظ سے بھی یہی شعر خاتمہ کا ہے۔ کیونکہ شعر مادحت الی آخرہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ مضمون ختم ہوگیا ہے ٭

بعض نسخوں میں مندرجۂ ذیل اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں۔ جو صاف طور پر الحاقی معلوم ہوتے ہیں۔ اور کسی بزرگ نے بعد میں ایزاد کئے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی زبان الگ الگ ہے۔ لیکن چونکہ یہ اشعار بمنزلہ دُعا ہیں۔ اس لئے میں ان کو بھی اس خیال سے کہ یہ دُعا ہے۔ درج کرتا ہوں۔ کیونکہ قصیدہ کے بعد انسان جو جائز دُعا مانگنا چاہے مانگ سکتا ہے۔ اور نیز پہلے شعر ثم الرضا عن ابی بکرؓ الخ کا مضمون

تو ناظم علیہ الرحمتہ کے شعر و الآل والصحب ثم التابعین لھم الخ میں آچکا ہے۔ پھر اعادہ کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اُن شعروں کو یکجا لکھ کر مختصر طور پر مشکل الفاظ کی شرح کرتا ہوں ؂

(۱۶۳) ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعَنْ عُمَرَ
وَعَنْ عَلِیٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْکَرَمِ

نیز از فضل و کرم خوشنود باش اے کردگار | از ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر چہار یار رض

(۱۶۴) فَاغْفِرْ لِنَاشِرِهَا وَاغْفِرْ لِسَامِعِهَا
لَقَدْ سَئَلْتُكَ یَا ذَا الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

بخش جرم کاتب و قاری و سامع اے خدا | مے کنم از تو سوال اے صاحب جود و عطا

(۱۶۵) وَلِلْوَالِدِیْ وَمَا خَلَّفْتُ مِنْ خَلَفٍ
وَالْمُسْلِمِیْنَ مِنَ الْعُرْبَانِ وَالْعَجَمِ

والدینم را بہ بخشا نیز اولادِ مرا | ہم مسلمانانِ عالم را طفیل مصطفیٰ

ثُمَّ بمعنے باز۔ پھر۔ بعد۔ یہ حرف عطف کا ہے۔ ترتیب کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ جاء عندی زید و عمر میرے پاس زید اور عمر آیا یعنی پہلے زید آیا اور اس کے بعد عمر آیا۔ ایسا ہی اس شعر میں ہے۔ پہلے اصحاب رض پر درود تھا۔ اس کے بعد ان کیلئے خوشنودی خدا تعالیٰ کی مانگی گئی۔ اور کبھی ثم کے بعدہ زیادہ کی جاتی ہے۔ اور

ثمہ لکھا جاتا ہے۔ رضا خوشنودی علم تصوف میں ایک منزل ہے۔ کہ واصل باللہ اپنی تمام خواہشوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم و فعل پر بہر حال راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ جو کچھ وہ اپنے بندوں کی نسبت حکم کرتا ہے۔ وہ ہر حالت میں قرین مصلحت بلکہ عین مصلحت ہوتا ہے۔ فاغفر فا نتیجہ ہے۔ اغفر صیغہ امر غفر مصدر بمعنے پوشیدہ کرنا بخشنا غفران حاصل بالمصدر بخشش۔ چونکہ بخشش سے گناہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اصل معنے پوشیدہ کرنے سے بخشش کو ایک نسبت ہے۔ یا منشد صیغہ اسم فاعل۔ نشید رفع الصوت۔ انشاد شعر کا پڑھنا۔ سامع صیغہ فاعل ہے۔ سمع سننا۔ ھا ضمیر نا مشں ھا اور سامعہا کی قصیدہ یا اشعار کی طرف ہے۔ سئلت صیغہ ماضی متکلم۔ سوال مانگنا۔ چاہنا۔ بعض نسخوں میں قادیما ہے۔ یہ زیادہ فصیح ہے۔ کیونکہ اکثر ان معنوں میں باب افعال انشاد مستعمل ہوتا ہے۔ مُنشِد شعر پڑھنے والا ۞

الحمد للہ والمنۃ کہ شرح قصیدہ بردہ شریف بوقت سعید باختتام رسید

صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَيْرِ خَلْقِهٖ

مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

صورۃ ما قرظ بہ الاخ الصفی نوفیل المولی اصغر علی الروحی

المدرس العربیۃ ببلدۃ لاھور علی الطبع الاول

حمداً لک یا من منّ علینا بنبی الرحمۃ فازاح بہ العلۃ والرحمۃ لبعثہٗ
الی الاحمر والاسود فمیّز الاشقی من الاسعد حجۃ اللہ علی العالمین
سید الانبیآء والمرسلین الذی کان نبیًّا وادم بین المآء والطین
ثم جاء فقام یدعو کافۃ البرایا الی مناھج الدین فھو الذی ارسل الی
الخلق مبشرا و نذیرًا فھداھم الی سبیل السلام داعیا وسراجًا منیرا ؎

محمد کازل تا ابد ہر چہ ہست — بآرایش نام او نقش بست

علیہ و علی الہ واصحابہ اطیب الصلوات وازکیھا واسنی التحیات واعلاھا
امابعد فقد طالعت ھذہ الصحیفۃ الشریفۃ من اولھا الی اخرھا
فوجدتھا بحورًا تزلّ اقدام الراسخین بزاخرھا ولعمری انھا دُرٌ
مکنون او فلک مشحون فللّٰہ درّ الشارح النبیل صدیقنا الفاضل
الجلیل المولوی محمد عبد المالک ناظم ادارۃ المالیہ بعاصمۃ
دولۃ بھا والفور صانھا اللہ تعالی عن آفات الدھور حیث اتی بما یعجب
فحول الفصحاء وقروم البلغاء بالفاظ رائقۃ ومعانٍ فائقۃ طاویا
کشحہٗ عن الایجاز المخل والاطناب الممل فجاء بحمد اللہ علی ما
تشتھیہ الانفس الرقاق الحواشی بریئًا من النقائص والغواشی

اللهم تقبل منه ثوابًا من عندك فی الدنیا والآخرۃ انک انت السمیع العلیم فانہ ابتغی بذالک رضاک و اثر حب رسولک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین والسلام ؁

نمقہ اجقر عباد اللہ الولی اصغر علی عفا اللہ عنہ کل ذنب خفی وجلی

۳ جمادی الثانی ۱۳۲۲ ہجریہ

نعت حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات جناب رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

از مؤلف شرح قصیدہ بردہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بر زدہ بر عرشِ بریں نقشِ قدم را — وز نامِ تو علمِ ازلی لوح و قلم را

اے فخر بذاتِ تو صنادیدِ عرب را — وے ناز بنامِ تو اقالیمِ عجم را

مشاطۂ تقدیر رخِ حسنِ تو آراست — تا ہست تماشا بکند حسنِ عدم را

سرخیلِ رسل، قافلہ سالارِ نبوت — بر منزلِ توحید رسانید امم را

فطرت بسرِ زانوئے اندیشہ نہد سر — تا جلوہ بہ بیند ز حدوثِ تو قدم را

پائے تو بجائیکہ نہد نقشِ قدم را — صد مرتبہ تعظیم بیافزود قسم را

ہر گاہ کہ تصور بادب دستِ تو بوسد — آرام ز ہر گونہ دہد درد و الم را

آنکس کہ بانکار بہ پیشیت علم افراشت — افگند بپائے تو نگونسار علم را

جز کلمۂ توحید نیامد بہ لبت لا — سائل نشنیدہ ز تو جز لفظِ نعم را

پا بر زدی بر کوہِ زر از ہمتِ عالی — از سنگ بیاراستہ پہلوئے شکم را

عدلِ تو علمِ حرب چو کرد از رگِ ظالم — در آب فرو ریختہ آئینِ ستم را

آں کس کہ گلِ روضۂ خضرائے تو بوید — فارغ کند از مشکِ ختن قوتِ شم را

در بیشہ، بنامِ تو پناہ جُست، اگر کس
بر پائے خود، افگند، سرِ شیرِ اجم را

نطقِ تو، بہر جا کہ بریزد، دُرِ معنیٰ
از معنیٔ خود، تیز کند گوشِ اصم را

آنجا کہ رُسُل، لرزہ براندام فتادند
ترویج دہد لُطفِ تو، آئینِ کرم را

اے فخرِ رُسُل! جز تو پناہے بکہ جوئیم؟
چوں چرخ نہد، بر سرِ ما، آفاتِ عَمَم را

افتادہ بتاریکیٔ شب‌ہائے مصائب
برگیر، بالطاف و کرم، دستِ دژم را

زاعجازِ نفس، لُطفِ تو در دامنِ صحرا
سرسبز کند، بارِ دگر، باغِ اِرَم را

تا نورِ وجودِ تو، بآفاقِ جہاں، تافت
آراستہ اَخلاقِ تو، عادات و شِیَم را

شانت، چو نگہبانیِ اُمّت، زازل بود
زاں، با تو بطفلی، بسپردند، غنم را

اے شمعِ بشاشت! کہ بہنگامِ تبسّم
شرمندہ کند دُرِّ دہانت، دُرِ یَم را

نامِ تو بود، زینتِ آئینۂ دل ہا
زینت کہ بقیمت بود از نقش، درم را

کعبہ‌ست گواہم، کہ تنی عفو و ترحّم
بر حالِ نکوہیدہ گستاخیٔ ذَمَم را

نُصرت، بہ ادب، پائے رکابِ تو ببوسید
ہر جا کہ کشیدی عَلَمِ خیل و حشم را

اقصائے مقامِ تو، ز اندیشہ، بلند است
رَہ نیست بآں مرتبہ، نے کیف و نہ کم را

گستردہ بانبانِ سخا، خوانِ نِعَم را
افزودہ، بانگشتِ کرم، توشۂ کم را

تبدیل کند لُطفِ تو، ماہیّتِ اشیا
تغییر کند، ذوقِ تو، آلودۂ سَم را

شاہاں، بسرِ خاکِ درت، سجدہ فشانند
ایں رتبہ، میسّر نہ شد، اسکندر و جم را

زود است نہد، گردنِ خود پیشِ خمِ تیغ
ہر کس کہ بگردن نہ دہد پیشِ تو، خم را

از طولِ قیامِ تو، برکعاتِ نوافل
پائے تو بیافزود، بصد شوق، وَرَم را

پائے تو بہر جا کہ رسید از سرِ رحمت
دستِ تو شفا داد، گرفتارِ سقم را

چشمانِ من از غم بر زخم ہا اشک می زند
چین از رخِ من، بہرِ کرم، شبنم نم را

ہر نکتۂ تبلیغ تو، تالیفِ قلوب است
تبلیغ تو تبدیل کند، نفرت و رغم را

نور است وجودت کہ بیک جنبشِ مژگاں
طے کرد مقاماتِ فلک را و حرم را

اے رحمتِ عالم! کہ بیک نعرۂ توحید
در بت کدہا کرد، نگونسار صنم را

بر درگہِ تو صادقی، آورد پناہے
بنواز، بالطاف، در افتادۂ غم را

تاریخ طبع از قاآنیِ زمان شاعرِ اعجاز بیان

علامۃ الدہر مولوی حاجی احمد خاں صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل

پروفیسر صادق ایجرٹن کالج بہاول پور

علامۂ عبد الملک، کردہ گہرہا منسلک
شرحِ مفصّل مستند، ہر لفظ را کردہ عیاں

آں فاضلِ عالی ہمم آں شاعرِ جادو رقم
از خامۂ عرفاں رقم کردہ حقیقت را بیاں

آں ماہرِ فخرِ جہاں، چوں کرد ہر نکتہ بیاں
آمد ندا از عرشیاں للہ درک یا فلاں

از بہرِ عشاقِ نبیؐ بس رمزہائے مختفی
در شرحِ خود کردہ جلی آں عارفِ دورِ زماں

حاجی چو جست از قدسیاں تاریخِ شرحِ دُرفشاں
مطبوع شد شرحِ قصیدۂ بُردہ شد تاریخ آں
۵۹ ھ ۱۳

تاریخ طبع از حضرت مولٰنا فاضل دوران شاعر شیریں زبان مولوی سلام اللہ صاحب رئیس چک عمر ضلع گجرات

کرد کوشش بسے بشام و سحر
صاحب علم و فضل در عالم
شرح بُردہ شریف کرد رقم

حضرت مولوی ابو البرکات
مالک جود و بخشش و خیرات
اندریں وقت اشرف اوقات

کلکِ شائق نوشت تاریخش
شرح تاباب معدن برکات
۱۳ ھ ۵۹

تاریخ طبع از عطارد رقم مانی قلم مولوی نور احمد صاحب خطیب جامع مسجد امین آباد

حضرت والا جناب مولوی عبد الملک
نورِ احمد جست سال طبع ایں نعم الکتاب

کرد تصنیف ایں کتاب مستطاب حفظ جان
زد رقم "تالیف شرح بردہ عمدہ" سال آن
۱۳ ھ ۵۹

اغلاطنامہ کتاب حسن الجردہ فی شرح القصیدۃ البردہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
خطبہ			
۷	۱۱	اس کی شرح	اس شرح
۸	۱۰	مُستَلِم	مُستَلَم
۱۳	۱۰	دبنار	دینار
شرح			
۱۳	۲	غتم	عنم
۱۳	۱۳	فَاَنَّ قَتنیٔ	فَاَنَّہا قَتنیٔ
۱۳	۱۴	میں بیدار ہوگیا	مجھے بیدار کردیا
۱۶	۱۵	چغل خور	چغل
۲۶	۱۵	معنی شرط ہیں	معنی شرط
۲۷	۱۵	یہاں تک	یہاں تک کہ
۴۲	۱۷	جماعت صحابہ کے	جماعت صحابہ کے ساتھ
۵۳	۱۷	اشارہ حدیث	اشارہ بحدیث
۶۱	۵	از قریب و ہم بعید	ہر قریب و ہر بعید
۶۱	۸	مکانی دو تو	مکانی دو تو مراد ہیں
۶۱	۱۷	کمالات	شان کمالات
۷۶	۱۵	نذاس	انذاس
۷۹	۱۱	بلال بن علقمہ	ہلال بن علقمہ
۷۹	۱۱	سعد نے بلال کو	سعد نے ہلال
۸۳	۳	ہر ملک دوریا میں	ہر ملک و دیار میں
۸۳	۱۸	پہنچایا گیا	پہنچائے گئے
۸۵	۱۶	عموا ندھے ہوگئے	عموا اندھے ہوگئے
۸۵	۱۶	صمو	صموا
۸۷	۱۸	عاینو	عاینوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۸	۱	مُتَقضضہ	مُنقَضَّۃ
۹۰	۵	ابراھہ	ابرھہ
۹۱	۲	ابراھہ	ابرھہ
۹۱	۱۶	ابابیل پرندے	گروہ در گروہ پرندے
۹۲	۱۴	ریزہ تسبیح گریاں	ریزہائے سبحہ گریاں
۹۵	۹	آہند نواں	ہر یک نواں
۹۸	۱۴	مضاف بطرف وطیس کے	مضاف بطرف وطیس
۱۰۷	۹	اسوار ہوئے	سوار
۱۰۹	۹	عَلی السبیل	علی سبیل
۱۲۱	۱۴	آلہ وسلم	آلہ وسلم نے
۱۲۵	۳	زمانہ ہے	زمانہ
۱۲۶	۹	فرد پر	فرد پڑھے
۱۳۷	۹	نہیں ہوگی	نہیں آئیگی
۱۴۵	۱۳	مہم	فہم
۱۴۹	۶	منہم بالشان	مہتم بالشان
۱۴۹	۹	معنی ہیں	معنی میں ہے
۱۵۱	۹	کونسی	کونسی نعمت
۱۵۱	۱۸	دوسرے	دوم
۱۵۳	۱۵	قاب	قاب قوسین
۱۵۴	۹	طلب کار	طلب گار
۱۶۰	۱۸	خَفَضَتُ	خَفَضْتُ
۱۶۳	۸	حَاذَۃٌ	حَازَہٌ
۱۶۵	۴	بشارت ہے	خبر ہے
۱۶۹	۱۸	کرنے گئے	کر لے گئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۰	۱۶	نہیں چاہتے	نہیں جانتے	۲۰۹	۱۱	الشذ ود.	الشذ و:
۱۷۶	۱۸	بندوں سے	بندوں کے	۲۰۹	۱۱	دغیرہ کے لئے	دغیرہ کے
۱۸۲	۱۶	متہم	منہم	۲۱۲	۴	مؤنث خطاب	مؤنث
۲۰۶	۱۲	اعلی السویہ	علی السویہ	۲۱۷	۵	بار وصحاب	بار دسحاب
۲۰۸	۱۲	پس جب	پس جب کوئی	۲۲۱	۱۰	یہ زیادہ	وہ زیادہ
۲۰۸	۱۴	بموجب	موجب	۲۲۵	۶	باغ ارم	باغ ارم

قارئین کرام کی سہولت کیلئے متن اشعار قصیدہ شریفہ کے غلط نامہ کی فہرست الگ دی گئی ہے درستی فرمالیں

اغلاط نامہ متن قصیدہ بردہ شریفہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۷	فی الظلماء	فِی الظَّلْمَاءِ	۷۱	۱۲	مِّنْهُ	مِّنْهُ
۷	۱۱	مِنْهُ	مِنْهُ	۷۴	۲	مِّنْهُ	مِّنْهُ
۱۸	۱۵	مِّنَ التُّهَمِ	مِّنَ التُّهَمِ	۹۰	۲	بِالْحُصٰی	بِالْحَصٰی
۲۰	۳	بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ	بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ	۱۰۷	۱۵	بِالْغَارِ	بِالْغَارِ
۴۴	۵	الثَّقَلَيْنِ	ن کو دوسرے مصرعے کیساتھ پڑھیں	۱۱۷	۱۲	وَذَاكَ	فَذَاكَ
۴۵	۷	قَوْلِ لَا	قَوْلِ لَا	۱۲۹	۳	وَّهُوَ	وَهُوَ
۴۵	۷	مِنْهُ	مِنْهُ	۱۵۱	۱۶	سَرٰى الْبَدْرُ	سَرٰى الْبَدْرُ
۵۱	۱۲	لَدَيْهِ	لَدَيْهِ	۱۷۷	۸	مكغولة	مَكْفُوْلَةً
۵۳	۱	مَعْنَاهُ	مَعْنَاهُ	۱۸۸	۱۲	مِنْهُمْ	مِنْهُمْ
۵۴	۲	فِيْهِ	فِيْهِ	۱۹۹	۱۲	مِنْهُ	مِّنْهُ
۵۴	۲	غَيْرُ مُنْقَسِمِ	غَيْرُ مُنْقَسِمِ	۲۰۱	۱۲	مِّنْهُ	مِّنْهُ
۵۷	۵	عَنْهُ	عَنْهُ	۲۰۳	۱۶	مِنْهُ	مِنْهُ
۶۱	۴	فِيْهِ	فِيْهِ	۲۰۵	۱۶	مِنْهُ	مِنْهُ
۶۴	۸	فِيْهِ	فِيْهِ	۲۰۹	۲	اِذَ الْكَرِيْمُ	اِذَا الْكَرِيْمُ
۶۶	۱	شَمْسُ	شَمْسُ	۲۱۶	۲	عَلَى النَّبِيِّ	عَلَى النَّبِيِّ
۶۹	۸	تَلْقَاهُ	تَلْقَاهُ	۲۲۰	۸	يَاذَ الْجُوْدِ	يَا ذَا الْجُوْدِ
۷۰	۱۲	مِّنْهُ	مِّنْهُ				

اَلْعِشْقُ نَارٌ يُحْرِقُ مَاسِوَاءِ اللّٰہِ

سفر العشق

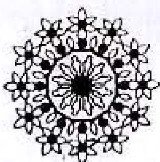
یعنی قصّہ

سیف الملوک و بدیع الجمال



مُصنّف:

عارفِ کامل حضرت میاں محمدّ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ



زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور

فون 042-7248657 فیکس 042-7112954

Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@yahoo.com


پبلشرز
زاویہ